حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

ذِكْرُ الْأَنْبِيَاءِ مِنَ الْعِبَادَةِ وَذِكْرُ الصَّالِحِينَ كَفَّارَةٌ

انبیاء کرام علیہم السلام کا ذکر کرنا عبادت اور صالحین کا تذکرہ کرنا گناہوں کا کفارہ ہے۔ الحدیث

تذکرہ مشائخ سیفیہ

غوث جہاں مجدد دوراں

حضرت اخندزادہ

سیف الرحمٰن مبارک رضی اللہ عنہ

ترجمہ و تالیف

حافظ محمد عرفان طریقتی قادری

چیف ایڈیٹر ماہنامہ بہارِ اسلام لاہور

ناشر

بہار اسلام پبلی کیشنز لاہور

حضرت ابوبکر صدیق

حضرت سلیمان فارسی

حضرت امام قاسم

حضرت امام جعفر صادق

حضرت بایزید بسطامی

حضرت ابوالحسن خرقانی

حضرت ابوعلی فارمدی

خواجہ یوسف ہمدانی

خواجہ عبدالخالق غجدوانی

خواجہ عارف ریوگری

خواجہ محمود انجیر فغنوی

خواجہ علی رامتینی

خواجہ محمد بابا سماسی

خواجہ امیر کلال

خواجہ بہاؤالدین شاہ نقشبند

خواجہ علاؤالدین عطار

خواجہ یعقوب چرخی

خواجہ عبیداللہ احرار

خواجہ زاہد وخشی

خواجہ درویش محمد

حضرت خواجہ امکنگی

خواجہ باقی باللہ

حضرت مجدد الف ثانی

خواجہ معصوم اول

خواجہ صبغۃ اللہ

خواجہ محمد اسماعیل

حاجی غلام محمد معصوم

شاہ غلام محمد

حاجی محمد صفی

حضرت ایشان شہید

حضرت میاں جی

حضرت شمس الحق

حضرت شاہ رسول طالقانی

مولانا محمد ہاشم سمنگانی

ذِکْرُ الْاَنْبِیَاءِ مِنَ الْعِبَادَۃِ وَذِکْرُ الصَّالِحِیْنَ کَفَّارَۃٌ

انبیاء کرام علیہم السلام کا ذکر کرنا عبادت اور صالحین کے تذکرہ کرنا گناہوں کا کفارہ ہے۔ الحدیث

تذکرہ مشائخ سیفیہ

حضرت ابو بکر صدیق
حضرت سلیمان فارسی
حضرت امام قاسم
حضرت امام جعفر صادق
حضرت بایزید بسطامی
حضرت ابو الحسن خرقانی
حضرت ابو علی فارمدی
خواجہ یوسف ہمدانی
خواجہ عبد الخالق غجدوانی
خواجہ عارف ریوگری
خواجہ محمود انجیر فغنوی
خواجہ علی رامتینی
خواجہ محمد بابا سماسی
خواجہ امیر کلال
خواجہ بہاؤ الدین شاہ
خواجہ علاؤ الدین عطار
خواجہ یعقوب چرخی

خواجہ عبید اللہ احرار
خواجہ زاہد وخشی
خواجہ درویش محمد
حضرت خواجہ امکنگی
خواجہ باقی باللہ
حضرت مجدد الف ثانی
خواجہ معصوم اول
خواجہ صبغۃ اللہ
خواجہ محمد اسماعیل
غلام محمد معصوم
شاہ غلام محمد
حاجی محمد صفی
حضرت ایشان شہید
حضرت میاں جی
حضرت شمس الحق
حضرت شاہ رسول طالقانی
مولانا محمد ہاشم سمنگانی

غوث جہاں مجدد دوراں
حضرت اخندزادہ
سیف الرحمن مبارک

ترجمہ و تالیف
حافظ محمد عرفان طریقتی قادری
چیف ایڈیٹر ماہنامہ بہار اسلام لاہور

ناشر
بہار اسلام پبلی کیشنز لاہور

جملہ حقوق بحق مترجم و مؤلف محفوظ ہیں

نام کتاب ـــــــــ تذکرہ مشائخ سیفیہ

ترجمہ وتالیف ـــــــــ ابوالوفا محمد عرفان طریقتی القادری

خصوصی کاوش ـــــــــ ابوالرضا محمد عباس مجددی سیفی سرپرست اعلیٰ: انجمن بہارِ اسلام لاہور

اشاعت اول ـــــــــ شوال المکرم 1431ھ ستمبر 2010ء بموقع عرس مولانا محمد ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ علیہ

اشاعت دوم ـــــــــ جون 2012ء رجب 1433ھ عرس اخندزادہ سیف الرحمٰن مبارک رحمۃ اللہ علیہ

ناشر ـــــــــ بہارِ اسلام پبلی کیشنز لاہور

تعداد ـــــــــ 1100

قیمت ـــــــــ 200 روپے

ملنے کے پتے

مکتبہ سیفیہ مرکزی آستانہ عالیہ سیفیہ فقیر آباد شریف

اصغر علی سیفی کیپ ہاوس مرکزی آستانہ عالیہ فقیر آباد شریف

دار العلوم جیلانیہ رضویہ نادر آباد بیدیاں روڈ لاہور کینٹ

آستانہ عالیہ سیفیہ بابا فرید کالونی چونگی امر سدھو لاہور

دار العلوم جامعہ سیفیہ رحمانیہ للبنات بادشاہی روڈ ادھوال کلاں گجرات

علامہ فضل حق پبلی کیشنز دربار مارکیٹ نزد ستا ہوٹل لاہور

مکتبہ زین العابدین نزد شالیمار گارڈن باغبانپورہ لاہور 0300-4300213

بہارِ اسلام پبلی کیشنز لاہور

انجمن بہارِ اسلام و دار العلوم جامعہ سیفیہ (رجسٹرڈ) 1910/D-1 بلاک گجر پورہ سکیم شیر شاہ روڈ لاہور

0333-0312-0322-4229760-0322-0313-4642506-0423-6844786

حسن ترتیب

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	انتساب	6
2	غرض تالیف	7
3	عرض مؤلف	10
4	تقریظ	13
5	تقریظ	14
6	تقریظ	15
7	تقریظ	17
8	تقریظ	18
9	تقریظ	19
10	تقریظ	20
11	بہار اسلام اور اس کے بانی پر ایک نظر	21
12	مقدمہ (تصوف و صوفیاء پر ایک نظر)	27
13	تذکرہ مشائخ سیفیہ	36

14	حضرت سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	37
15	حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ	51
16	حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ	65
17	حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ	70
18	حضرت سیدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ	72
19	حضرت سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ	76
20	حضرت امام قاسم بن محمد بن ابوبکر رضی اللہ عنہم	85
21	حضرت امام جعفر الصادق بن امام محمد باقر رضی اللہ عنہ	87
22	حضرت طیفور بن عیسیٰ عرف بایزید بسطامی رضی اللہ عنہ	90
23	حضرت خواجہ علی بن جعفر الخرقانی رضی اللہ عنہ	99
24	حضرت شیخ فضل بن محمد طوسی عرف بوعلی فارمدی رضی اللہ عنہ	104
25	حضرت خواجہ ابو یعقوب محمد یوسف ہمدانی رضی اللہ عنہ	108
26	حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رضی اللہ عنہ	114
27	حضرت خواجہ محمد عارف ریوگری رضی اللہ عنہ	116
28	حضرت خواجہ محمود انجیر فغنوی رضی اللہ عنہ	117
29	حضرت خواجہ علی النساج رامتینی رضی اللہ عنہ	121
30	حضرت خواجہ محمد بابا سماسی رضی اللہ عنہ	123

31	حضرت خواجہ سید محمد امیر کلال رضی اللہ عنہ	125
32	حضرت خواجہ بہاؤالدین محمد بن محمد البخاری شاہِ نقشبند رضی اللہ عنہ	126
33	حضرت خواجہ علاؤالدین محمد البخاری عرف خواجہ عطار رضی اللہ عنہ	132
34	حضرت علامہ یعقوب چرخی لوگری رضی اللہ عنہ	134
35	حضرت ناصر الدین عبید اللہ احرار رضی اللہ عنہ	140
36	حضرت مولانا محمد زاہد وخشی حصاری رضی اللہ عنہ	142
37	حضرت خواجہ درویش محمد الخوارزمی رضی اللہ عنہ	143
38	حضرت خواجہ محمد مقتدیٰ عرف خواجہ امکنگی رضی اللہ عنہ	144
39	حضرت خواجہ محمد باقی باللہ رضی اللہ عنہ	145
40	حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رضی اللہ عنہ	149
41	حضرت عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم عرف معصوم اول رضی اللہ عنہ	158
42	حضرت خواجہ محمد صبغۃ اللہ رضی اللہ عنہ	161
43	حضرت خواجہ محمد اسماعیل رضی اللہ عنہ	164
44	حضرت خواجہ حاجی غلام محمد معصوم عرف معصوم ثانی رضی اللہ عنہ	166
45	حضرت خواجہ شاہ غلام محمد رضی اللہ عنہ	168
46	حضرت حاجی محمد صفی اللہ رضی اللہ عنہ	170
47	حضرت شاہ ضیاء الحق عرف ایشان شہید رضی اللہ عنہ	173

48	حضرت خواجہ حاجی شاہ ضیاء عرف میاں جی رضی اللہ عنہ	177
49	حضرت شاہ شمس الحق عرف حضرت صاحب کوہستان رضی اللہ عنہ	179
50	حضرت مولانا شاہ رسول طالقانی رضی اللہ عنہ	189
51	حضرت مولانا محمد ہاشم سمنگانی رضی اللہ عنہ	190
52	حضرت اخندزادہ پیر سیف الرحمٰن مبارک رضی اللہ عنہ	198
53	حضرت مبارک صاحب اور محبت شیخ	200
54	ازدواجی زندگی	201
55	اولادِ امجاد	201
56	قطغن میں تشریف آوری	202
57	درس وتدریس	202
58	آپ مبارک کا تقویٰ	203
59	اوصاف کریمانہ	204
60	آپ کا بیعت کرنے کا طریقہ	204
61	سرکار مبارک کی خدمات	205
62	علمی مقام ومرتبہ	206
63	تفسیر قرآن میں آپ کی خدمات	207
64	علم حدیث میں گوہر افشانیاں	208

65	فقہ واصول فقہ	208
66	صرف ونحو پر نظر اور شریعت وطریقت	209
67	حب الوطن من الایمان	209
68	کرامات وخوارق عادات	211
69	نظر کیمیا اثر	211
70	جبین نیاز جھک گئی	212
71	وفات حسرت آیات	213

انتساب

میں اپنی اس کاوش کو

شیخ الحدیث والقرآن محدث کبیر عالم اجل فقیہ بے مثل

پیر طریقت عامل شریعت حضرت علامہ مولانا اخندزادہ

پیر سیف الرحمٰن مبارک

پیر ارچی خراسانی رحمۃ اللہ علیہ

کے نام منسوب کرتا ہوں

جن کا آنا رحمتوں سے کم نہ تھا

جب گئے تو بجلیاں گرا گئے

خاک پائے اہل اللہ

محمد عرفان طریقتی القادری غفرلہ

مدیر اعلیٰ: ماہنامہ بہار اسلام لاہور

انچارج: بہارِ اسلام ریسرچ سنٹر

غرضِ تالیف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کوئی لگ بھگ 10 ماہ قبل کی بات ہے کہ استاذ مکرم محمد عباس مجددی سیفی صاحب سے حضرت اخندزادہ پیر سیف الرحمٰن مبارک صاحب کی ذات و خدمات کے حوالے سے گفتگو ہو رہی تھی کہ اتنی عظیم علمی شخصیت ہمارے درمیان موجود ہے مگر بدقسمتی سے ان کی خدمات پر کوئی قابل ذکر کام نہ ہوسکا اور ان کی ذات تعصب و عناد کی بھینٹ چڑھ گئی۔

بہت ساروں نے فقط سن سنا کر قلب و ذہن میں ایک ایسی ذات کا تصور قائم کر لیا جس میں علمی لیاقت اور عملی قیادت کے سوا سب کچھ ہو اور پھر اس خاکے کو "پیر سیف الرحمٰن" کا نام دے کر اختلافات کی آندھی چلا دی۔ اور بہت سے ایسے افراد بھی تھے جنہوں نے جانا اور پھر جان کر انجان بن گئے اور فقط حسد و جلن کی بنیاد پر مخالفت کی دیواریں کھڑی کر دیں۔

علماء میں اختلاف رحمت ہوتا ہے مگر جب یہ اختلاف مخالفت کی راہ پر چل نکلے تو ایسی زحمت بن جاتا ہے جس سے بچاؤ کی کوئی راہ نظر نہیں آتی۔ اور یقیناً کچھ ایسا ہی حضرت پیر سیف الرحمٰن مبارک صاحب کے ساتھ ہوا اور وہ "لوگوں" کی مخالفت کا نشانہ بن گئے۔

بہرحال بات ہو رہی تھی ان کی ذات اور خدمات کے حوالے سے۔ تو ہم دونوں نے اس کمی کو شدت سے محسوس کیا اور دل میں مصمم ارادہ کیا کہ آپ کی خدمات پر بساط بھر کوشش ضرور کی جائے گی۔ ہم نے اپنے خیالات کا اظہار "حضرت علامہ پیر عابد حسین رضوی سیفی" سے کیا تو انہوں نے نہ صرف ہاں میں ہاں ملائی بلکہ "بال" (بازو) سے "بال" ملاتے ہوئے اس کام میں

تعاون کرنے کا وعدہ بھی فرمایا۔

پیر صاحب کے علاوہ شیخ الحدیث صاحبزادہ مولانا محمد حمید جان سیفی، استاذ العلماء علامہ صاحبزادہ احمد سعید یار جان سیفی، فاضل نوجوان مولانا صاحبزادہ سید احمد حسن پاچا سیفی، اور دیگر صاحبزادگان وخلفاء سے مشورہ کیا گیا تو انہوں نے محبت سے ''تھاپی'' دیتے ہوئے ہر قسم کے علمی وقلمی تعاون کی یقین دہانی کروائی۔

ان احباب کی محبتوں اور ابوالرضا محمد عباس مجددی سیفی صاحب بانی وسرپرست اعلیٰ انجمن بہاراسلام کی کوششوں سے آج الحمدللہ درج ذیل موضوعات پر کام جاری وساری ہے۔

(1)......حضرت اخندزادہ سیف الرحمٰن مبارک کی مجددانہ صلاحیتیں

(2)......حضرت اخندزادہ سیف الرحمٰن مبارک کی فقہی بصیرت

(3)......حضرت اخندزادہ سیف الرحمٰن مبارک فقہ حنفی کے نابغہ عصر محقق

(4)......حضرت اخندزادہ سیف الرحمٰن مبارک کی ترویج حدیث میں خدمات

(5)......حضرت اخندزادہ سیف الرحمٰن مبارک بحیثیت مفسر قرآن

(6)......استحکام پاکستان میں آپ کے خلفاء کا کردار

(7)......تحفظ ختم نبوت اور اخندزادہ مبارک

(8)......حضرت اخندزادہ سیف الرحمٰن مبارک کے تجدیدی کارنامے

ان کے علاوہ متعدد قابل قدر موضوعات پر تحقیق وتدقیق کا سلسلہ جاری ہے۔ یادر ہے کہ یہ کام حضرت اخندزادہ سیف الرحمٰن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں ہی شروع ہو چکا تھا۔

''تذکرہ مشائخ سیفیہ'' اس سلسلہ کی دوسری کڑی ہے۔ اس سے قبل ''عکس مجدد الف ثانی حضرت امام خراسانی'' کے نام سے تاریخی دستاویز داد تحسین وصول کر چکی ہے۔ اور اِن شاء

اللہ یہ کتاب بھی اہل محبت کیلئے سکون کا باعث ہوگی۔

اصل میں یہ سارا کریڈٹ حضرت ابوالرضا محمد عباس مجددی سیفی صاحب کو جاتا ہے جنہوں نے ''بہاراسلام'' کے پلیٹ فارم سے اس کام کی ابتداء فرمائی۔اور ہر طرح کے تعاون کی ذمہ داری قبول کرتے ہوئے اس کام میں سرعت کا باعث بنے۔اللہ تعالیٰ ان کو عمر خضری عطا فرمائے اوراسی طرح خدمت اولیاء کرتے رہنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔آمین

طالب دعاووفا

ابوالوفامحمد عرفان طریقتی القادری

چیف ایڈیٹر ماہنامہ بہاراسلام

انچارج: بہارِاسلام ریسرچ سنٹر

☆☆☆☆☆☆☆

عرض مؤلف

بسم اللہ الرحمن الرحیم والصلوٰۃ والسلام علیہ حبیبہ الکریم

میرا سلسلۂ بیعت تو سلسلۂ عالیہ قادریہ سے ہے مگر سلسلۂ محبت ومودت ہر اس سلسلے سے ہے جو دین اسلام کی ترویج واشاعت میں سرگرم ہو اور مذہب اسلام کی روح (تصوف) کو لوگوں تک پھیلانے میں کوشاں ہو۔ غالباً 1998ء کی بات ہے جب میں حفظ قرآن کے سلسلہ میں "مدرسہ سیفیہ تعلیم القرآن" کے طلباء کی صف میں متمکن ہوا۔ (الحمدللہ! آج یہ مدرسہ "دارالعلوم" کی حیثیت اختیار کر چکا ہے جہاں سینکڑوں طلباء وطالبات علم کی تشنگی بجھا رہے ہیں۔) اور تبھی سے مربی ومحسن ابوالرضا محمد عباس مجددی سیفی صاحب کے توسط سے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ سیفیہ کے مشائخ وپیران سے میل ملاقات اور گفت وشنید کا سلسلہ جاری ہے۔

ہمارے ہاں ہر اتوار نماز فجر کے بعد ختم خواجگان اور محفل ذکر کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ اسی دوران جب ایک روز محفل پاک سے فراغت ہوئی تو یہ سوال اٹھایا گیا کہ جن اولیاء وبزرگان دین کے ایصال ثواب اور ان سے حصول فیوض وبرکات کیلئے ختم خواجگان کا اہتمام کیا جاتا ہے کم از کم ان کے مفصل نہیں تو مجمل حالات سے تو واقفیت ہونی چاہئے۔ ہم لوگ دن رات ان احباب کی محبت کا راگ الاپتے ہیں مگر ان کی خدمات اور سوانح حیات سے مطلق بے نیاز نظر آتے ہیں۔

ان احوال کے پیش نظر استاذی المکرم حضرت علامہ ابوالرضا محمد عباس مجددی سیفی صاحب نے حکم ارشاد فرمایا کہ ان بزرگان نیک بخت کے حالات اور ان کی خدمات پر ایک مختصر مگر جامع کتاب مرتب کرو۔ لہذا آپ کا حکم سر آنکھوں پر، میں اس کام میں مشغول ہو گیا۔

یہ غالباً نومبر 2009ء کی بات جب میں نے ''سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ سیفیہ'' کے مشائخ کا تذکرہ تالیف کرنا شروع کیا۔ ''ماہنامہ بہار اسلام'' کے مضامین کی ترتیب وتدوین اور دیگر مصروفیات کا بوجھ سر پر اٹھائے آہستہ آہستہ اس ذمہ داری سے بھی عہدہ برآ ہونے کی کوشش جاری رہی۔

نصف کے قریب یہ کام مکمل ہو چکا تھا کہ رضائے الٰہی سے حضرت اخندزادہ پیر سیف الرحمٰن مبارک رحمۃ اللہ علیہ واصل جنت ہوگئے۔ جس کے بعد اس کام میں تیزی لائی گئی تا کہ آپ کے ختم چہلم کے موقع پر اس کو منظر عام پر لایا جاسکے۔ مگر پھر ''عکس مجدد الف ثانی'' کی ترتیب واشاعت کی وجہ سے یہ کام ''پھر'' پر ڈال دیا گیا اور عرس مولانا محمد ہاشم سمنگانی علیہ الرحمہ تک مؤخر کیا گیا۔

مختلف کتبِ تواریخ وتراجم میں مغز ماری کرنے جیسا وقت طلب کام، اور وقت کی قلت کی بنیاد پر کچھ احباب نے مشورہ دیا کہ جن مشائخ کے حالات رہ گئے ہیں ان کے کیلئے علامہ علی محمد بلخی کی کتاب ''تاریخ اولیاء'' کا ترجمہ تحریر کرلیا جائے۔ لہذا ان کا مشورہ مانتے ہوئے باقی ماندہ مشائخ کے حالات کو ''تاریخ اولیاء'' سے اخذ کیا گیا۔ اور اب الحمدللہ سلسلۂ نقشبندیہ کے ''مشائخ'' کا تذکرہ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

اعتراف: بندہ حقیر پر تقصیر کو اپنی کم علمی اور کم فہمی کا اعتراف ہے۔ ممکن ہے میری کم علمی کی وجہ سے ترجمہ وترتیب میں کچھ اغلاط رہ گئی ہوں جو کسی کی طبع نازک پر گراں گزریں۔ مگر میں علامہ شرف الدین بخاری کی زبانی، یہ اعتراف اور گزارش کرتا ہوں......

من بعجز و قصور معترفم
نے چو نادان و احمق خرفم

مجھے اپنی کمزوری اور کوتاہی کا اعتراف ہے، میں بے عقل، بے سمجھ بوڑھے پاگل کی طرح نہیں ہوں۔

پیش ازیں گفتہ اند اہل سلف

عذر من صنف قد استہدف

اس سے پہلے بزرگ یہ فرما چکے ہیں کہ جس نے کتاب لکھی وہ (لوگوں کی باتوں) کا نشانہ بن گیا۔

لیک برقدر خویش کوشیدن

بہ زبیکاری و خموشیدن

لیکن اپنی سی کوشش کرنا کچھ نہ کرنے اور خموش رہنے سے بہتر ہے۔

من بقدر مجال کوشیدم

میں نے اپنی طاقت کے مطابق کوشش کی ہے (اور بزرگوں کے حالات قلم بند کیے ہیں)

نہ کنی عیب گر توبتوانی

اگر تمہارے پاس طاقت ہے تو میری کتاب سے عیب مت نکال بلکہ اس سے اچھی اور قیمتی کتاب تصنیف کردے۔

اللہ تعالیٰ میری اس کاوش کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور اس کتاب کو سالکین وعامیین کیلئے سود مند بنائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم ﷺ

ابوالوفا محمد عرفان طریقتی القادری

چیف ایڈیٹر ماہنامہ بہار اسلام

تقریظ......

جگر گوشۂ امام خراسان شیخ الحدیث والقرآن پیر طریقت رہبر شریعت

حضرت علامہ مولانا محمد حمید جان السیفی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عزیز القدر مولانا محمد عرفان طریقتی کی تالیف ''تذکرہ مشائخ سیفیہ'' کے بعض مضامین کو میں نے عمیق نظر سے دیکھا اور خوب تر پایا۔ پاکستان کے سلاسل اربعہ کے مشائخ پر اردو میں خاصہ کام نظروں سے گزرا مگر مشائخ نقشبندیہ سیفیہ کی بعض شخصیات کا تذکرہ دیکھنے میں نہیں کیونکہ اس میں سے اکثر کا تعلق افغانستان سے ہے اور پاکستان کے کثیر علماء و مشائخ ان سے ناواقف ہیں۔ خصوصاً مولانا محمد ہاشم سمنگانی، مولانا شاہ رسول طالقانی، اور حضرت مولانا شمس الحق کوہستانی وغیرہ کا تذکرہ، اردو تو اردو، فارسی میں بھی سوائے علامہ بلخی کی تالیف کے نظروں سے نہیں گزرا۔ تو عزیز القدر نے بڑی محنت اور کوشش سے اس کو جمع کر کے ایک گلدستہ کی صورت پیش کیا۔

اس کام کو اشاعت کی وادیوں سے گزار کر سالکین تک پہنچانے میں پیر طریقت حضرت علامہ ابوالرضا محمد عباس مجددی سیفی نے سعی فرمائی ہے، جو قابل ستائش ہے۔

علامہ عباس سیفی صاحب کا کمال مؤلف مذکور کی تربیت میں واضح ہوا رہا ہے۔ عزیزم محمد عرفان طریقتی القادری کا تعلق اگرچہ سلسلہ قادریہ سے ہے۔ مگر میں سمجھتا ہوں کہ بہار اسلام کے بانی مبانی علامہ محمد عباس مجددی سیفی صاحب کا کمال ہے کہ انہوں نے مؤلف سے سلسلہ نقشبندیہ پر کام کروالیا۔

اس سے قبل علامہ مجددی سیفی صاحب کی زیر سرپرستی "ماہنامہ بہار اسلام" نے بہت کم عرصے میں ترقی کے زینے چڑھے ہیں۔ اور اب تصنیف و تالیف اور اشاعت کتب میں ان کی رفتار دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ یقیناً وہ اس میدان میں بھی نمایاں حیثیت حاصل کرلیں گے۔ قبلہ والد گرامی حضور مجدد ملت حضرت اخندزادہ مبارک، مولانا محمد ہاشم سمنگانی اور مولانا شاہ رسول طالقانی علیہم الرحمہ پر مضامین ماہنامہ بہار اسلام میں اس سے پہلے شائع ہو چکے ہیں اور اب باقاعدہ ان حضرات کے حالات پر ایک کتاب کی صورت میں گلدستہ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ علامہ مجددی سیفی اور عزیز القدر طریقتی کے قلم میں اور طاقت و زورعطا فرمائے ۔آمین

والسلام

(شیخ الحدیث) محمد حمید جان سیفی

آستانہ عالیہ نقشبندیہ سیفیہ فقیر آباد

تقریظ ......

پیر طریقت رہبر شریعت جانشین اخندزادہ مبارک حضرت علامہ

صاحبزادہ محمد سعید حیدری سیفی دام ظلہ

میں مولانا محمد حمید جان کی تحریر کی تصدیق کرتا ہوں۔ اور دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ اراکین بہار اسلام کو مزید ترقیاں عطا فرمائے۔ آمین

(صاحبزادہ جسٹس) محمد سعید حیدری سیفی

سجادہ نشین آستانہ عالیہ سیفیہ لکھوڈیر فقیر آباد شریف

☆...... تقریظ

جگر پارۂ مجدد ملت استاذ العلماء پیر طریقت رہبر شریعت حضرت علامہ

صاحبزادہ محمد احمد سعید یار جان سیفی دام ظلہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مشائخ نقشبندیہ پر اردو زبان میں بہت سے اکابرین نے کام کیا ہے۔ پروفیسر نور بخش توکلی کی تالیف تذکرہ مشائخ نقشبندیہ اور تذکرہ مشائخ نقشبندیہ خیریہ وغیرہ اس موضوع پر اہم دستاویزات ہیں۔ مگر اردو زبان میں ہمارے مشائخ کا تذکرہ بہت کم تھا جس کی کمی ہم عرصہ دراز سے محسوس کر رہے تھے۔ اس پر مولانا محمد عرفان طریقتی کی کوشش قابل ستائش ہے۔ انہوں نے بہت کم وقت میں بہت زیادہ مواد جمع کیا اور اس کمی کو کافی حد تک پورا کر دیا ہے۔

ان میں سے اکثر مشائخ کا تذکرہ سینہ بسینہ چلا آرہا تھا اور ان کی زیارت کرنے والے، مجلس اور صحبتوں میں بیٹھنے والے دن بدن دنیا سے رخصت ہوتے چلے جا رہے تھے۔ حضرت شاہ رسول طالقانی کا تذکرہ جاننے والے چند ایک افراد صرف باقی ہیں۔ ابھی پچھلے دنوں جامع منقول و معقول استاذ الکل علامہ عبدالحی زعفرانی، اور محدث کبیر مجدد ملت والد گرامی حضرت اخندزادہ سیف الرحمٰن مبارک رحمۃ اللہ علیہما کا انتقال ہوا جن سے ان ہستیوں کا ذکر سننے کو مل جاتا تھا۔ یہ احباب ان کے تذکرے سینوں میں چھپائے ہی رخصت ہو گئے۔ علامہ علی محمد بلخی کی کچھ تحریریں ان مشائخ کے بارے موجود ہیں، لیکن وہ فارسی زبان میں ہیں۔

برادرم مولانا محمد عرفان طریقتی القادری نے ان فارسی تحریروں کا اردو ترجمہ کر کے سالکین پر احسان فرمایا اور "تذکرہ مشائخ سیفیہ" کے نام سے رنگارنگ مہکتے ہوئے پھولوں سے

ایک خوشبودار گلدان تیار فرمایا جس کی خوشبو سے ایک زمانہ مستفید ہوتا رہے گا۔ (اِنْ شاء اللہ تعالیٰ)

اللہ تعالیٰ بہار اسلام کے بانی پیر طریقت محمد عباس مجددی سیفی صاحب کو بھی اجر عظیم عطا فرمائے جنہوں نے اس کارِ عظیم کو اشاعت کے مرحلوں سے گزار کر اس کے چاہنے والوں تک پہنچایا۔

والسلام مع الاکرام

(استاذ العلماء) محمد احمد سعید المعروف یار جان سیفی

آستانہ عالیہ سیفیہ فقیر آباد (لکھوڈیر) شریف رنگ روڈ لاہور

☆☆☆☆☆☆☆

تقریظ ......☆

شیخ الحدیث والقرآن استاذ العلماء مفکر اسلام حضرت علامہ ڈاکٹر مفتی

پیر محمد عابد حسین رضوی سیفی اطال اللہ عمرہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

زیر نظر کتاب ''تذکرہ مشائخ سیفیہ'' جس میں مشائخ کے مستند تذکروں سے استفادہ کیا گیا ہے، قابل قدر ذخیرہ ہے۔ اس میں بالخصوص علامہ علی محمد بلخی کی تصنیف ''تاریخ اولیاء'' سے استفادہ کیا گیا ہے۔ علامہ بلخی کی شخصیت سلسلہ سیفیہ میں انتہائی ثقہ اور جامع ہے۔ علامہ ندائے یارسول بعد الموت، احسن المعارب، تاریخ اولیاء، فتاویٰ سیفیہ اور معمولات سیفیہ وغیرہ کے علاوہ کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔ اور ان کی شخصیت افغانستان، پاکستان اور روس کی آزاد ریاستوں، ایران وغیرہ میں علماء اہلسنت میں مسلم ہے۔

عزیز القدر علامہ محمد عرفان طریقتی القادری نے ان کی تصنیف تاریخ اولیاء سے بالخصوص استفادہ کر کے مشائخ نقشبندیہ سیفیہ کا تذکرہ مرتب کیا ہے۔ امید ہے کہ مشائخ نقشبندیہ سیفیہ اور صوفیاء اس سے خوب استفادہ کریں گے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ فاضل نوجوان کی اس سعی جمیلہ کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے۔

خاک پائے صاحبدلاں

(ڈاکٹر مفتی پیر) محمد عابد حسین رضوی سیفی

خادم جامعہ جیلانیہ رضویہ بیدیاں روڈ لاہور کینٹ

تقریظ ......☆

شیخ العلماء پیرطریقت عامل شریعت حضرت پیر

میاں محمد حنفی سیفی زیدفیوضہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہمارے کچھ مشائخ کا تذکرہ فارسی زبان میں تھا جس سے ہر قاری مستفید ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا تھا۔ عرصہ دراز سے خواہش تھی کہ کوئی اللہ کا بندہ اٹھے اور ان احوال و واقعات کا اردو ترجمہ کرے۔

حال ہی میں میرے پیارے اور عزیز القدر پیر بھائی علامہ محمد عباس مجددی سیفی بانی و سرپرست بہار اسلام، نے اطلاع دی کہ ہمارے ایک دوست فاضل جلیل علامہ محمد عرفان طریقتی القادری نے اس موضوع پر سعی کی ہے اور مشائخ نقشبندیہ مجددیہ سیفیہ کے حالات و واقعات کو تالیف کرنے کے ساتھ ساتھ فارسی تحریرات کا اردو ترجمہ بھی کیا ہے۔ یہ سن کر مجھے کافی دلی سکون و اطمینان محسوس ہوا۔ اللہ تعالیٰ ایسے نوجوان اور سکالر دوستوں کی تحریروں میں برکت عطا فرمائے ۔میں ہمہ وقت ایسے دوستوں کیلئے دعا گوہوں۔

خاک پائے صوفیائے سیفیہ

(شیخ العلماء پیر طریقت) میاں محمد حنفی سیفی

آستانہ عالیہ محمدیہ سیفیہ راوی ریان شریف

تقریظ......☆

استاذ العلماء فاضل جلیل حضرت علامہ مولانا غلام شبیر تبسم

علامہ محمد عرفان طریقتی نے بڑی محنت اور لگن سے صوفیائے نقشبند کی سوانح حیات کو زینت قرطاس کیا ہے۔ان کے مضامین کا اگرچہ طائرانہ نظر سے مطالعہ کیا لیکن موصوف مؤلف کی سلسلہ نقشبندیہ کے ساتھ جو عقیدت ومحبت اور جو احترام ہے وہ ان کے ایک ایک لفظ سے عیاں ہوتا ہے۔

دیگر سلاسل کے اکابرین وبزرگان کی خدمات اور ان کی حیات کے مختلف گوشوں کو برصغیر پاک وہند میں آشکار کیا گیا ۔لیکن سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ سیفیہ کے بزرگوں کی خدمات کو کتابوں کی زینت نہ بنایا گیا،شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کا تعلق افغانستان وکوہستان سے ہے۔ علامہ موصوف نے بڑی جانفشانی سے علامہ بلخی کی کتاب ''تاریخ الاولیاء'' اور دیگر اکابرین کی کتب سے استفادہ کر کے ایک بہترین کتاب ''تذکرہ مشائخ سیفیہ'' تالیف کی ہے۔ یقیناً یہ کتاب تشنگان راہِ سلوک کیلئے بہت مفید ثابت ہوگی۔

علامہ محمد عباس مجددی سیفی صاحب پہلے بھی ''بہار اسلام'' کے نام سے مجلّہ شائع کر رہے ہیں جو اِن کی خدمت وکاوش اور محبت ولگن کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ چونکہ علامہ محمد عرفان طریقتی القادری صاحب اس مجلّہ کے چیف ایڈیٹر ہیں جنکی ذہانت وفطانت مجلّہ کے مضامین کی ترتیب وتدوین سے بھی ظاہر ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ علامہ محمد عباس سیفی اور علامہ محمد عرفان طریقتی صاحب کو مزید خدمت دین اور خدمت بزرگان دین کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

والسلام: (علامہ) غلام شبیر تبسم فاضل بھیرہ شریف۔

تقریظ......☆

استاذ العلماء نوجوان مذہبی سکالر

حضرت علامہ حافظ محمد عرفان اللہ عابدی سیفی

علامہ محمد عرفان طریقتی صاحب نے سلسلہ نقشبندیہ سیفیہ کے حالات پر ایک کتاب "تذکرہ مشائخ سیفیہ" تالیف کی ہے۔ موصوف نے بڑی محنت سے اکابرین کی کتب کا مطالعہ کیا اور صوفیاء کی خدمات کا نچوڑ اس کتاب کی صورت میں ہم تک پہنچایا ہے۔

اس کتاب پر ہمارے اکابرین نے تقاریظ لکھیں ہیں جن میں صاحبزادہ مولانا محمد حمید جان سیفی، صاحبزادہ احمد سعید یار جان سیفی، میرے والد گرامی مفتی محمد عابد حسین صاحب، پیر میاں محمد حنفی سیفی اور علامہ غلام شبیر تبسم جیسی شخصیات شامل ہیں۔ ان احباب کا اس کتاب پر تقریظ لکھنا اس کی اہمت وافادیت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

اللہ تعالی موصوف کی اس خدمت کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔ اور ان کے علوم وفنون میں مزید برکتیں عطا فرمائیں۔

اصل میں یہ ساری کاوش علامہ محمد عباس مجددی سیفی صاحب کی ہے جو "بہار اسلام" کے پلیٹ فارم سے مختلف موضوعات پر مشتمل لٹریچر "ماہنامہ بہار اسلام" کی صورت میں اور مختلف کتب اپنی زیرنگرانی شائع کرتے رہتے ہیں۔ اس سے پہلے ان کی تالیف "عکس مجدد الف ثانی حضرت امام خراسانی" شائع ہو کر داد تحسین وصول کر چکی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں احباب کو مزید خدمت دین متین کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین

(علامہ صاحبزادہ) حافظ محمد عرفان اللہ عابدی سیفی

فاضل بھیرہ شریف وناظم اعلیٰ جامعہ جیلانیہ رضویہ بیدیاں روڈ لاہور کینٹ

ادارہ بہار اسلام

اور اس کے بانی پر ایک نظر

انجمن بہار اسلام پاکستان نے جتنے قلیل وقت میں ترقی کے زینے چڑھے ہیں اس نے بڑے بڑے لوگوں کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا ہے۔ لوگ انگشت بدندان انجمن بہار اسلام کو آسمان شہرت کی بلندیوں پر چمکتا ہوا دیکھ رہے ہیں۔

جس ہستی کی بدولت یہ ساری کامیابیاں انجمن کے حصے میں آئی ہیں ان کے مختصر حالات وواقعات سے آگاہی ضروری ہے۔ لہذا ان کے مختصر حالات آپ کے سامنے ہیں۔

اسم گرامی:

آپ کا نام ''محمد عباس'' اور والد کا نام ''محمد یلیین'' ہے۔ آپ کے دادا ''محمد اسماعیل'' اولیاء اللہ میں سے تھے۔

ولادت:

آپ کی ولادت باسعادت 8-10-1972 کو شمالی لاہور کے علاقہ ''محلہ غوث پارک سنگھ پورہ'' میں ہوئی۔

تعلیم وتربیت:

ناظرہ قرآن مجید کی تعلیم قاری محمد ریاض نقشبندی اور قاری محمد اسلم قادری صاحبان سے حاصل کی۔ گورنمنٹ نگہت پرائمری سکول سے ''پرائمری'' کا امتحان نمایاں حیثیت سے پاس کیا۔ 1988ء میں میٹرک کا امتحان ''کیمبرج ہائی سکول گجر پورہ چوک لاہور'' سے پاس کیا۔ درسِ

نظامی کی ابتدائی کتب ''دار العلوم جامعہ جیلانیہ رضویہ'' لاہور کینٹ میں ''علامہ پیر عابد حسین رضوی سیفی'' صاحب سے پڑھیں ۔ جبکہ استاذ الاساتذہ حضرت علامہ مفتی عبد الکریم ابدالوی رحمۃ اللہ علیہ سے سماعتِ حدیث کی سعادت حاصل کی۔

بیعت وخلافت:

1988ء میں میٹرک کے امتحانات کے دوران کچھ دوستوں سے معلوم ہوا کہ شہر لاہور میں ایک ولی اللہ تشریف لائے ہیں جن کے دل سے (لوگوں کے مقولے کے مطابق) اللہ، اللہ کی آوازیں آتی ہیں۔ جب آپ زیارت کی غرض سے حاضر خدمت ہوئے تو دل سے اللہ اللہ کی آواز آتی تھی یا نہیں مگر اُن کے چہرے کا نور اور شریعت مطہرہ کی پابندی دیکھ کر اِن کی زبان پر ''سبحان اللہ'' ضرور جاری ہو گیا، جو کہ کسی اللہ کے ولی کو پہچاننے کا نبوی طریقہ ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عالی شان ہے کہ اللہ کا ولی وہ ہوتا ہے جسے دیکھ کر اللہ یاد آجائے۔

لہذا آپ نے ان بزرگوں کے دست حق پرست پر خود کو بیچ دیا۔ اس صاحب علم وعمل شخصیت کو لوگ ''حضرت اخندزادہ پیر سیف الرحمٰن مبارک'' کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

کسب فیض اور سند خلافت:

حضرت علامہ ابو الرضا محمد عباس مجددی سیفی صاحب نے حضرت اخندزادہ مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے خوب فیوضات وبرکات حاصل کئے۔ آپنے جس سرعت اور تیزی کے ساتھ ترقی کے زینے طے کئے اس کا اندازہ آپ کی اسناد خلافت پر نظر ڈالنے سے ہو جاتا ہے۔

آپ نے 1988ء میں بیعت کی اور محض ایک سال کے قلیل عرصے میں سلسلہ نقشبندیہ سے اسباق بدرجہ اتم مکمل کئے اور 1989ء میں سند اجازت سے مشرف ہوئے۔ اس

کے بعد دیگر سلاسل کے اسباق کو بھی تقریباً ایک ایک دو دو سال کے عرصے میں مکمل کیئے اور 1990ء میں قادریہ، 1992 میں چشتیہ، 1994 میں سہروردیہ اور 1996ء میں خلافت مطلقہ سے سرفراز ہوئے۔ تب سے خدمت شریعت اور اقامت طریقت میں شب و روز صرف کر رہے ہیں۔

مختلف شعبہ جات میں خدمات:

حضرت ابوالرضا، کو بچپن سے ہی اسلام اور اسلامیان سے محبت رہی ہے یہی وجہ ہے کہ آپ نے اسلامی شعبہ جات میں سے تقریباً ہر شعبے میں خدمات سرانجام دیں ہیں۔ جن کی قدرے تفصیل درج ذیل ہے۔

صلوٰۃ کمیٹی کا قیام:

12-8-1987 کو آپ نے بچوں میں نماز کا شعور بیدار کرنے اور رب کائنات کے سامنے جبین نیاز جھکانے کا ذوق پیدا کرنے کیلئے ''صلوٰۃ کمیٹی'' کا قیام فرمایا۔ اس کمیٹی میں آپ سمیت آپ کے مختلف دوستوں نے بے مثال کردار ادا کیا اور نوجوان نسل اور نوعمر بچوں میں نماز کا ایسا ولولہ پیدا کر دیا کہ ہر گھر سے ''نمازی بچے'' نکلنے لگے۔

دارالعلوم کا قیام:

اسلامی خدمات میں مدرسہ یا دارالعلوم ایک خاص اہمیت کا حامل ہے۔

حضرت ابوالرضا نے 1992 میں ایک چھوٹے سے کمرے میں ''مدرسہ مدنیہ غوثیہ سیفیہ تعلیم القرآن'' کے نام سے ایک اکیڈمی کا آغاز کیا۔ یہ آپ کا خلوص اور محبت ہی تھی کہ چند ہی سالوں میں وہ لگایا ہوا پودا تناور درخت بن کر لوگوں کے سامنے آشکار ہوا۔ آج وہ چھوٹا سا

مدرسہ ''دارالعلوم جامعہ سیفیہ (رجسٹرڈ)'' کی شکل اختیار کر چکا ہے جہاں پر سینکڑوں طلباء و طالبات، ناظرہ، حفظ، تجوید وقرأت، درس نظامی اور علوم عصریہ کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔

جمعیت علماء پاکستان میں خدمات:

1993 میں آپ کو جمعیت علماء پاکستان حلقہ پی پی 120 کا نائب صدر بنایا گیا۔اور پھر آپ کی خدمات کو دیکھتے ہوئے 1994 میں دوبارہ آپ کی سلیکشن ہوئی۔آپ نے اس شعبہ میں بھی گرانمایہ خدمات انجام دیں۔

سنی جہاد کونسل کا نائب امیر:

1995 میں پیر سید علی رضا بخاری صاحب نے آپ کو ''سنی جہاد کونسل'' پنجاب کا نائب امیر مقرر کیا۔جس میں آپ کی خدمات ناقابل فراموش ہیں

انجمن غلامان رسول کا قیام:

1999 میں آپ نے اپنے دوستوں سے مل کر انجمن غلامان رسول ﷺ کے نام سے ایک تنظیم کا آغاز کیا جس کی خدمات آج تک لوگوں کے سینوں میں تازہ ہیں۔اس انجمن نے درجنوں محافل میلاد اور کانفرنسز کا انعقاد کیا، جن میں وقت کے جید علماء ومشائخ تشریف لاتے رہے۔

جامع مسجد گلزار مدینہ کا افتتاح:

ایک چھوٹے کمرے سے شروع ہونے والے مدرسہ کے بانی کے خلوص کا صلہ اللہ جل شانہ نے یہ عطا فرمایا کہ تقریباً 17 مرلے پر مشتمل ایک پلاٹ، مدرسہ ومسجد کیلئے آپ کو ''الاٹ'' کیا گیا۔ جہاں آپ نے ''جامع مسجد گلزارِ مدینہ'' کے نام سے اللہ کا گھر تعمیر کیا۔ 17 نومبر 2000 کو اس مسجد میں پہلی نماز ''نمازِ مغرب'' ادا کی گئی اور اسلامی تقویم کے لحاظ سے یہ وہی

رات تھی جس رات اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو نماز جیسی نعمت عطا فرمائی تھی یعنی 26 رجب المرجب معراج النبی ﷺ کی رات۔

اس مسجد و مدرسہ کا باقاعدہ افتتاح، پیر طریقت رہبر شریعت غوث جہاں حضرت سیدنا اخندزادہ سیف الرحمٰن مبارک رحمۃ اللہ علیہ" نے اپنے دست اقدس سے فرمایا اور عشاء کی نماز باجماعت ادا فرمائی۔

یاد رہے کہ اسی تاریخ اور دن کو آستانہ عالیہ سیفیہ لکھوڈیر (فقیر آباد) کا افتتاح بھی حضرت مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا۔ اور ہمارے لئے اعزاز کی بات تھی آپ ان کاموں کیلئے خصوصی طور پر پشاور سے تشریف لائے تھے۔ (الحمد لله علیٰ ذالك)

جماعت اہلسنت کا نائب امیر:

حضرت ابوالرضا محمد عباس سیفی صاحب کو 2007 میں مرکزی جماعت اہلسنت شمالی لاہور کا نائب امیر چنا گیا۔ آپ نے یہ تمام ذمہ داریاں خندہ پیشانی سے اٹھائیں اور پایۂ تکمیل تک پہنچا کر عہدہ برا ہوئے۔

انجمن بہار اسلام کا قیام:

2008 میں انجمن بہار اسلام وجود میں آئی بلکہ اگر یہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ یہ وہی انجمن تھی جو اس سے قبل مختلف ناموں سے کام کرتی رہی اور 2008 میں اس کو "انجمن بہار اسلام" کا نام دیا گیا۔

ماہنامہ بہار اسلام لاہور:

اسی انجمن کے زیر اہتمام ایک فرقہ پرستی سے پاک غیر سیاسی مجلّہ "ماہنامہ بہار اسلام" کے

نام سے شائع ہوتا ہے، جواب کسی تعارف کا محتاج نہیں رہا۔ اللہ تعالیٰ نے بہت کم وقت میں اس مجلے کو تاریخی شہرت عطا فرمائی ہے۔ اور یہ مجلہ پاکستان کے علاوہ، افغانستان، ہندوستان، انگلینڈ، بر طانیہ، ہالینڈ سمیت دنیا کے مختلف ممالک میں اسلامی لٹریچر کی اشاعت کا ذمہ لئے ہوئے ہے۔

بہار اسلام ویلفیئر سوسائٹی:

تقریباً دو سال قبل حضرت علامہ محمد عباس مجددی سیفی صاحب کی زیر سر پرستی ''بہار اسلام ویلفیئر سوسائٹی'' کا قیام عمل میں آیا۔ اس کے تحت غریب بچیوں کی شادی کی تقریبات کیلئے تمام سامان فی سبیل اللہ مہیا کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ دیگر مسلمان بھائی بھی اس سے مستفید ہو رہے ہیں۔

حضرت ابوالرضا دام ظلہ کی خدمات کے چند گوشے نظر نواز کیے ہیں جن سے ان کی خدمات کا اندازہ لگانا کچھ مشکل امر نہیں۔

ازدواجی زندگی: ''النکاح من سنتی'' (نکاح میری سنت ہے۔ الحدیث) پر عمل کرتے ہوئے 19-9-2003 بروز جمعہ رشتۂ ازدواج سے منسلک ہوئے۔ اور زندگی کے ایک اور دور میں قدم رکھا۔

اولاد امجاد:

شادی کے ایک سال بعد 2004 میں اللہ تعالیٰ نے چاند سے بیٹے کا تحفہ عطا فرمایا جس کا نام ''محمد رضاء المصطفےٰ'' متعین ہوا۔ اسی کی نسبت سے آپ کو ''ابوالرضا'' کہا جاتا ہے۔ 2006 اور 2008 میں بالترتیب ایک ایک بیٹی تولد ہوئی۔ پھر اللہ کے فضل و کرم سے 20 جون 2010 کو ایک اور بیٹا پیدا ہوا جس کا نام ''فداء المصطفےٰ'' تجویز کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کی تمام اولاد کو عمر خضری عطا فرمائے۔ آمین

تصوف وصوفیاء پر ایک نظر

صاحبزادہ مولانا محمد توصیف النبی مجددی

تصوف ایک اسلامی اصطلاح ہے اور اس کا اطلاق اس علم اور عمل پر ہوتا ہے، جس کا بنیادی مقصد ظاہر و باطن کی اصلاح ہو۔ اللہ اور اس کے رسول کے احکام پر دل کی گہرائیوں اور صدق نیت سے عمل پیرا ہونے کا نام تصوف ہے۔ تزکیۂ نفس اور صفائے قلب کا حصول تصوف ہے۔ کامل مسلمان بننے کے لیے محض یہ کافی نہیں کہ ظاہری طور پر اسلامی احکام کی پابندی کی جا ئے بلکہ ضروری ہے کہ اپنے فکر و نظر اور دل و دماغ کو بھی ان تعلیمات کی روح کے مطابق ڈھالا جائے۔ تصوف کا تعلق چونکہ ہر انسان کے ذاتی تجربے اس کے ذوق اور وجدان سے ہوتا ہے۔ اسی لیے تصوف کو زہد، تزکیۂ نفس، احسان، محبت الٰہی کے مختلف نام دیے گئے۔ تاریخ انسانی گواہ ہے کہ ہر زمانے اور ہر مذہب میں تلاش حق کا سلسلہ جاری رہا۔ اور تلاش حق کرنے والے مختلف نا موں سے پکارے گئے۔ اسلام میں حقیقتِ الٰہی تک رسائی کا ذریعہ تصوف کہلایا اور اس راستے پر چلنے والوں کو صوفی کہا گیا۔ تصوف اسلام میں اس لیے مقبول ہو گیا کہ یہ مذہبی زندگی کا فطری تقا ضا تھا۔ رسول کریم ﷺ اور صحابہ کے زمانے میں اگرچہ اس کا نام نہیں تھا۔ مگر اس کی روح ضرور موجود تھی اللہ سے محبت ہی کو سب سے مقدم سمجھا جاتا تھا۔ اسلامی تصوف نے مختلف ادوار سے گزر کر موجودہ صورت اختیار کی۔

پہلا دور:

رسول کریم ﷺ اور صحابہ کرام کا ہے۔ اس دور میں صحابی ہونا ہی بڑی عظمت کی دلیل تھی۔ آپ ﷺ کی مجلس میں جو شخص ایمان کے ساتھ حاضر ہوتا اسے احسان حاصل ہو جاتا تھا۔ احسان حاصل تصوف ہے۔ اور اس سے مراد شریعت کے تمام احکام کی پابندی خالصتاً اللہ کے لیے کرنا ہے۔ آنحضرت ﷺ کا روحانی تصوف اتنا قوی تھا کہ جو حاضر ہوتا اس کو حق تعالی کی طرف توجہ ہو جاتی چنانچہ اس دور کے لوگوں میں زہد کا عنصر غالب تھا۔ حضور ﷺ کے زمانہ ظاہری میں اصحابِ صفہ کا گروہ تھا جو دنیاوی زندگی سے کٹ کر گوشہ نشینی اختیار کیے ہوئے تھا عبادت اور حصول علم میں مگن رہتا تھا۔

دوسرا دور:

خلافت راشدہ کے بعد تصوف کا دوسرا دور شروع ہوتا ہے۔ یہ بنوامیہ کا دور کہلاتا ہے۔ اس دور میں جو سیاسی نظام قائم ہوا۔ وہ اس نظام سے بالکل مختلف تھا۔ جو خلفاء راشدین کے عہد میں قائم ہوا تھا۔ چنانچہ مذہب اور سیاست دو حصوں میں بٹ گئے۔ کشف المحجوب میں سید علی الھجویری رحمۃ اللہ علیہ اس صورت حال کو بیان کرتے ہے۔ ایک علم کے مدعی سے کہا تو نے نیلگوں لباس کیوں پہنا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ پیغمبر ﷺ سے تین چیزیں باقی رہیں۔ ایک فقیری دوسرا علم اور تیسرا تلوار، تلوار بادشاہوں نے پالی مگر انہوں نے اسے موقعہ پر استعمال نہ کیا۔ علماء نے علم اختیار کیا مگر صرف سیکھنا ہی پسند کیا۔ اور فقیری فقیروں کے گرو نے پسند کی۔ مگر اس کو امیری کا آلہ بنایا۔ میں نے ان تینوں کی مصیبت پر نیلگوں لباس پہنا ہے۔ ایسی صورت میں اہل ایمان حضرات نے محسوس کیا کہ اب حکومت کی ملازمت دین کی خدمت میں شامل نہیں رہی۔ چنانچہ انہوں نے حکومت سے تعلق ختم کر لیا۔ پہلی صدی ہجری میں مسلمانوں کا سیاسی نظام بہترین لو

گوں کی خدمات سے محروم ہوگیا۔ اس دور میں کچھ ایسے ناخوشگوار واقعات پیش آئے۔ جن میں واقعہ کربلا، محاصرہ مکہ وغیر شامل ہیں۔ حجاج بن یوسف کے مظالم دیکھ کر حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کو اتنا شدید رنج ہوا کہ آپ گیارہ سال تک گوشہ نشین رہے۔ اور جب اس کی موت کی خبر سنی تو سجدہ میں گر کر کہا اے اللہ میں تجھ سے ڈرتا ہوں۔ اور اس سے ڈرتا ہو جو تجھ سے نہیں ڈرتا۔ اس دور کے اہم صوفیاء حضرت اویس قرنی، حضرت حسن بصری، حضرت مالک بن دینار، خواجہ فضیل بن عیاض، حضرت ابراہیم ادہم وغیرہ، اس دور کے صوفیاء میں خشیت الٰہی کا جذبہ تھا۔ وہ انفرادی عبادت اور ریاضت کو ترجیح دیتے تھے۔ انہوں نے کوئی نئی اصطلاح ایجاد نہیں کی تھی۔ بادشاہوں سے ملنے سے احتراز کرتے تھے۔ اور اگر ملنا پڑ جاتا تو نہایت جرأت سے ان پر تنقید کرتے تھے۔

تصوف کا تیسرا دور:

بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ کیونکہ اس دور میں یونانی فلسفہ اور علوم مسلمانوں میں کثرت سے رائج ہوئے۔ اور ان کے عقائد کی بنیادیں کمزور ہوتی گئی۔ فتح مصر کے بعد فلسفہ کا رجحان جڑ پکڑ گیا یونانی علوم کا مرکز اسکندریہ تھا۔ بنوامیہ کے دور میں صرف طب اور کیمسٹری کی طرف توجہ تھی۔ لیکن بنوعباس کے عہد میں دیگر یونانی علوم بھی رائج ہوتے گئے۔ ہارون الرشید نے ایک بیت الحکمت قائم کیا۔ جس میں دیگر زبانوں کی کتابوں کے تراجم عربی زبان میں کیے جاتے تھے۔ فلسفہ کو فروغ مامون الرشید کے زمانے میں ملا اس نے قیصر روم کو خط لکھ کر ارسطو کی کتب بغداد منگوائیں اس طرح یونانی فلسفہ زور پکڑتا چلا گیا جس کے اثرات اس کی اپنی شخصیت پر بھی مرتب ہوئے۔ چنانچہ وہ مذہب سے پھر گیا اور قرآن کے قدیم ہونے کے بارے میں شک وشبہات کا شکار ہو گیا اس دور میں ہر چیز حتیٰ کہ ذات وصفاتِ خداوندی، جنت ودوزخ اور معجزاتِ معراج وغیرہ کو

بھی عقل کی کسوٹی پر پرکھنے لگے۔ جس کا انجام قرآن کے اصل مفاہیم کی تفہیم کی دوری میں ظاہر ہوا۔ اس دور میں صوفیاء کا جو طبقہ سامنے آیا۔انہوں نے عقل کے مقابلے میں عشق میں زور دیا۔اس دور کے اہم صوفیاء حضرتِ بایزید بسطامی، ذوالنون مصری، جنید بغدادی وغیرہ ہیں۔ان بزرگوں نے مسلمانوں کے دلوں کو بیدار کیا۔اور عقلیت کا جو زنگ لگ گیا تھا اسے خدا اور رسول کے عشق سے دھو دیا حضرت سری سقطی نے وحدۃ الوجود کی بات کی۔اور حضرت ذوالنون مصری نے اپنی تصانیف میں حال و مقالِ پر بحث کی۔ان سب کوششوں نے مسلمانوں کی سوچ کے زاویہ کو بدلنے میں مدد دی۔

چوتھا دور:

اس دور میں اسلامی سلطنت بہت وسعت اختیار کر چکی تھی۔اس دور میں بہت سے ایسے مسائل پیدا ہوئے۔ جن کے بارے میں قرآن پاک اور احادیث میں واضح حکم موجود نہ تھا۔ایسے تمام مسائل کے حل کے لیے علم اصولِ فقہ ایجاد ہوا۔اس علم کے ماہرین میں امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل اہم ہیں۔ان تمام آئمہ کرام نے قرآن وحدیث کی روشنی میں مسائل پر استدلال کیا۔ان بزگوں کے وصال کو ابھی ایک صدی نہ گزری کہ علماء نے اجتہاد کے دروازے بند کر دیے۔اور ان ائمہ دین کی آرا کو ہر زمانے اور ہر حال کے لیے قطعی مان لیا۔زمانے کے بدلتے ہوئے حالات کا تقاضا تھا کہ نئے اجتہادات کیے جائیں اور مسلمانوں کے مسائل کا حل قرآن وحدیث سے ڈھونڈا جائے۔اور شرعی حدود کے اندر رہ کر جو آسانی حاصل ہو سکتی ہے، اسے استعمال کیا جائے۔دوسرا اہم مسئلہ جو اس دور میں پیدا ہوا۔وہ فقہی مسائل میں حیلہ بازی تھی۔کتب فقہ میں ایک مستقل باب ''باب الحیل'' کا اضافہ کر دیا گیا۔ اس صورت حال پر شیخ ایوب سختیانی نے کہا تھا۔

گ خدا کو اسی طرح دھوکہ دینا چاہتے ہیں جیسے بچوں کو بہلاتے ہیں"

ان گمراہیوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ دین کا اصل مقصد یعنی تزکیہ نفس اور اصلاح باطن کا خاتمہ ہو گیا او لوگ اسلام کی حقیقی روح سے دور ہوتے چلے گئے۔ اس دور میں صوفیاء نے باطن کی اصلاح اور اخلاق کی درستگی پر زیادہ زور دیا۔ اور لوگوں کو فقہی مسائل کی پیچیدگیوں سے نکالنے کی زبان اور قلم کے ذریعے بھرپور کوشش کی اور عملی تصوف پر زیادہ زور دیا۔ اس کے متعلق مولانا شبلی نے لکھا ہے کہ شریعت اور علم و اخلاق میں جن احکام کی تعلیم دی جاتی ہے۔ مثلاً صبر رضا توکل استغنا، قناعت وغیرہ وغیرہ ان پر انسان عمل کرتا ہے۔ تو اس بنا پر کرتا ہے۔ کہ شریعت نے اس کی تعلیم دی ہے۔ اور شریعت سے سرتابی عذابِ قیامت کی مستوجب ہے۔ لیکن تصوف میں ایک حالت طاری ہو جاتی ہے۔ جس سے خود بخود اخلاق پیدا ہوتے ہیں۔ صوفی دل پر جبر کر کے صبر اختیار نہیں کرتا بلکہ طبعاً اس سے صبر سرزد ہوتا ہے۔ وہ نماز اس لیے نہیں پڑھتا کہ نہ پڑھوں گا تو دوزخ میں جانا پڑے گا بلکہ اس لیے پڑھتا ہے کہ نہ پڑھنا اس کے اختیار میں نہیں۔ یہ تصوف کا عملی حصہ ہے۔
اس دور کے صوفیاء نے بھی اس عملی حصے پر زور دیا۔ ان صوفیاء میں شیخ ابوسعید ابن العربی شیخ ابومحمد الخلدی شیخ ابونصر سراج، شیخ ابوطالب مکی اور شیخ ابوبکر وغیرہ اہم ہیں۔

پانچواں دور:

اس دور میں صوفیاء کرام نے تصنیف و تالیف کی طرف بہت توجہ دی اور تصوف اور صوفیائے کرام پر عائد کردہ الزامات کی تردید کے لیے بہت کچھ لکھا۔ انہوں نے لوگوں میں یہ شعور

بیدار کرنے کی کوشش کی کہ تصوف شریعت سے الگ کوئی چیز نہیں۔اس جدو جہد کا بڑا فائدہ ہوا۔ ایک طرف معترضین میں کمی واقع ہوئی اور دوسری طرف تصوف کو ترقی اور مقبولیت حاصل ہوئی اس دور کی بڑی شخصیات میں شیخ علی الہجویری، شیخ ابوالقاسم قشیری، شیخ ابوسعید ابوالخیر اور شیخ عبداللہ انصاری وغیرہم علیہم الرحمہ شامل ہیں۔

چھٹادور:

بارہوی صدی عیسوی کو تصوف کا چھٹا دور کہا جا سکتا ہے۔ اگر چہ یہ صدی اسلامی مما لک کے زوال کی ہے۔ خلافت بغداد اختتامی مراحل میں داخل ہو چکی تھی۔ اندلس میں طوائف الملو کی پھیل گئی تھی۔ امراء علماء اور سلاطین اخلاقی انحطاط کا شکار تھے۔ لیکن تصوف کے حوالے سے یہ عہد بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ کیونکہ اس صدی میں بعض روحانی سلاسل کی بنیاد بھی رکھ دی گئی تھی۔ اس دور کی اکابر شخصیات میں حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی امام غزالی، شیخ شہاب الدین سہروردی اور شیخ اکبر وغیرہ اہم ہیں۔ صوفیانہ شاعری نے بھی تصوف کو فروغ دینے میں اہم کردار ادا کیا۔ ابوسعید ابوالخیر، حکیم سنائی، اور خواجہ فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ کے کلام نے نہ صر ف محبت الٰہی کے پیغام کو عام کیا بلکہ تصوف کی مقبولیت میں بھی اضافے کا باعث بنی۔

ساتواں دور:

تصوف کے سلاسل کا آغاز ہوا۔ اوران کی تشکیل نے تصوف کو فروغ دیا۔ یہ سلاسل تصو ف کے ارتقاء و ترقی کا آخری زینہ تھے۔ کیونکہ آنے والی صدیوں میں اگر چہ تصوف کی تحریک کئی بار عروج وزوال کا شکار ہوئی مگر اس کے بنیادی ڈھانچہ میں کوئی نمایاں تبدیلی واقع نہ ہوسکی۔ اکابر صو فیا کے افکار و نظریات خواہ وہ نثر کی صورت میں تھے، خواہ شاعری کی شکل میں تصوف کا سارا دارو

مدار انہیں پر رہا اور یہ اتنے جامعہ اور مکمل تھے کہ ان سے باہر آنے کی کسی کو بھی ضرورت محسوس نہ ہوئی۔ سلاسل تصوف کی مقبولیت کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ اس وقت مسلمان سیاسی سماجی اور اخلاقی پستیوں کی انتہاہ پر پہنچ چکے تھے۔ لوٹ مار، غارت گری کا دور دورا تھا اس پر حملۂ تاتار نے ان کی بربادی پر آخری ضرب لگائی تھی۔ بغداد جو کبھی مختلف تندہوں کا مرکز تھا۔ کھنڈرات میں تبدیل ہو گیا تھا۔ ان حالات میں دل خود بخود تصوف کی طرف مائل ہونے لگے۔ اور لوگ ذہنی انتشار سے بچنے کے لیے سکون دل کے حصول کے لیے خانقاہی نظام سے وابستہ ہونے لگے۔ اور اس بات میں کوئی شک نہیں کہ ان افسردہ دل اور خوابیدہ روح لوگوں کی زندگی کی نئی نوید انہی سلاسل کے مشائخ کی وجہ سے حاصل ہوئی خدا پر توکل اور بھروسہ اور اخلاقی مضبوطی اور اجتماعی زندگی کو خوبصورتی کی طرف انہی بزرگوں نے توجہ دلائی۔

ان سلاسل میں سلسلہ قادریہ، سلسلہ نقشبندیہ (خواجگان) سلسلہ چشتیہ اور سلسلہ سہروردیہ کو زیادہ شہرت حاصل ہوئی سلسلہ قادریہ کے بانی حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ تھے۔ آپ نے لوگوں کی اصلاح و تربیت کا بہترین انتظام فرمایا اپنے خلفاء کو دور دراز ممالک میں تبلیغ کے لیے لے بھیجا۔ جنہوں نے وہاں اس سلسلہ کی شاخیں قائم کیں اور اصلاح باطن کا کام سنبھالا۔ سلسلہ چشتیہ کی بنیاد شیخ ابواسحاق شافی نے رکھی لیکن اسے مقبولِ عام کرنے کی خدمت خواجہ معین الدین چشتی رضی اللہ عنہ نے انجام دی جو عطائے رسول فی الہند تھے۔ انہوں نے اس سلسلہ کو خوب ترقی دی۔ اپنی تبلیغ اور اخلاق سے اس سلسلہ کو خوب بڑھایا۔ جنہوں نے ہندوؤں میں رہتے ہوئے فکر انقلاب کی بنیاد رکھی۔

سلسلہ سہروردیہ شیخ شہاب الدین سہروردی کی وجہ سے مشہور ہوا۔ آپ نے اس کی ترویج و اشاعت کے لیے بہت محنت کی۔ سہروردی سلسلہ عشق و عقل دین و دنیا اور شریعت و

طریقت کا بہترین امتزاج ہے۔ اسی اعتدال و توزن کی وجہ سے یہ سلسلہ بہت سے اہل ظاہر کے لیے قابل قبول رہا ہے۔

سلسلہ نقشبندیہ کو مقبول عام بنانے کا شرف حضرت خواجہ بہاوالدین نقشبند رضی اللہ عنہ کو ملا یہ سب سے پرانا سلسلہ ہے۔ پیش نظر کتاب ''تذکرہ مشائخ سیفیہ'' کیونکہ سلسلہ نقشبندیہ، مجددیہ، سیفیہ کے بزرگوں کے احوال واقوال پر مشتمل ہے۔ اس لیے یہاں سلسلہ نقشبندیہ کے ارتقاء کا مختصر جائزہ لیا جاتا ہے کہ مختلف ادوار میں اس سلسلہ کو کن ناموں سے جانا اور پہچانا جاتا تھا۔

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اس سلسلہ کے بانی ہیں۔ اس لیے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے لے کر حضرت شیخ طیفور ابن عیسی ابویزید بسطامی تک اس طریقہ (نقشبندیہ) کو صدیقیہ کہا جاتا تھا۔ شیخ طیفور سے لے کر خواجہ خواجگان شیخ عبدالخالق غجدوانی تک طیفوریہ کہا جاتا تھا۔ اور حضرت عبدالخالق غجدوانی سے لے کر امام طریقت شیخ بہاؤالدین محمد اویسی بخاری تک سلسلۂ خواجگان کہا جاتا تھا اور آپ سے لے کر غوث الاعظم خواجہ عبیداللہ احرار تک نقشبندیہ کہلایا۔

نقشبندیہ کا مفہوم:

نقشبندیہ منسوب ہے نقش بند کی طرف نقشبند کا معنی نقش کا دل پر ثبت ہونا۔ دل پر نقش کے ثبت ہونے سے مراد کمال حقیقی کی صورت کا مرید کے دل پر ثابت ہونا ہے۔ ان حضرات (نقشبندی) کا ذکر شروع سے لے کر حضرت شیخ بہاؤالدین کے زمانے تک انفرادی طور پر خفیہ اور محفلوں جماعتوں میں جہراً ہوتا تھا۔ تو شیخ بہاؤالدین نے حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی کے حکم سے دونوں حالتوں میں خفیہ طور پر ذکر کرنے کا حکم فرمایا۔ اس کے بعد اجتماع و محافل میں بھی خفیہ ذکر ہونے لگا۔ خفی ذکر مرید کے دل میں انتہائی تاثیر کرتا ہے۔ گویا اس تاثیر کو نقش کہا گیا ہے۔ اور

ذکر خفی کو بند کہا گیا ہے۔ مرادربط نقش ہے۔ نقش سے مراد ذکر کی مہر اور ربط سے مراد اس مہر کا ہمیشہ کے لیے ثابت رہنا اور کبھی بھی نہ مٹنا۔

میرے نوجوان فاضل دوست محمد عرفان طریقتی القادری نے ''تذکرۂ مشائخ سیفیہ'' جو کہ سلسلہ عالیہ مجددیہ سیفیہ کے تمام بزرگوں کے حالات پر مشتمل ہے، تالیف کی ہے۔ اس میں ثابت کیا گیا ہے کہ ہمارے اسلاف ظاہری اور باطنی علوم میں مکمل دسترس رکھتے تھے۔ اور یہ کتاب اپنے مشائخ طریقت کے بارے میں جاننے کا بہترین ذریعہ ہے۔ دعا ہے اللہ تعالی مصنف کو اجر عظیم عطا فرمائے۔

صاحبزادہ توصیف النبی آستانہ عالیہ احمد پور شریف 3-9-2010 (23 رمضان)

بحمدہٖ والصلوٰۃ علیہ

تذکرہ

مشائخ سیفیہ

(نقشبندیہ)

تصنیف و تالیف

ابوالوفا محمد عرفان طریقتی القادری

حضرت سید البشر نبی اسود واحمر احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ

ولادت باسعادت:

آپ ﷺ کی ولادت باسعادت واقعہ فیل کے 55 دن بعد، 12 ربیع الاول، 22 اپریل 571ء یکم جیٹھ 628ب پیر کی شب (ا) بوقت صبح صادق 4:23 پر ہوئی۔ بوقت ولادت، دن رات کے چوبیس گھنٹوں میں سے 14 گھنٹے گزر چکے تھے۔ آسمان کے برج حمل نامی سے سورج 33 منٹ 22 سیکنڈ آگے گزر چکا تھا۔ آج کل کے نظام الاوقات کے اعتبار سے پاکستانی وقت کے مطابق 9 بج کر 57 منٹ پر حضور نبی کریم ﷺ دنیا میں جلوہ گر ہوئے۔

صحیح روایت کے مطابق آپ کے والد (حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ) آپ ﷺ کی ولادت باسعادت سے قبل وفات پا چکے تھے۔ اور جب آپ ﷺ کی عمر مبارک 6 برس ہوئی تو آپ کی والدہ محترمہ حضرت آمنہ بنت وہب رضی اللہ عنہا کی رحلت ہوئی۔

12 بارہ سال کی عمر میں آپ ﷺ نے اپنے چچا حضرت ابو طالب کے ساتھ ملک شام کی طرف سفر کیا، پھر 25 سال کی عمر میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا مال لے کر تجارت کی غرض سے دوبارہ ملک شام تشریف لے گئے۔ اس سفر سے واپسی کے بعد آپ ﷺ نے سیدہ

(ا)......عمدۃ المقامات صفحہ 11 پر لکھا ہے کہ حضور ﷺ کی ولادت "پیر کے دن" ہوئی جبکہ مولدِ ابن حجر جو کہ "نعمۃ الکبریٰ علی العالم فی مولد سید ولد آدم ﷺ" کے نام سے موسوم ہے، اسکے ص 20 پر لکھا ہے کہ ولادت

مبارک ''پیر کی شب'' ہوئی۔ اور بعض کتب میں مطلق بارہ 12 ربیع الاول کا ذکر آیا ہے۔

خدیجہ رضی اللہ عنہا (۲) سے عقد نکاح فرمایا۔

جب آپ ﷺ کی عمر مبارک 40 چالیس ہوئی تو 17 رمضان المبارک بروز پیر بوقت چاشت غار حرا (جو کہ مکہ معظمہ کے مضافات میں واقع ہے) میں حضرت جبریل علیہ السلام ''سورۃ اقراء'' کی ابتدائی آیات لے کر حاضر خدمت ہوئے اور آپ ﷺ دعوتِ خلق اللہ کے لئے مبعوث ہوئے۔

تین سال تک آپ ﷺ نے خفیہ طور پر تبلیغ جاری رکھی، چوتھے سال وہ آشکار ہوئی اور پانچویں برس کچھ مسلمانوں نے کفارِ قریش کی ایذاء رسانی کی وجہ سے آپ ﷺ سے اجازت لے کر حبشہ کی جانب ہجرت کی۔ ساتویں سال تمام قریش نے باہم معاہدہ کیا کہ وہ بنو ہاشم (نبی محترم ﷺ کے خاندان) کے ساتھ نکاح اور دیگر معاملات نہیں کریں گے۔ اعلانِ نبوت کے بارھویں سال واقعۂ معراج رونما ہوا۔

نبوت کے تیرھویں سال مدینہ منوہ (جسے ان دنوں یثرب کہتے تھے (۳)) کے سترہ 17 مردوں اور عورتوں نے اسلام قبول کیا اور پھر اسی سال ہجرتِ مدینہ وقوع پذیر ہوئی۔

---

(۲)......ام المؤمنین خدیجہ بنت خویلد بن اسد القرشیہ رضی اللہ عنہا، جو کہ پہلے ''ابو ہالہ بن زرارہ'' کی زوجیت میں تھیں، پھر عتیق بن عائذ کے نکاح میں آئیں اور پھر اس کے بعد ''آنحضرت ﷺ'' سے نکاح کیا۔ تب سیدہ کی عمر تقریباً 40 سال تھی اور پیارے محبوب ﷺ کی عمر شریف 25 سال تھی۔ آپ ﷺ نے اس سے پہلے کسی سے عقد نہیں فرمایا تھا اور نہ ہی آپ رضی اللہ عنہا کی زندگی میں دوسری شادی فرمائی۔ سیدہ سب سے پہلے مسلمان ہوئیں۔ آپ سے پہلے کوئی مسلمان نہ ہوا تھا۔ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے علاوہ نبی مکرم ﷺ کی تمام اولاد سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ہی تھی۔ آپ نے ہجرت سے قبل 65 سال کی عمر میں وفات پائی، اور نواحی مکہ میں واقع موضع ''حجون'' میں آسودۂ خاک ہیں۔ رضی اللہ عنہا

(۳)...... یثرب اسلام سے قبل مدینہ منورہ کا نام تھا۔اس کے مزید ناموں میں طابہ وطیبہ وغیرہ بھی ہیں...... <

ہجرت کا پہلا سال:

ہجرت کے پہلے سال ''مسجد قباء'' کی تاسیس، تعمیر مسجد نبوی، اور مہاجرین وانصار کے مابین عقد مواخات (بھائی چارہ) قائم فرمانے کے بعد مشیت خداوندی کفار سے مڈبھیڑ کیلئے آمادہ ہوئی۔اور صفر کی دو تاریخ کو جبکہ ہجرت کے گیارہ ماہ گزر چکے تھے ''غزوۂ ابواء'' (۴) پیش آیا، اور ساٹھ 60 صحابہ کرام علیہم الرضوان کفارِ قریش سے قتال کیلئے تشریف لے گئے، مگر قتال کئے بغیر ہی واپس تشریف لے آئے۔اسی سال ''سریۂ حمزہ (۵) بن عبدالمطلب عبیدہ بن حارث بن عبدالمطلب'' پیش آیا۔حضرت عبداللہ بن سلام (۶) اور سلیمان فارسی رضی اللہ عنہما کے قبول اسلام کا واقعہ بھی اس سال سے تعلق رکھتا ہے۔

مدینہ کا قبل از اسلام نام یثرب قرآن پاک میں بھی حکایت ہوا ہے (یا اھل یثرب لا مقام لکم)۔چنانچہ بخاری شریف، ص: 252، باب فضل المدینہ، حاشیہ: 5 پر مذکور ہے اور ایسا ہی مشکوٰۃ شریف، ص:239، حاشیہ:10، تفسیر جلالین، ص:352، حاشیہ:21، تحت آیۃ یا اھل یثرب لا مقام لکم) ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔(باقی اگلے صفحے پر) حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ شرح سفر سعادت، ص:422 پر یوں تحریر فرماتے ہیں کہ...... یثرب، زمانۂ جاہلیت میں مدینہ کا نام تھا۔مدینہ شریف کے مزید نام ''طابہ وطیبہ'' وغیرہ ہیں۔یثرب کہنے سے منع کر دیا گیا ہے۔امام مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جو مدینہ کو ''یثرب'' کہے اسے تعزیراً سزا دینی چاہئے اور ادب یہ ہے کہ وہ اس کی تلافی کیلئے دس بار ''طابہ'' کہے۔اسے یثرب کہنے کی ممانعت اس لئے ہے کہ یثرب بمعنیٰ ہلاکت استعمال ہوتا ہے یا یہ کسی کافر کا نام تھا جس کے نام پر اس شہر کا نام رکھا گیا۔یہ بات '' جذب القلوب الیٰ دیار المحبوب'' میں مدینہ کے احوال میں تفصیلاً موجود ہے۔(شرح سفر سعادت)

(۴)...... ''ابواء'' ایک جگہ کا نام ہے جو مدینہ طیبہ سے تین دن کی مسافت پر واقع ہے۔

(۵)...... ابوعمارہ حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ: آنحضرت ﷺ کے چچا اور رضاعی بھائی ہیں کیونکہ آپ دونوں

نے ابولہب کی لونڈی ''ثویبہ یا ثوبیہ'' دودھ نوش کیا تھا۔ بعض نے حضرت حمزہ کو آنحضرت ﷺ سے ......>

اسی سال حضرت فاطمہ (۷) مع دیگر بنات طیبات اور حضرت عائشہ (۸)، حضرت سودہ (۹) (رضی اللہ عنہن) عیال ابی بکر کیساتھ مکہ سے مدینہ تشریف لائیں۔

ہجرت سے قبل دو رکعتیں نماز فرض تھی، ہجرت کے ایک ماہ بعد حضر میں چار رکعت فرض ہوگئی (اور سفر میں دو ہی رہیں) اور پھر یہی طریقہ جاری ہوا۔

دوسرا سال:

ہجرت کے دوسرے سال پھر دوسو 200 افراد ماہِ ربیع الاول میں غزوۂ ابواء کیلئے اور جمادی الاولیٰ میں غزوۂ حشرہ (ایک جگہ کا نام ہے) کیلئے روانہ ہوئے۔ ان دونوں غزوات سے لڑائی کے بغیر واپسی ہوئی۔ اس سال غزوۂ بدر اولیٰ میں ستر 70 مہاجرین ''کرز بن جابر'' کو تلاش کرنے گئے جو کہ مدینہ کے مویشیوں کو لے بھاگا تھا، لیکن اسے نہ پا سکے اور واپس آگئے۔

اسی سال ماہِ صفر یا رجب میں حضرت سیدہ فاطمہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کا نکاح ہوا۔ اس وقت حضرت فاطمہ کی عمر 16 سال اور سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کی 25 سال تھی۔

چار سال بڑا کہا ہے اور بعض نے دو سال۔ اس قول کو ابن عبدالبر نے اس جہت سے رد کیا ہے کہ وہ آنحضرت ﷺ کے رضیع ہیں اور یہ احتمال تب ہے جب آپ نے دو سال اس کنیز کا دودھ پیا ہو۔ آپ کی شہادت وحشی بن حرب کے ہاتھوں ہوئی۔ اس وقت حضرت وحشی نے اسلام قبول نہیں کیا تھا۔

(۶)...... ابو یوسف عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اسرائیلی: حضرت یوسف علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔ جلیل القدر صحابی تھے 43 ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا ذکر آگے کتاب میں آرہا ہے۔

(۷) آپ کو سیدہ فاطمۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا بھی کہتے ہیں۔ آپ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن اطہر سے آنحضرت ﷺ کی بنت طیبہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زوجہ اور حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کی والدہ محترمہ ہیں۔ آپ

نے نبی پاک ﷺ کی وفات کے 6 ماہ بعد بقول بعض 3 ماہ بعد 28 سال کی عمر میں وفات پائی۔......>

اسی سال بیت المقدس سے کعبہ معظمہ کی طرف تحویل قبلہ کا حکم نازل ہوا۔ شعبان کے بعد روزے کی فرضیت کا حکم اور صدقۂ فطر کے وجوب کا حکم بھی اسی سال ہوا، اور عید الفطر مدینہ کی مسجد میں ادا کی گئی۔ اس سال ماہِ رمضان المبارک کی سترہ 17 تاریخ کو غزوۂ بدر کبریٰ وقوع پذیر ہوئی، جس کے سبب کفر سرنگوں ہوا اور اسلام کو ترقی و عزت ملی۔ ابو جہل اور دیگر سرداران قریش واصل جہنم ہوئے اور کافروں کے ستر افراد قتل اور 70 ہی قیدی بنے۔ مسلمانوں میں سے 7 انصار اور 5 مہاجر درجۂ شہادت کو پہنچے۔ ذوالفقار (۱۰) اسی غزوہ کے مال غنیمت میں سے تھی۔ غزوۂ بنی سلیم و بنی قعقاع بھی اسی سال ہوئیں۔ اسی سال عید الاضحیٰ ادا کی گئی اور نبی مکرم ﷺ نے اپنے دست اقدس سے دو دنبے ذبح فرمائے۔

تیسرا سال:

ہجرت کے تیسرے سال کے اہم واقعات حسب ذیل ہیں۔

غزوات میں سے "غزوۂ سویق، غزوۂ نجد، سریۂ زید بن حارث (۱۱)، سریہ محمد بن مسلمہ (۱۲)"

---

(۸)......عائشہ بنت صدیق اکبر رضی اللہ عنہما، آپ آنحضرت ﷺ کی ازواج اور ام المؤمنین میں سے ہیں، دو ہزار دو سو دس 2210 احادیث آپ سے روایت ہیں۔ آپ نے 57ھ اور بقول بعض 58ھ ہجری 17 رمضان المبارک منگل کی شب وفات پائی۔ آپ کا جنازہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے پڑھایا۔

(۹)......سودہ بنت زمعہ، امہات المؤمنین میں سے ہیں۔ ماہِ شوال 54ھ میں فوت ہوئیں۔

(۱۰)......ذُوالفقار، کو ذَوالفقار، (بفتحہِ ذاء) اور ذِوالفقار (بکسرِ ذاء) پڑھنا غلط ہے۔

(۱۱)......زید بن الحارث، ان کو زید بن الحارثہ بھی کہتے ہیں۔ جلیل القدر صحابی ہیں، غزوۂ موتہ میں امیر الجیش تھے۔ جمادی الاولیٰ 8ھ میں 55 سال کی عمر میں شہید ہوئے۔

(۱۲)......محمد بن مسلمہ انصاری حارثی، کبار صحابہ میں شمار ہوتے ہیں۔ تبوک کے علاوہ تمام غزوات میں شریک

ہوئے۔ مدینہ منورہ میں حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔

اسی سال ہوئے۔ نیز غزوہ احد بھی اسی سال ماہِ شوال میں ہوئی جس میں نبی ﷺ کا دندان اور ہونٹ مبارک مجروح ہوئے۔ اور حضرت حمزہ نے مع دیگر 70 اصحاب، مہاجرین وانصار کے جام شہادت نوش کیا۔

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے ہوا۔

نبی اکرم ﷺ نے سیدہ حفصہ (۱۳) بنت عمر رضی اللہ عنہما سے نکاح فرمایا۔ اسی سال حضرت امام حسن (۱۴) کی ولادت ہوئی۔

چوتھا سال:

اس سال "غزوہ بیر معونہ (۱۵)" پیش آیا جس میں ستر 70 انصار صحابہ شہید ہوئے جنہیں "قراء" کہا جاتا تھا۔ اور نبی ﷺ چالیس دنوں تک نماز فجر میں ان کے قاتلین کیلئے "قنوت" پڑھتے رہے۔

سریہ رجیع (رجیع ایک جگہ کا نام ہے) بھی اسی سال وقوع پذیر ہوا۔ ربیع الاول میں "غزوہ بنی نضیر" پیش آیا۔ (بنی نضیر یہودیوں کا ایک قبیلہ ہے) ذی قعدہ میں "غزوہ بدر صغریٰ" ہوئی۔

شراب کی حرمت کا حکم بھی اسی سال نازل ہوا۔ ام المؤمنین سیدہ زینب بنت خزیمہ اور سیدہ فاطمہ بنت اسد (حضرت علی کی والدہ) کا انتقال بھی اسی سال ہوا۔

---

(۱۳)..... حضرت حفصہ بنت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما : ان سے 60 حدیثیں مروی ہیں۔ ساٹھ سال کی عمر میں 45ھ میں وفات پائی۔

(۱۴)..... آپ کی کنیت ابو محمد، صحیح قول کے مطابق آپ کی ولادت 3ھ میں ہوئی۔ آپ سے 13 حدیثیں مروی ہیں۔

(۱۵)......واقعۂ بیر معونہ یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ستر اصحاب جنہیں ''قرآء'' کہا جاتا تھا، ایک سریہ میں

پانچواں سال:

اس سال درج ذیل واقعات ہوئے......

(1)...... ماہِ محرم میں غزوۂ ذات الرقاع ہوئی

(2) ......صلوٰۃ الخوف کی ابتداء ہوئی۔

(3)...... ربیع الاول میں ''غزوۂ دومۃ الجندل'' (ایک جگہ کا نام ہے) وقوع پذیر ہوئی۔

(4)...... شعبان میں ''غزوۂ مریسیع'' ہوئی (مریسیع ایک کنویں کا نام ہے) اسی کو غزوۂ بنی مصطلق بھی کہتے ہیں۔ اسی غزوہ میں قیدیوں کے ساتھ ''حضرت جویریہ بنت حارث (۱۶)'' بھی قید ہو کر آئیں تھیں جنہیں حضور علیہ السلام نے آزاد کر کے نکاح فرمالیا تھا۔

(5) اسی سال آیت تیمّم نازل ہوئی۔

(6) ذیقعدہ میں غزوۂ خندق ہوئی اس کو غزوۂ احزاب بھی کہتے ہیں۔اس غزوہ میں

......> بھیجے۔ بنو سلیم کے قبائل میں سے ''رعل اور ذکوان'' وغیرہ نے ایک کنویں کے پاس انہیں گھیر لیا جسے ''معونہ'' کہتے ہیں۔ صحابہ نے کہا کہ ہمیں تم سے کوئی سروکار نہیں نہ ہم تم سے لڑنے آئے ہیں، ہم پیغمبر خدا ﷺ کے فرمودات کو پہنچانے آئے ہیں۔ لیکن ان لوگوں نے ان کی باتوں کو درخورِ اعتنا نہ جانا اور اصحاب کو قتل کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ اس سے بڑے محزون و غمزدہ ہوئے اور انکے قتل کا اس قدر اثر لیا کہ کبھی اتنا اثر کسی بات کا نہ لیا تھا۔ آپ ﷺ ایک ماہ تک نمازِ فجر میں ''رعل و ذکوان'' کیلئے قہر و ہلاکت کی دعا کرتے رہے اور قنوت پڑھتے رہے۔ علماء فرماتے ہیں کہ قنوت کی ابتدا اسی واقعہ سے ہوئی اس سے قبل قنوت نہ تھی۔

(۱۶)......جویریہ بنت حارث: رضی اللہ عنہا امہات المؤمنین میں سے ہیں، پہلے ان کا نام برہ تھا نبی ﷺ نے بدل کر جویریہ رکھا۔ ماہِ ربیع الاول 56ھ میں 65 سال کی عمر میں وفات پائی۔ ابن عباس، ابن عمر اور جابر نے ان سے حدیث روایت کی۔ آپ کا نکاح چھٹی ہجری میں ہوا۔

نبی اکرم ﷺ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو "ذوالفقار" عطا فرمائی اور "عمرو بن عبد" جو جانب مخالف سے نہایت قوی پہلوان تھا، آپ کے ہاتھوں قتل ہوا۔

(7) فرضیت حج اور صلوٰۃ خسوف کا حکم بھی اسی سال نازل ہوا۔

چھٹا سال:

اس سال کے اہم واقعات درج ذیل ہیں......

(1) ربیع الاول میں غزوہ نبی الحیان ہوا۔ اس کے علاوہ غزوہ غابہ، اور غزوہ حدیبیہ بھی اس سال کے واقعات ہیں۔

(2)...... صلوٰۃ استسقاء شروع ہوئی۔

(3)...... رسول اللہ ﷺ نے سیدہ جویریہ سے نکاح فرمایا۔

(4)...... واقعہ افک پیش آیا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی برأت میں آیات واضحات نازل ہوئیں۔

(5)...... آپ ﷺ نے مہر (Stamp) بنوائی اور بادشاہوں کی طرف خطوط بھیجے۔

(6)...... اسکندریہ کے بادشاہ مقوقس نے تحفے اور ہدیے بھیجے جن میں حضرت ماریہ قبطیہ، یعفور گدھا، اور دلدل خچر بھی شامل تھے۔

(7)...... سورج گرہن لگا اور صلوٰۃ کسوف کی ابتداء ہوئی۔

ساتواں سال:

اس سال کے اہم واقعات کی تفصیل یوں ہے......

(1) فتح خیبر مسلمانوں کا مقدر رہوئی۔ اس غزوہ میں مسلمانوں میں سے 15 افراد

شہید ہوئے، اور 93 یہودی واصل نار ہوئے۔

(2) حضرت صفیہ بنت حیی (۱۷) جو کہ حضرت ہارون علیہ السلام کی آل میں سے تھیں، حضور ﷺ کی خدمت میں پیش ہوئیں جنہیں آزاد کر کے آپ ﷺ نے ان سے نکاح فرمالیا۔

(3)...... یہودیوں نے نبی غیب داں ﷺ کے کھانے میں زہر ملایا۔

(4)...... سورج غروب ہونے کے بعد (نبی ﷺ کے معجزہ سے) دوبارہ طلوع ہوا۔

(5)...... گھریلو گدھے کے کھانے کی ممانعت ہوئی۔

(6)...... درندوں میں سے ''ذی ناب'' (چیر پھاڑ کرنے والے) جانوروں کو کھانے کی نہی وارد ہوئی۔

(7)...... تقسیم سے قبل مالِ غنیمت کی خرید و فروخت اور استبراء سے پہلے لونڈیوں سے وطی کرنے کی نہی بھی اسی سال ہوئی۔

(8)...... نکاح متعہ کی حرمت اور لیلۃ التعریس کا واقعہ بھی اسی سال کی یادگار ہیں۔

(9)...... نماز فجر کا فوت ہونا اور پھر اس کی قضا کا اذان و اقامت کے ساتھ با جماعت ادا کرنا بھی اسی سال کے واقعات میں سے ہے۔

(10)...... عمرۃ القضاء بھی اسی سال ہوا۔

(11)...... اس سال نبی ﷺ نے میمونہ بنت حارث (۱۸) سے نکاح فرمایا۔

---

(۱۷)...... صفیہ بنت حُیَی: امہات المؤمنین میں سے ہیں ۔ حضرت انس اور ابن عمر نے ان سے حدیث روایت کی ہے۔ آپ کی وفات 50ھ میں ہوئی اور بقیع میں مدفون ہوئیں۔

(۱۸)...... میمونہ بنت الحارث الہلالیہ العامریہ: پہلے ان کا نام برہ تھا۔ بعدازاں رسول اللہ ﷺ نے ...... >

آٹھواں سال:

اس سال کے واقعات حسب ذیل ہیں......

(1) ماہِ ذوالحجہ میں آپ ﷺ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم، حضرت ماریہ قبطیہ کے بطن اطہر سے تولد ہوئے۔

(2) مسجد نبوی شریف میں منبر رکھا گیا۔

(3) سریہ موتہ (۱۹) (جنگِ موتہ) بھی اس سال وقوع پذیر ہوئی جس میں حضرت زید بن حارث، حضرت جعفر طیار (۲۰)، اور حضرت عبداللہ بن رواحہ (۲۱) رضی اللہ عنہم نے یکے بعد دیگرے علم جہاد کو اٹھایا اور درجہ شہادت سے سرفراز ہوئے۔ پھر حضرت خالد بن ولید (۲۲) رضی اللہ عنہ

بدل کر میمونہ رکھ دیا۔ جماعت کثیرہ نے ان سے حدیث روایت کی ہے جس میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بھی شامل ہیں۔ (۱۹) مُوتہ، میم پر پیش، ملک شام میں ایک جگہ کا نام ہے۔

(۲۰)...... جعفر طیار، حضرت علی کے بڑے بھائی ہیں، قدیم الاسلام تھے۔ خَلق و خُلق میں نبی پاک ﷺ سے سب زیادہ مشابہت رکھتے تھے۔ ایک روز نبی مکرم ﷺ نے فرمایا "اشبھت خَلقی و خُلقی" تو خلق و خُلق میں میرے مشابہ ہے۔ یہ بات سن کر اس قدر محظوظ ہوئے کہ وجد میں آگئے اور نبی پاک ﷺ کے سامنے رقص کرنے لگے۔ علامہ جلال الدین سیوطی نے الحاوی للفتاویٰ میں اور علامہ ابن حجر نے فتاویٰ حدیثیہ میں اس رقص کو صوفیاء صافیہ کے وجد و رقص پر دلیل بنایا ہے۔

(۲۱)...... عبداللہ بن رواحہ "انصاری خزرجی" ہیں۔ جنگ موتہ میں لشکر کے امیر کی حیثیت سے بھیجے گئے جہاں آپ درجۂ شہادت پر فائز ہوئے۔

(۲۲) خالد بن ولید القرشی المخزومی، کہ زمانہ جاہلیت میں قریش کے شرفاء میں شمار ہوتے تھے اور اسلام قبول کرنے کے بعد شجاعت و بہادری میں شہرت رکھتے تھے۔ پیغمبر اسلام ﷺ نے انہیں "سیف اللہ" کا لقب عطا فرمایا تھا۔ آپ کی وفات 21ھ میں ہوئی۔ حضرت عبداللہ بن عباس انکی خالہ کے بیٹے ہیں اور ان سے روایت بھی کرتے ہیں۔

کے ہاتھوں مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی۔ اسی واقعہ کے بعد حضرت جعفر کا لقب ''طیار (پرواز کرنے والا)'' اور ''ذوالجناحین (دو پروں والا)'' پڑ گیا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ''سیف اللہ'' کا لقب پایا، اور یہ دونوں القاب ان حضرات کو نبی مکرم ﷺ کی طرف سے عطا ہوئے۔

(4) اس سال سریہ خبط ہوا جس کو غزوۂ سیف البحر بھی کہتے ہیں۔ اسی غزوہ میں عنبر نامی مچھلی دریا سے باہر آئی تھی جس کی آنکھ کا کاسہ 13 افراد کی گنجائش رکھتا تھا۔ اور تمام لشکر نے اس کا گوشت تناول کیا اور پھر بقیہ حصہ حضور انور ﷺ نے تناول فرمایا۔

(5) ......اس سال مکہ فتح ہوا اور فتحِ مکہ کے بعد حضرت ابوسفیان (۲۳)، معاویہ (۲۴) ہند (۲۵)، عکرمہ بن ابوجہل (۲۶) اور ابوقحافہ (۲۷) (والد ابوبکر صدیق) نے اسلام قبول کیا۔

(6) غزوۂ حنین بھی اس سال واقع ہوئی جس میں کثیر مالِ غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ لگا۔ پھر اسے ''مؤلفۃ القلوب'' اور دوسرے مسلمانوں میں تقسیم کر دیا گیا۔

(7) اس غزوہ کے بعد غزوہ طائف اور عمرہ جعرانہ وقوع پذیر ہوئے اور کعب بن

(۲۳) ......ابوسفیان، حضرت امیر معاویہ کے والد ہیں، مؤلفۃ القلوب میں سے تھے۔ فتح مکہ کے دن ایمان لائے۔

(۲۴) ......حضرت معاویہ، ابوسفیان کے بیٹے ہیں، ماں کا نام ہند بنت عتبہ ہے۔ حضور علیہ السلام کے کاتبین میں سے تھے۔ آخری ایام میں لقوہ ہو گیا تھا۔ رجب 60ھ میں 48 سال کی عمر میں دمشق میں وفات پائی۔

(۲۵) ......ہند بنت عتبہ، حضرت معاویہ کی والدہ ہیں، صاحب عقل اور فصیح تھیں۔ حضرت عمر کی خلافت میں حضرت ابوقحافہ کی فوتگی کے دن رحلت فرمائی۔

(۲۶) ......عکرمہ بن ابی جہل، فتح مکہ کے بعد اسلام لائے۔ واقعۂ یرموک میں 13ھ میں جہان فانی سے کوچ کیا۔

(۲۷) ......ابوقحافہ، آپ کا نام عثمان ہے۔ آپ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے والد ہیں۔

زہیر نے مشہور قصیدہ "بانت سعاد" تخلیق کیا اور نبی ﷺ کی بارگاہ میں پیش کر کے داد وصول کی۔

یہ قصیدہ اس وقت سے اب تک مشہور و معروف ہے۔

نوواں سال:

اس سال رونما ہونے والے واقعات یہ ہیں......

(1) غزوۂ تبوک، سریہ خالد بن ولید

(2) منافقین نے مسجد قبا کی جماعت میں قلت پیدا کرنے کیلئے "مسجد ضرار" تعمیر کی۔

(3) نبی مکرم ﷺ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو حج بیت اللہ کے لئے بھیجا۔

(4) حضرت نجاشی کی حبشہ میں وفات ہوئی، اور نبی ﷺ نے مدینہ منورہ میں ان کی نمازِ جنازہ ادا فرمائی (۲۸)۔

(5) حضرت ام کلثوم زوجہ حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہما کی وفات حسرت آیات ہوئی۔

دسواں سال:

اس سال کے واقعات درج ذیل ہیں......

(1)...... اس سال وفدِ بنو حنیفہ کی آمد ہوئی جس میں "مسیلمہ کذاب" تھا۔ اس نے مرتد ہو کر نبوت کا دعویٰ کر دیا اور کہا کہ محمد ﷺ نے (معاذ اللہ) مجھے اپنا شریک بنا لیا ہے۔

(2)...... اس سال نجران (یمن کے ایک علاقے کا نام) کے عیسائیوں کے ساتھ مباہلہ کا واقعہ پیش آیا۔ جس پر یہ آیت نازل ہوئی...... **قل ندعو ابنائنا و ابنائکم الخ**

---

(۲۸)...... یہ روایت شوافع کیلئے، غائبانہ نماز جنازہ پر دلیل ہے۔ احناف کہتے ہیں کہ یہ صرف رسول اللہ ﷺ کیلئے خاص ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ کے سامنے نجاشی کا جنازہ پیش کر دیا گیا تھا۔ لہذا یہ غائبانہ نہیں بلکہ حاضرانہ تھا۔

(3)......اس سال وفدِ بجیلہ کی آمد ہوئی جس میں حضرت جریر بن عبداللہ (۲۹) تھے جن کا قد 6 شرعی گز تھا اور نعل (جوتی) ایک گز کے برابر تھی۔ ان کی خوبصورتی اور کمالِ حسن کو دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں اس امت کا ''یوسف'' قرار دیا۔ حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ نے اپنی قوم کے 150 افراد کے ساتھ اسلام قبول کیا۔ ان کو نبی محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ''ذوالخاصہ'' کے بت ڈھانے کیلئے یمن بھیجا، جسے کعبہ ثانیہ کہا جاتا تھا۔

(4)......حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے لختِ جگر حضرت ابراہیم کی وفات ہوئی اور بقیع میں مدفون ہوئے۔ اس دن سورج گرہن بھی لگا۔

(5)...... اسی سال ''حجۃ الوداع'' ہوا اور یہ آیت نازل ہوئی...... **الیوم اکملت لکم دینکم** ...... حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اس راز سے واقف ہوئے اور غمگین و محزون رہنے لگے۔

(6) حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا...... ''**من کنت مولاہ فعلی مولاہ**'' جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولا ہے۔

گیارھواں سال:

اس سال اہل بقیع کیلئے اللہ کے حکم سے استغفار ہوئی۔

ماہِ صفر میں سریۂ اسامہ بن زید (۳۰) روانہ ہوا اور ان کے ساتھ لشکر عظیم بھیجا گیا۔ بدھ کے دن بخار اور دردِ سر نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود باجود میں قرار پایا۔ جمعرات کے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست اقدس سے حضرت اسامہ کو جھنڈا پکڑایا اور کبار صحابہ کرام مثلاً حضرت ابو

(۲۹) ...... جریر بن عبداللہ، آپ کی کنیت ابوعمر ہے۔ 51ھ میں قرقیسیا میں رحلت ہوئی۔

(۳۰)......اسامہ بن زید، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام تھے۔ آپ کی وفات وادی القریٰ میں 53ھ میں ہوئی۔

بکر صدیق، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت سعد بن ابی وقاص (۳۱) اور حضرت ابو عبیدہ بن الجراح (۳۲) وغیرھم رضی اللہ عنہم کو ان کے ساتھ کیا۔ جب نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس مریض ہوئی تو وہ لشکر پہلی منزل پر ٹھہر گیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف کے بعد دوبارہ روانہ ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے فتح حاصل کی۔

ہفتہ کے دن دس ربیع الاول کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر تشریف لائے۔ اتوار کو مرض نے شدت اختیار کی اور پیر کے روز آپ علیہ السلام مسجد میں تشریف لائے اور حکم کے مطابق مسلمانوں کو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نماز پڑھتے دیکھ کر خوش ہوئے اور مسرت کا اظہار فرمایا۔

وصال مبارک:

صحیح قول کے مطابق 12 ربیع الاول بروز پیر بوقت چاشت حضرت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال فرمایا۔ آپ کے اہل بیت نے آپ کو غسل دیا۔ مسلمانوں نے ایک ایک جماعت کر کے آپ کی نماز جنازہ (بصورتِ درود و سلام) پڑھی اور کوئی شخص امام نہ تھا۔ پہلے کبار صحابہ نے نماز جنازہ ادا کی، پھر فرشتوں اور پھر عام مسلمانوں نے۔ وصال کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک 63 سال تھی۔

---

(۳۱) ...... سعد بن ابی وقاص، عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ آپ کی کنیت ابو اسحاق، اور نام ابو وقاص مالک بن وہیب الزہری القرشی، ہے۔ 55ھ میں وفات پائی، جنۃ البقیع، مدینہ منورہ میں مدفون ہوئے۔ وہ جو لوگوں نے ''سچان'' کے نواح میں مشہور کر رکھا ہے اس کی کوئی اصل نہیں۔

(۳۲) ...... ابو عبید بن الجراح، عشرہ مبشرہ میں سے ہیں اور اس امت کے امین ہیں، آپ نے اور حضرت عثمان بن مظعون نے اکٹھا اسلام قبول کیا۔ آپ کی وفات کے وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''اگر ابو عبیدہ زندہ رہتے تو میں خلافت ان کے سپرد کر دیتا''۔ 18ھ میں طاعون عمواس میں فوت ہوئے۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ جنازہ پڑھایا۔ آپ کا مزار بیسان اردن کے نواح میں واقع ہے۔

حضرت سیدنا ابو بکر عبداللہ بن عثمان صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

نیچے کی طرف جھکا ہوا قد، سرخ و سفید رنگ، اور جسم اتنا دبلا پتلا کہ بدن پر تہبند بھی نہ ٹھہر سکے (بلکہ نیچے کو سرک جائے)، رخسار گوشت سے خالی، اور خشخاشی داڑھی، آنکھیں اندر کو دھنسی ہوئیں مگر نہایت روشن و چمکدار، فراخ اور بلند ہوتی پیشانی، اور ہاتھوں کی انگلیاں گوشت سے بے بہرہ، مہندی یا وسمہ سے رنگے ہوئے بال، یہ عام سا حلیہ اس عاشقِ زار کا ہے جو عالمِ رنگ و بو میں انبیاء کے بعد سب سے افضل و اعلیٰ ہیں۔ میری مراد تاجدار صداقت پروانہء شمع رسالت حضرت عبداللہ بن عثمان المعروف سیدنا ابو بکر الصدیق الاکبر رضی اللہ عنہ ہیں۔ جو مذکورہ حلیہ کے مطابق ایک سیدھے اور سادے انسان ہیں مگر مرتبہ و مقام کے لحاظ آپ کا گذر ایسی بلندیوں پر ہے کہ نظر کی قوت ختم ہو جاتی ہے مگر آپ کا پایہ نظر نہیں آتا۔

علم الانسان کے ماہرین کی تحقیق کے مطابق جو انسان نحیف و لاغر و کمزور جسم و جثہ اور چھوٹے قد و قامت کا ہو تو وہ دو اوصاف میں سے کسی ایک میں نمایاں مقام پیدا کرتا ہے۔ اگر اس کا نسب و حسب شریف ہوتا ہے تو اس کے اندر بالطبع اپنے قائد سے غایت درجہ عشق و گرویدگی، والہانہ لگاؤ، محبت اور اس کی کامل اتباع کا ولولہ پایا جاتا ہے۔ اگر رذیل اور پست اصل و نسل سے تعلق رکھتا ہے تو بالعموم حسد و رشک اور جلن و گھٹن کا مظاہرہ کرتا ہے۔

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ شریف حسب و نسب کے مالک، کریم النفس، نیک طینت اور غمگسار شخص تھے۔ اس لئے مذکورہ بالا نفسیاتی اصول کے مطابق آپ رضی اللہ عنہ میں ان

اوصاف کا پایا جانا ناگزیر تھا جن کو "قائد کا عشق ومحبت" "اس کی ذات پر پورا یقین واعتقاد" "اور اس کی اتباع کا بے لوث جذبہ وولولہ" جیسے الفاظ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔(۱)

نام ونسب:

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا نام "عبداللہ" اور والد کا نام "عثمان" ہے۔ جبکہ آپ کا سلسلہ نسب کچھ اسطرح ہے۔ عبداللہ بن عثمان بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لؤی بن غالب القرشی التیمی (۲) آپ کا سلسلہ نسب چھٹی پشت یعنی "مرہ بن کعب" تک جا کے رسول اللہ ﷺ کے سلسلہ نسب سے مل جاتا ہے۔(۳)

ولادت باسعادت:

علماء تاریخ کا اس بات میں کوئی اختلاف نہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ واقعہ فیل کے بعد عالم رنگ وبو میں جلوہ گر ہوئے۔ لیکن کتنی مدت بعد دنیا میں تشریف لائے؟ اس بات میں ہے اختلاف ہے بعض کا کہنا ہے تین سال، کچھ تاریخ نگاروں کا قول ہے دو سال چھ ماہ اور بعض نے دو سال کچھ مہینے کہا ہے۔ کتنے مہینے؟ اس کا کوئی ذکر نہیں کیا۔(۴)

آپ کی تربیت آپ کے والدین کی زیر نگرانی ہوئی جو کہ اپنی قوم کے باعزت اور صاحب شرف وکرامت لوگوں میں گنے جاتے تھے۔ ویسے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہر ایسی خوبی

---

(۱)..... مقالاتِ بہارِ اسلام ، صفحہ 122-121

(۲)..... الاصابة لابن حجر ، جلد:4 صفحہ 145-144

(۳) سیرة و حیاة الصدیق، مجدی فتحی السید، صفحہ:27

(۴)..... سیرة و حیاة الصدیق ، صفحہ:29

تاریخ الخلفاء، صفحہ:56

سے نوازا تھا جو کسی با کرامت آدمی میں ہوتی ہے لیکن آپ کو معاشرے میں جو مقام زمانہ اسلام سے قبل حاصل تھا بلا شبہ اس میں آپ کی خوبیوں کے ساتھ ساتھ آپ کے والدین کی باعزت زندگی کا بھی وافر حصہ موجود ہے۔

آپ کے والد کا نام حضرت عثمان المعروف ''ابو قحافہ'' ہے۔ آپ فتح مکہ کے موقع پر دولت اسلام سے مالا مال ہوئے اور رسول کریم ﷺ کی صحابیت کا شرف حاصل کیا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اپنے والد کو لے کر رسول اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے ابو بکر آپ نے ان کو گھر میں ہی کیوں نہ روک دیا کہ ہم خود چل کر ان کے پاس جاتے؟ عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہ زیادہ حق رکھتے ہیں کہ خود چل کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوں۔ (۵) حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے والد محترم کا اسلام قبول کر لینا اتنا خوش کن تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے بذاتِ خود جنابِ ابو بکر کو اس بات کی مبارک باد پیش فرمائی۔ (۶)

آپ کی والدہ کا نام سلمیٰ بنت صخر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم ہے۔ اور ان کی کنیت ''ام الخیر'' ہے۔ شرفِ اسلام سے مشرف ہوئیں۔

الصدّیق:

صدیق کا مطلب ہے ''بہت زیادہ سچا'' آپ رضی اللہ عنہ ہر معاملے میں بلا کوئی دلیل مانگے رسول اللہ ﷺ کی تصدیق کرتے تھے اور ظاہر ہے کہ تصدیق کیلئے سچا ہونا لازم ہے اسی وجہ سے آپ کو ''صدیق'' کے لقب سے ملقب کیا گیا۔ اور نبی کریم ﷺ نے اپنی زبان حق ترجمان سے بھی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کیلئے ''صدیق'' کا لقب ارشاد فرمایا، چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے

---

(۵)...... الاصابة، جلد: 4، صفحه: 375

(۶)...... السیرة النبویة فی ضوء المصادر الاصلیة، صفحه: 577

مروی ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ احد پہاڑ پر تشریف لے جا رہے تھے اور آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر، حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہم بھی تھے، دریں اثناء پہاڑ نے لرزنا شروع کر دیا (وجد میں آگیا) تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (اے پہاڑ!) ٹھہر جا تیرے اوپر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید قدم رنجہ فرما رہے ہیں۔(۷)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لقب ''صدیق'' کی ایک وجہ واقعہ معراج کی بلا تردد تصدیق کرنا بھی ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ کو مسجد اقصیٰ کی سیر کروائی گئی تو آپ ﷺ نے واپسی پر لوگوں کو اس واقعہ سے آگاہ فرمایا جس کی وجہ سے آپ کی تصدیق کرنے والے بہت سے لوگ اسلام سے منحرف ہو گئے اور آپ کا دامن چھوڑ دیا (کیونکہ رات کے کچھ حصے میں اتنا لمبا سفر کر کے واپس آنا عقلاً محال ہے جس کی وجہ سے بہت ساروں کو اس واقعہ کی تصدیق میں تردد ہوا) اور لوگ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس چلے آئے اور کہا: تمہارے صاحب (جناب رسول کریم رؤف و رحیم ﷺ) کہتے ہیں کہ وہ رات ہی رات میں بیت المقدس گئے اور صبح ہونے سے پہلے واپس بھی لوٹ آئے، تو جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا واقعی انہوں نے ایسا کہا ہے؟ لوگوں نے کہا ہاں! فرمایا اگر انہوں نے ایسا کہا ہے تو میں اس کی تصدیق کرتا ہوں۔ لوگوں نے کہا کیا آپ اس بات کی تصدیق کر رہے ہیں کہ وہ ایک رات میں بیت المقدس گئے اور صبح ہونے سے قبل واپس بھی آ گئے؟ فرمایا: ہاں میں تو اس سے بھی بڑی باتوں میں ان کی تصدیق کرتا ہوں، (یعنی) میں صبح و شام آسمانی خبروں میں ان کی تصدیق کرتا ہوں (اور یہ تو پھر بھی دنیا کا معاملہ ہے) اور اس وجہ سے ابوبکر کا نام ''صدیق'' پڑ گیا۔(۸)

---

(۷) ...... الصحیح للبخاری ، کتاب فضائل الصحابة ، جلد:5، صفحہ:11

(۸) ...... المستدرك للحاكم ، جلد:3، صفحہ:62-63

اس بات پر اجماع امت ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا لقب ''صدیق'' ہے کیونکہ آپ رسول اللہ ﷺ کی تصدیق کرنے میں جلدی کرتے تھے اور دلیل و حجت کا تقاضا کئے بغیر آپ علیہ السلام کی ہر معاملے اور ہر بات میں تصدیق کرتے تھے۔ نبی کریم ﷺ کا کلام اور آپ کے اقوال شکوک و شبہات سے بہت بلند ہیں اور کوئی بھی مسلمان آپ ﷺ کی بات کے جھوٹا ہونے کا سوچ بھی نہیں سکتا۔ عام طور پر لوگ کسی کی بات سن کر اس کے متعلق اپنی رائے قائم کرتے ہیں مگر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام، نبی کریم ﷺ کی ذات بابرکات کو دیکھ ان کی بات کے متعلق رائے قائم کرتے ہیں۔ یعنی بات کرنے والا جتنی شانوں اور عظمتوں والا ہے، اس کی بات پر اعتراض کرنا حماقت اور بے وقوفی ہی ہو سکتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

لو لم یکن فیہ آیات بینات

کانت بداھتہ تغنی عن الخبر

اگر رسول کریم ﷺ کی شان مرتبہ کو بیان کرنے کیلئے روشن آیتیں نہ بھی نازل ہوتیں تو آپ ﷺ کے رخِ انور کی نورانیت ہی آپ کے مقام کا تعین کرنے کے واسطے کافی تھی۔ آپ کے چہرہ انور کو دیکھ کر آپ کے اقوال و فرامین کی تصدیق آنکھیں بند کر کے کی جا سکتی ہے اور جنابِ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس راز کو پا لینے والوں میں اولیت کا درجہ رکھتے ہیں اسی وجہ سے آپ کو ''صدیق'' جیسے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

الصاحب:

آپ رضی اللہ عنہ کے القابات میں سے ''الصاحب'' بھی ہے جس کا مطلب ''دوست اور

ساتھی'' ہے۔ اللہ رب العزت نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا یہ لقب قرآن مجید میں بیان فرمایا ہے۔

''الا تنصروہ فقد نصرہ اللہ اذ اخرجہ الذین کفروا ثانی اثنین اذھما فی الغار اذ یقول لصاحبہ لا تحزن ان اللہ معنا فانزل اللہ سکینتہ علیہ وایدہ بجنود لم تروھا وجعل کلمۃ الذین کفروا السفلیٰ وکلمۃ اللہ ھی العلیا واللہ عزیز حکیم ہ'' (۹) اگر تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد نہیں کی تو بے شک اللہ ان کی مدد کر چکا ہے جب کافروں نے ان کو بے وطن کر دیا تھا۔ اس حال میں کہ وہ دو میں سے دوسرے تھے جب وہ دونوں غار میں تھے جب وہ اپنے صاحب سے فرما رہے تھے، غم نہ کرو بے شک اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔ سو اللہ نے ان پر طمانیت نازل کی اور ان کی ایسے لشکروں سے مدد فرمائی جن کو تم نے نہیں دیکھا اور کافروں کی بات کو نیچا کر دیا اور اللہ کا دین ہی بلند و بالا ہے، اور اللہ بہت غلبہ والا بڑی حکمت والا ہے۔

تمام علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ اس آیت میں ''صاحب'' سے مراد جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں۔ (۱۰)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ان سے بیان کیا: میں نے غار میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر ان (دشمنوں) میں سے کسی نے اپنے قدموں کے نشانوں کو دیکھ لیا تو وہ ہمارے قدموں کے نشان بھی ضرور دیکھ لے گا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابو بکر! تمہارا ان دو کے بارے میں کیا گمان ہے جنکا تیسرا اللہ جل شانہ ہو۔ (۱۱)

---

(۹)...... سورۃ التوبۃ، آیت: 40

(۱۰)...... تاریخ الدعوۃ فی عہد الخلفاء، صفحہ:39

(۱۱)...... صحیح بخاری، کتاب فضائل الصحابۃ، حدیث نمبر:3653

حافظ ابن حجر مذکورہ آیت کو ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

بغیر کسی اختلاف کے اس آیت میں ''صاحب'' سے مراد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی ہے، اور آپ کے نبی کریم ﷺ کے ساتھ غار میں ہونے پر بہت ساری مشہور و معروف احادیث دلالت کرتی ہیں اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ساتھ اس فضیلت میں کوئی دوسرا شریک نہیں ہے۔ (۱۲)

نبی کریم ﷺ کی ہجرت کا واقعہ بہت مشہور معروف ہے اور آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رفیق سفر تھے۔ قرآن مجید کی مذکورہ آیت میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے اور اس آیت میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ''ثانی اثنین'' یعنی دو میں سے دوسرا کہا گیا۔ یہاں ہم چند باتیں ذکر کرتے ہیں جن سے معلوم ہوگا کہ دین کے اہم مناصب میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، رسول اللہ ﷺ کے ثانی (دوسرا) تھے۔

(۱) کفار نبی کریم ﷺ کو قتل کرنے کے درپے تھے اور آپ ان سے چھپ کر غار ثور میں داخل ہوئے۔ اگر آپ ﷺ کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ایمان اور ان کی جان نثاری پر مکمل اعتماد نہ ہوتا تو ان کو ساتھ لے کر کبھی غار میں داخل نہ ہوتے۔

(۲) نبی کریم ﷺ کا ہجرت کرنا اللہ تعالیٰ کے حکم سے تھا اور نبی کریم ﷺ کے نسبی قرابت دار بھی بہت تھے، لیکن نبی کریم ﷺ نے اس سفر میں رفاقت کیلئے صرف حضرت ابوبکر کو ساتھ لیا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہجرت میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ساتھ لینا اللہ تعالیٰ کے حکم سے تھا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بڑی فضیلت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی رفاقت کیلئے اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو پسند فرمایا۔

(۱۲)......الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ، جلد :4 صفحہ:148

(۳) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر کو دو میں سے دوسرا فرمایا ہے۔ جنابِ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ دین کے اہم مناصب میں ''دوسرا'' رہے۔ مثلاً پہلے نمبر پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوتِ اسلام دی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے اور دوسرے نمبر پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دعوتِ اسلام پیش کی تو حضرت طلحہ، حضرت زبیر اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہم سمیت کئی لوگ مسلمان ہوئے۔ تو گویا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تبلیغ اسلام میں بھی ثانی (دوسرا) تھے۔

(۴) غزواتِ نبوی میں سے ہر غزوہ کے اندر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر رہے، اس طرح وہ غزوات میں بھی ثانی ہیں۔

(۵) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بیماری کو شرف عطا فرمایا تھا تو نماز کیلئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امام مقرر فرمایا، یعنی امامت میں بھی حضرت ابوبکر ''ثانی اثنین'' ہیں۔

(۶) جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں مدفون ہوئے اور اس طرح قبر میں بھی آپ ثانی ہیں۔

(۷) حدیث شریف میں ہے کہ سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر انور سے باہر تشریف لائیں اور آپ کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اٹھیں گے۔ (۱۳) اس طرح وصال کے بعد قبر سے اٹھنے میں بھی آپ ثانی ہے۔

(۸) جنت میں سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم داخل ہونگے اور امت میں سے سب سے پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ داخل ہونگے (۱۴) اس طرح دخولِ جنت میں بھی آپ ثانی ہیں۔ (۱۵)

---

(۱۳)...... الجامع للترمذی، حدیث نمبر: 3692

(۱۴)...... السنن لابی داؤد، حدیث نمبر: 4659

(۱۵)...... خلاصۃً: تبیان القرآن، جلد: 5، صفحہ: 141-140

مقام صدیقیت:

اس بات پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، جناب رسول اللہ ﷺ بلکہ تمام انبیاء کے بعد ساری امت و مخلوق سے افضل ہیں۔ ان کا آفتاب اس حد تک روشن ہے کہ صوفیہ کرام مقام صدیقیت کو نبوت کے بعد ''اقرب المقام الی النبوۃ'' کا درجہ دیتے ہیں۔ چنانچہ ارغام المرید (۱۶) میں تبیان وسائل الحقائق، تالیف علامہ کمال الدین حریری، کے حوالے سے تحریر ہے کہ ''وَصَبَّ فِیْ صَدْرِہٖ جَمِیْعَ الْمَعَارِفِ الْاِلٰھِیَّۃِ لِکَوْنِہٖ فِی الْمَرْتَبَۃِ الصِّدِّیْقِیَّۃِ الَّتِیْ ھِیَ اَقْرَبُ الْمَرَاتِبِ اِلٰی مَرْتَبَۃِ النُّبُوَّۃِ'' یعنی آپ ﷺ نے تمام معارف الٰہیہ صدیق اکبر کے سینے میں ڈال دیئے اس لئے کہ وہ مرتبہ صدیقیت پر فائز تھے جو تمام مراتب سے بڑھ کر مرتبۂ نبوت کے قریب ہے۔

خلافت:

سرور دو عالم ﷺ کی وفات کے بعد تمام صحابہ کرام سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہوئے تاکہ کسی ایک کو خلافت کیلئے مقرر کریں۔ کچھ صحابہ کہتے تھے کہ خلیفہ دو ہونے چاہئیں، ایک مہاجرین میں سے اور ایک انصار میں سے۔ لیکن یہ بات ظاہر تھی کہ دو خلیفوں کا تقرر باعث افتراق تھا۔ لہٰذا نظم خلافت کو درست کرنے کیلئے جناب صدیق اکبر اور جناب فاروق اعظم رضی اللہ عنہما بھی بنی ساعدہ کی مجلس شوریٰ میں شریک ہوئے (اور غور و فکر ہوتا رہا) تا ایں دم کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تمام صحابہ کرام کے اتفاق سے خلیفہ مقرر ہو گئے اور حاضرین نے ان کے دست اقدس پر بیعت کی۔

(۱۶)...... ارغام المرید، صفحہ: 29

آغاز خلافت کے پہلے روز خواص نے بیعت کی اور دوسرے دن عوام مہاجرین وانصار نے بیعت کی۔اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو "خلیفہ رسول اللہ" کے نام سے موسوم کیا۔

بعض روایات میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے بغیر کسی توقف کے فوراً بیعت کی اور صحیح بخاری کے مطابق آپ نے چھ ماہ بعد بیعت کی۔ان کے درمیان تطبیق یوں ہے کہ ممکن ہے آپ نے دوبارہ بیعت کی ہو، پہلی بار آپ کی بیعت جلسہ عام میں نہ تھی جس سے کچھ لوگوں کو غلط فہمی ہوئی کہ شاید آپ نے بیعت نہیں کی ان کی غلط فہمی کو دور کرنے کیلئے آپ نے دوبارہ جلسہ عام میں بیعت کی۔حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی اپنی زبان سے روایت منقول ہے جس سے معلوم ہوتا کہ آپ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ذرا بھی شک وتردد نہ کرتے تھے چنانچہ علامہ حافظ ابن عبدالبر "الاستیعاب" میں خود حضرت علی سے روایت کرتے ہیں کہ......

عن قیس ابن عبادة قال قال علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مرض ایاما ولیالی ینادی بالصلوٰة فیقول مروا ابا بکر یصلی بالناس فلما قبض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فنظرت فاذا الصلوٰة علم الاسلام و قوام الدین فرضینا لدنیانا من رضیه رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لدیننا فبایعنا ابا بکر رضی اللہ عنہ (۱۷)

(۱۷)...... الاستیعاب فی معرفة الاصحاب ، جلد:3، صفحہ:971

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے یہ الفاظ دیگر محدثین اور مؤرخین نے بھی روایت کئے ہیں۔دیکھئے۔

صفوة الصفوة لابن الجوزی ، جلد:1، صفحہ:257

الطبقات الکبریٰ لابن سعد ، جلد:3، صفحہ:183

التمهيد لابن عبد البر ، جلد:22، صفحہ:129

تهذیب الاسماء للنووی ، جلد:2، صفحہ:480

الرياض النضرة لمحب طبری ،جلد:2، صفحہ:177

حضرت قیس بن عبادہ رضی اللہ عنہ، حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ چند دن اور راتیں مرض میں مبتلا ہوئے، آپ کو نماز کیلئے بلایا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا ابو بکر کو کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائے، جب نبی کریم ﷺ کا وصال ہو گیا تو میں نے غور کیا کہ جب نماز جو کہ اسلام علم اور دین کا ستون ہے (اس کیلئے آپ ﷺ نے صدیق اکبر کو مقرر فرمایا ہے) تو ہم اپنی دنیا کے معاملات میں اس شخص پر راضی ہو گئے جس پر رسول اللہ ﷺ ہمارے دین کیلئے راضی ہوئے، لہذا ہم نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی۔

اپنے دورِ حکومت میں آپ کو بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا، جن میں سے بڑی آزمائش آنحضرت ﷺ کی تجہیز و تکفین کے بارے میں آئی۔ جبکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کیلئے قیامت کبریٰ کا سماں تھا، اس ہوش ربا صدمے سے صحابہ کرام کے ذہن میں اختلال واقع ہو گیا تھا، حضرت عمر ہاتھ میں تلوار لے کر اعلان کرنے لگے کہ اگر کسی نے کہا کہ محمد ﷺ وفات پا گئے ہیں تو میں اس کا سر تن سے جدا کر دوں گا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ایسے چپ ہوئے کہ بلا آواز نکالے خاموش راہوں میں چلتے رہتے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا جسم اس صدمے سے بالکل ساکت اور بے حس و حرکت ہو گیا۔ داغ فراقِ محبوب میں ہر کوئی "مختل الحواس" تھا۔ مگر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے غلبۂ عشق و محبت اور داغ مفارقت کے باوجود اس جان گداز صدمے کو کوہ (پہاڑ) کی طرح سخت جان ہو کر برداشت کیا اور کمال سکون سے حجرۂ شریفہ میں داخل ہوئے اور آنحضرت ﷺ کی پیشانی مبارک پر بوسہ دیا اور سوزِ دل سے یہ کلمات ان کی زبان پر جاری ہوئے......

"وَا نَبِيَّاهُ وَا خَلِيلَاهُ وَا صَفِيَّاهُ"

اس کے بعد آپ حجرہ مقدسہ سے باہر تشریف لائے اور صحابہ کرام کے درمیان بایں مضمون خطبہ کا آغاز فرمایا......

''جو شخص محمد ﷺ کی عبادت کرتا تھا تو سن لے کہ محمد ﷺ وفات پا گئے، اور جو رب لم یزل کی پوجا کرتا تھا تو وہ یقین رکھے کہ اللہ جل جلالہ زندہ ہے کبھی فوت نہیں ہوگا۔ اس کے بعد آپ نے یہ آیت تلاوت کی

''وما محمد الارسول قد خلت من قبلہ الرسل''

اور محمد ﷺ تو اللہ کے رسول ہی ہیں بے شک ان سے پہلے بھی رسول گزر چکے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے اس حوصلہ وقوت اور شرح صدر اور قوتِ علمی سے صحابہ کرام اس مسئلہ کو سمجھ گئے، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھی آپ کے پایۂ علمی کا ادراک ہوگیا۔ اس کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ دس دس افراد حجرہ مقدسہ میں جاؤ اور فرداً فرداً نماز جنازہ پڑھو اور کوئی شخص امامت نہ کروائے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ خود امام ہیں۔ آپ ﷺ کی وفات کے بعد سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ دین کے بقیہ معاملات اور وہ وعدہ جو رسول خدا کے ذمہ تھا کو پورا کرنے میں مشغول ہوگئے۔

وفات حسرت آیات:

سیدنا صدیق اکبر کو رسول کریم ﷺ سے حد درجہ عشق تھا اور اس عشق و محبت کا انداز یہ بھی ہے کہ آپ نے بھی دنیا میں اتنے ہی برس گزارے جتنے آپ کے محبوب علیہ السلام نے گزارے تھے اور آپ کی وفات کا سبب بھی عشق رسول ﷺ ہی تھا (۱۸)

جب سرکار علیہ السلام کا ظاہری وصال ہوا تھا تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو دلی صدمہ ہوا تھا کیونکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اپنے آقا و مولی سے قربت کا دورانیہ کئی سال پر محیط تھا اور شاذ و نادر ہی آپ بارگاہِ نبوی سے غیر حاضر ہوئے تھے۔ محب صادق کب یہ گوارا کرتا ہے کہ وہ اپنے محبوب علیہ

(۱۸)..... تاریخ الخلفاء اردو، صفحہ 118

السلام سے جدا رہے مگر اب محب صادق اور محبوب علیہ السلام کے درمیان موت نے دیوار کھڑی کر دی تھی ایک روز آپ رضی اللہ عنہ یادِ محبوب میں محو تھے کہ بے اختیار زبانِ درخشاں سے نکلا۔

اجدك ما لعينك لاتنام

كان جفونها فيها كلام

(اپنے آقا کی جدائی تم پر شاق گزری ہے، تمہاری آنکھوں کو کیا ہو گیا ہے کہ سو نہیں سکتیں کیونکہ ان کی پلکوں میں زخم ہیں (۱۹)۔

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ وفات نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دوسرے سال حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ خطبہ دینے کیلئے منبر پر کھڑے ہوئے ابھی اتنا ہی کہا تھا ''قام رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم عام الاول'' (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہلے سال جب خطبہ دینے کیلئے کھڑے ہوئے) ابھی اتنا ہی کہا تھا کہ آپ کو وفات نبوی کا سانحہ یاد آ گیا اور بلک بلک کر رونے لگے۔ پھر سنبھل کر دوبارہ خطبہ شروع کیا مگر پھر ہچکی بندھ گئی، آخر تیسری بار ضبط سے کام لے کر خطبہ تمام کیا۔ (۲۰) الغرض آپ کو وصال نبوی کا دلی صدمہ ہوا تھا اور یہی آپ کی وفات کا سبب بنا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ظاہری وصال 63 تریسٹھ برس کی عمر میں پیر کے دن ہوا اور آپ کے عاشق صادق سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بھی 63 تریسٹھ سال کی عمر میں ہی اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کی۔ (۲۱) عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آگ تا از وفات ٹھنڈی نہ ہو سکی اور آپ نے وصیت فرمائی کہ جب میرا وصال ہو جائے تو دربار نبوی میں میرا جنازہ حاضر کر کے اجازت

(۱۹)......عشق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم، نواز رومانی صفحہ: 230

(۲۰)......تاریخ الخلفاء اردو، صفحہ: 118

(۲۱)......عشق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم، صفحہ: 230

چاہنا اور عرض کرنا آقا! یار غار حاضر ہے اس کیلئے کیا حکم ہے؟ اگر دروازہ کھل جائے تو مجھے حجرے میں دفن کر دینا اس حدیث کے راوی حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب آپ کو غسل اور کفن دے دیا گیا تو میں نے جا کر روضہ انور پہ عرض کیا یارسول اللہ! ابوبکر اجازت چاہتا ہے (حضرت علی فرماتے ہیں) پھر میں نے دیکھا کہ روضہ انور کا دروازہ کھول دیا گیا اور آواز آئی ''ادخلوا الحبیب الی حبیبه فان الحبیب الی الحبیب مشتاق'' حبیب کو حبیب کے ہاں داخل کر دو بے شک حبیب اپنے حبیب سے ملاقات کیلئے مشتاق ہے۔(۲۲)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا وصال 21 جمادی الآخر 13 ہجری (بمطابق 22 اگست 634ء) پیر کو سورج غروب ہونے کے بعد ہوا اور اسی رات آپ رضی اللہ عنہ کو دفن کر دیا گیا، وفات کے وقت ان کی عمر 63 برس تھی وصیت کے مطابق ان کی زوجہ محترمہ اسماء بنت عمیس نے انہیں غسل دیا اور ان کے بیٹے حضرت عبدالرحمٰن نے پانی ڈالا اور اس بعد آپ رضی اللہ عنہ کو اسی چارپائی پر ڈال کر مسجد نبوی میں لے گئے جس پر ان کے محبوب علیہ السلام کو رکھا گیا تھا۔(۲۳) مسجد نبوی میں ان کا جنازہ رسول اللہ ﷺ کے منبر اور مزار اقدس کے درمیان رکھا گیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور اس عاشق سوختہ جاں کو محبوب علیہ السلام کے پہلو میں اس طرح دفن کیا گیا کہ ان کا سر رسول اللہ ﷺ کے کندھوں کے متوازی تھا۔(۲۴)

آپ رضی اللہ عنہ کی خلافت کی مدت دو سال تین ماہ نو دن بنتی ہے۔

---

(۲۲)......سیرتِ حلبیہ، جلد: 3، صفحہ: 493

الخصائص الکبریٰ، جلد: 2، صفحہ: 492

تاریخ دمشق الکبیر، جلد: 30، صفحہ: 436

(۲۳)(۲۴)......حضرت ابوبکر صدیق اکبر، صفحہ 436-435

امیر المومنین مراد رسول ﷺ حضرت عمر فاروق اعظم بن خطاب رضی اللہ عنہ

ولادت ونسب:

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق العدوی القریشی رضی اللہ عنہ، قبیلہ قریش اور خانوادہ اصیل بن عدی سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کا سلسلہ نسب ''کعب'' میں جا کر نبی مکرم ﷺ سے مل جاتا ہے۔ حضرت عمر کی کنیت ''ابو حفص'' اور لقب ''فاروق'' ہے۔ رسول اللہ کی ولادت کے تیرہ 13 برس بعد مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے، اس بنا پر یہ تیرہ سال نبی اکرم ﷺ سے چھوٹے ہیں۔

ابو حفص اور فاروق کہنے کی وجہ:

ان کو ابو حفص کہنے کی وجہ یہ ہے کہ ان کی ایک بیٹی کا نام حفصہ ہے جو نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات میں سے ہیں۔ ان کو فاروق اس لئے کہتے ہیں کہ ان کے اسلام لانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اسلام کو قوت عطا فرمائی اور مسلمانوں کی سر بلندی اور بتوں اور بت پرستوں کے سرنگوں ہونے کا آغاز ہوا۔ ان کو فاروق کہنے کی ایک اور وجہ بھی منقول ہے جس کا خلاصہ یہ ہے

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ ایک یہودی اور منافق کے درمیان جھگڑا ہو گیا۔ یہودی چاہتا تھا کہ فیصلہ رسول اللہ ﷺ فرمائیں جبکہ منافق ''کعب بن اشرف'' (یہودیوں کے سردار سے) فیصلہ کروانے پر بضد تھا۔ بہر حال دونوں کی رضامندی کے بعد یہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے جہاں سے یہودی کے حق میں فیصلہ صادر ہوا۔ منافق نے حضور علیہ السلام کے فیصلے پر قناعت نہ کی اور یہودی کو لیکر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے

پاس آ گیا۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حقیقتِ حال سے آگاہی ہوئی تو اپنے گھر سے تلوار اٹھا لائے اور منافق کا سرتن سے جدا کر دیا اور فرمایا جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا فیصلہ نہیں مانتا اس کا فیصلہ عمر اسی طرح کرتا ہے۔ پس اس دن کے بعد ان کا لقب ''فاروق'' (حق و باطل میں فرق کرنے والا) پڑ گیا۔(۱)

لیکن دیگر کتب تاریخ و تراجم میں پہلے قول کو ذکر کیا گیا ہے، چنانچہ اسماء الرجال مشکوٰۃ شریف میں پہلے قول کی تائید میں تحریر ہے ''وظهر الاسلام يوم اسلامه و سمى الفاروق لذالك'' یعنی آپ رضی اللہ عنہ کے اسلام قبول کرنے سے دین اسلام ظاہر ہو گیا اس لئے ان کو فاروق کہا جاتا ہے۔(۲)

قبول اسلام:

انہوں نے نبی کریم ﷺ کے اعلان نبوت کے چھٹے سال اور بقول بعض پانچویں سال اسلام قبول کیا اس وقت چالیس مرد اور گیارہ عورتیں اسلام قبول کر چکی تھیں۔ بعض کہتے ہیں کہ چالیسویں مرد خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے۔ سعید بن میسب، چالیس مردوں اور دس 10 عورتوں کے قائل ہیں اور عبداللہ بن ثعلب رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ 45 مردوں اور 11 عورتوں کے بعد انہوں نے اسلام قبول کیا۔

(۱) ...... الدر المنثور للسیوطی ، جلد:4 صفحہ:523

الجامع لاحکام القرآن، جلد:6، صفحہ:441

تفسیر طبری، جلد:7، صفحہ:204

احکام القرآن لابن العربی، جلد:1، صفحہ:456

تفسیر الامام مجاهد بن جبر، صفحہ:286

(۲) ......مشکوٰۃ المصابیح، صفحہ:602

مرادِ رسول ﷺ:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب کا احاطہ کرنا کسی مسلمان کے بس کی بات نہیں ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام لانے سے قبل، عدل وانصاف سے فیصلے کیا کرتے اور حقوق شناسی کو بہت پسند کرتے تھے، یہی وجہ تھی کہ رسول اللہ ﷺ کے دعا فرمائی......

''اللھم أعز الاسلام بأحب ھٰذین الرجلین عندك بعمر ابن الخطاب او بعمر ابن ھشام''(۳)

یعنی اے اللہ عمر بن خطاب اور عمر بن ہشام (ابوجہل) میں سے جو تجھے پسند ہے اس کے ذریعے اسلام کو عزت عطا فرما۔

رسول خدا ﷺ کی دعا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے حق میں قبول ہوئی اس لئے ان کے اسلام قبول کرنے کے بعد بہت سی آیات ان کی تمنا اور خواہش کے مطابق نازل ہوئیں۔

بہت سی آحادیث ان کے فضائل ومناقب میں بیان ہوئی ہیں چنانچہ، ترمذی نے عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

''لو کان بعدی نبی لکان عمربن الخطاب''(۴)

اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتا''

---

(۳)......الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ، جلد: 7، صفحہ: 314

تاریخ دمشق، جلد:44 صفحہ:25

(۴)......جامع ترمذی، فضائل الصحابہ، حدیث نمبر:3686

المستدرك للحاکم، جلد:3، صفحہ:85

مجمع الزوائد، جلد: 9 صفحہ:68

(اس شان وعظمت کے باوجود) ان کی عاجزی وانکساری کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ جمعہ کے دن جب منبر بالا پر جلوہ فگن ہوتے تو عام سالباس زیب تن ہوتا اور عام لوگوں میں ذرا بھی ممتاز نہ ہوتے۔ ابتدائے خلافت میں آپ کو خلیفۂ رسول اللہ کہہ کر پکارا جاتا تو آپ نے ازراہ انکسار اس سے منع فرمادیا اور سادہ سالقب ''امیر المؤمنین'' پسند فرمایا۔ یہ کلمہ ان سے قبل کسی کیلئے استعمال نہیں ہوا۔

عالمگیر فاتح:

ان کے دور میں عالمگیر فتوحات ہوئیں، اس وقت دنیا کی دو عظیم قوتیں ''فارس وروم'' ان کے دبدبہ وہیبت سے لرزتی تھیں۔ غنائم واجناس اور سونا وچاندی کسی سیلاب کی مانند مدینہ میں پہنچتی۔ فتوحات کی خوش کن خبریں روزانہ دربار میں آتیں مگر اس کے باوجود آپ متواضع رہتے تھے۔ اندازہ لگاؤ کہ (ان فتوحات کے) زمانے میں حج کیلئے روانہ ہوئے تو ایک چادر یا خیمہ گرمی سے بچنے کیلئے پاس نہ تھا۔ بلکہ اس سفر میں تمام لوگوں سے کم حیثیت نظر آتے تھے۔ حالانکہ قوت اسلام نے اس وقت ایک زمانہ کو منتشر کیا ہوا تھا، کوفہ وبصرہ آباد ہو چکے تھے، مصر سکندریہ، شام اور عراق کے اکثر شہر، روم آزربائیجان، فارس، کرمان اور طبرستان وغیرہ فتح ہو چکے تھے۔

آپ کی فتوحات کی تفصیل کتب تواریخ میں دیکھی جاسکتی ہے یہ مختصر رسالہ تمام حالات کی گنجائش نہیں رکھتا۔

<......کنز العمال، حدیث نمبر: 23745

مشکوٰۃ المصابیح، حدیث نمبر:6035

سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ، حدیث نمبر:327

فتح الباری، جلد:7، صفحہ:51

وصال اطہر:

بالآخر 26 یا 27 ذوالحجہ بدھ کی صبح 23ھ کو مغیرہ بن شعبہ کے غلام ''ابو لؤلو'' کی ضرب سے زخمی ہوئے۔ آپ پر تلوار کے چار زخم آئے، جمعرات کے دن آپ نے عالم فانی کو الوداع کہا۔ آپ رضی اللہ عنہ کی عمر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی عمر کے موافق 63 برس ہوئی آپ کو جوارِ خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم میں دفن ہونے کی سعادت حاصل ہوئی۔

اسماء الرجال مشکوٰۃ شریف (۵) میں ہے کہ آپ کو 10 محرم الحرام 24ھ اتوار کے روز دفن کیا گیا۔ آپ کی خلافت کی مدت 10 سال 6 ماہ بنتی ہے۔ آپ کی مہر (Stamp) پر یہ عبارت کندہ تھی

''کفیٰ بالموت واعظا یا عمر''

اے عمر نصیحت کیلئے موت ہی کافی ہے۔

☆☆☆☆☆☆

(۵)...... مشکوٰۃ المصابیح، صفحہ:602

امیر المؤمنین داماد رسول حضرت عثمان غنی بن عفان رضی اللہ عنہ

اسماء الرجال مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ انہوں نے حضور انور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے سے قبل حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔

نام ونسب اور لقب:

ان کا نام عثمان اور لقب ذوالنورین ہے۔ پانچویں پشت میں ان کا سلسلہ نسب رسول اللہ ﷺ کے نسب سے جاملتا ہے۔ (یعنی عبد مناف تک جاکر)۔

ان کی والدہ "اروی بنت ام حکیم بن عبد المطلب تھیں۔ الغرض حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پدری و مادری دونوں طرف سے نبی ﷺ سے قرابت رکھتے تھے۔

ذوالنورین کہنے کی وجہ:

ان کو ذوالنورین کہنے کا سبب یہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ کی دو 2 دختر نور بصر یکے بعد دیگرے ان کے نکاح میں آئیں۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے علاوہ دنیا میں کسی کو یہ سعادت حاصل نہیں ہوئی کہ کسی پیغمبر کی دو صاحبزادیاں اس کے نکاح میں آئی ہوں۔ جب حضرت رقیہ بنت رسول رحلت فرما گئیں تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا......

اے عثمان! اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ حکم فرمایا ہے کہ رقیہ کی بہن ام کلثوم کو تیرے نکاح میں دے دوں۔ پھر جب حضرت ام کلثوم بھی وصال فرما گئیں تو حضور پرنور ﷺ نے فرمایا "اگر میری اور بھی کوئی دختر ہوتی تو میں عثمان کے نکاح میں دے دیتا"

مدت خلافت:

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ خلافت کیلئے منتخب ہوئے، اور بارہ دن کم بارہ سال مسند خلافت پر جلوہ افروز رہے۔

وفات:

بالآخر 35ھ میں انتہائی مظلومیت کی حالت میں باغیوں کے ہاتھوں جام شہادت نوش کیا اور مدینہ منورہ میں حش کوکب کے مقام پر مدفون ہوئے۔(۱)

آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ بہت طویل ہے تاہم اس کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ کی خلافت کے آخر پر کچھ لوگوں کو آپ سے اختلاف پیدا ہو گیا، جو بڑھتا بڑھتا اس حد تک پہنچا کہ بغاوت کا آغاز ہو گیا۔ باغیوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر کا محاصرہ کر لیا اور ان کا پانی بند کر دیا حتیٰ کہ آپ انتہائی مظلومیت کی حالت میں درجۂ شہادت کو پہنچ گئے۔ اسماء الرجال مشکوٰۃ شریف میں آپ کے قاتل کا نام ''اسود التجیبی'' مرقوم ہے، جو مصر کا باشندہ تھا۔

آپ رضی اللہ عنہ کی خلافت کی ابتداء محرم 24ھ کو ہوئی اور آپ کی وفات 82 سال اور بعض کے بقول 88 یا 89 برس کی عمر میں ہوئی۔ آپ رضی اللہ عنہ کی تاریخِ شہادت 18 یا 19 ذوالحجہ بنتی ہے۔

☆☆☆☆☆☆

(۱)...... چہار یار رسول، ص: 74

امیر المومنین دامادِ رسول زوجِ بتول سیدنا علی المرتضی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ

ولادت، نام اور کنیت:

آپ کی ولادت واقعہ فیل کے اٹھائیس سال بعد خانہ کعبہ میں ہوئی۔ آپ کی کنیت ابو الحسن، ابوالحسین، ابوالسبطین، ابوالریحانتین اور ابوتراب ہے۔ جبکہ آپ کے القابات کی تعداد بہت زیادہ ہے۔

قبول اسلام:

کم سنی کے عالم میں اسلام قبول کرنے والے آپ پہلے شخص تھے۔ "اکمال" میں ہے کہ اکثر اقوال کے مطابق مردوں میں سب سے پہلے آپ اسلام لائے۔ عمدۃ المقامات میں ہے کہ صحیح قول کے مطابق عورتوں میں سب سے پہلے حضرت خدیجہ، جوانوں میں حضرت ابوبکر اور بچوں میں حضرت علی نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔

غزوہ تبوک کے علاوہ تمام معرکوں میں صحابہ کرم کے دوش بدوش حاضر رہے۔ غزوہ تبوک کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے ان کو خانہ نبوی کی سرپرستی کیلئے مدینہ چھوڑ دیا تھا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کے روز یہ خلافت کیلئے مقرر ہوئے اور جماعتِ مسلمین نے برضا ورغبت ان سے بیعت کی، اور مسند خلافت آپ کے وجود سے مزین ہوئی۔

وفات:

بے سروسامانی اور رنج کے عالم میں آپ رضی اللہ عنہ نے احکام ماضیہ کو شروع کیا۔ بالآخر 17 یا 18 رمضان المبارک 40 ہجری جمعہ کے روز عبدالرحمٰن بن ملجم خارجی کے سوءِ ہدف کا نشانہ بنے۔ جسے دشمنان اسلام نے اس کام پر ابھارا تھا۔ اور مسجدِ کوفہ میں زخمی ہوئے۔ اور باختلاف

قولین مذکورین 19 یا 21 رمضان المبارک کو جہان فانی کو الوداع کیا اور جان جان آفرین کے سپرد کردی۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے جنازہ کی امامت کروائی اس کے بعد وصیت کے مطابق کوفہ کے ایک خفیہ مقام پر ان کو دفن کیا گیا۔

تنبیہ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تدفین کے بارے مورخین نے بہت اقوال نقل کیے ہیں۔ بعض نے کوفہ، بعض نے نجف، بعض نے مدینہ، بعض نے عدن اور بعض نے دو پہاڑوں کے درمیان کا قول کیا ہے۔

بہرحال ابتدائی مدفن ان کا جو بھی مقام تھا ان کے اہلبیت ہی اس سے مطلع تھے۔ اس کے بعد امیر ابو مسلم خراسانی کے دور میں ان کے جسد اطہر کو بلد فاخرہ ''بلخ'' میں ''تل خیران'' کے مقام پر جو کہ اب مزار شریف کے نام سے مشہور ہے منتقل کر دیا گیا۔ آپ اس قدیمی خطہ میں مدفون ہیں۔

اس حوالہ سے بندہ راقم الحروف (علی محمد بلخی) نے بہت محنت کی ہے اور اخبار کثیرہ اور معتمد تواریخ میں اکابرین کے کثیر اقوال کو ملاحظہ کیا ہے۔ ان کتابوں کی تعداد تقریباً 35 تک پہنچی ہے۔ جن کی تحقیق پر ایک علیحدہ رسالہ موجود ہے۔

بعد کے مورخین جو اس نقل سے باخبر تھے نے ابتدائی دفن اور پھر منتقل کرنے کو اپنی مؤلفات میں ذکر کیا ہے۔ لیکن وہ لوگ جنہوں نے ابتدائی دفن کا حال کسی کتاب میں دیکھا ہے۔ لیکن اس کے منتقل ہونے کی اطلاع نہیں رکھتے ہوسکتا ہے اس کا انکار کردیں۔

مولانا عبدالغفور شاگرد مولانا جامی علیہما الرحمہ نے اس حوالے سے مستقل رسالہ تالیف کیا ہے

حضرت جامی خود بھی فرماتے ہیں۔

گویند کہ مرقد علی در نجف است — در بلخ چو خورشید ذات الشرف است

جامی نہ عدن گو نہ بین الجبلین — خورشید یکست نور او ھر طرف است

"لوگ کہتے ہیں کہ حضرت علی کی مرقد نجف میں ہے ۔حالانکہ بلخ میں خورشید کی طرح ان کی ذات شریف موجود ہے۔ جامی ان کی ذات نہ عدن میں نہ بین الجلبین بلکہ خورشید ایک ہی ہے اس کا نور ہر طرف ہے"۔

حضرت، میرزا عبدالقادر عرف مرزا بیدل عارف بدخشی بھی کلیات بیدل میں فرماتے ہیں۔

زاقبال عرب غافل مباشید ای عجم زادان

سر بر اقتدار بلخ ہم شاہ نجف دادر

اس کے علاوہ دیگر اصحاب کشف نے بھی اس بات کی تائید کی ہے۔اور حافظ نور محمد کہگدائی نے اس رسالہ کے آخر میں مورخین کے تمام اقوال کو نقل کیا ہے۔ جو لوگ اس مقام کی مزید تحقیق چاہتے ہیں وہ اس رسالہ مذکورہ سے اپنے شکوک وشبہات کو دور کر سکتے ہیں۔

اب ہم دوبارہ اپنے اصل سخن کی طرف چلتے ہیں۔

حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کے علاوہ دیگر آٹھ ازواج سے نکاح فرمایا۔ ان آٹھ مستورات سے آپ نے سیدہ کی وفات کے بعد نکاح کیا۔اور ان سے 15 لڑکے اور 17 لڑکیاں پیدا ہوئیں۔

آپ کی عمر مبارک 63 سال ہوئی اور مدت خلافت چار سال نو ماہ اور چند روز تھی۔اس مدت میں مسئلہ جہاد تاخیر کا شکار ہو گیا اور فتوحات اسلامی جو زمانہ عثمانی میں کابل، بلخ اور تخار تک

پہنچ چکی تھیں تعطل کا شکار ہو گئیں۔تمام دور خلافت جنگ وجدل اور نزاع بین المسلین کی نذر ہو گیا ،سوائے جنگ نہروان کے کیونکہ اس میں خوارج کے ساتھ مقابلہ و مقاتلہ ہوا تھا۔اور یہ جنگ تمام صحابہ کرام کے نزدیک پسندیدہ قرار پائی۔اور وہ جو جنگ جمل میں حضرت طلحہ، زبیر اور سیدہ عائشہ کے ساتھ مقابلہ مشہور ہے،تو تاریخ کی کتابوں میں بہت ساری رنگ آمیزی اور بے اصل حروف کی ذیادتی دیکھی جاسکتی ہے۔یہ تمام واقعات تائید کے لائق نہیں ہیں اور واقعہ صفین جو کہ حضرت معاویہ اور اہل شام کے ساتھ پیش آیا اس کو علما حق اہلسنت خطاءِ اجتہادی پر محمول کرتے ہیں کیونکہ تمام اصحاب رسول صاحب اجتہاد تھے۔لہذا اپنی زبان کو ان کے بارے ذکر خیر کے بغیر نہیں کھولنا چاہیے۔چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ خود فرماتے ہیں۔

"اخوا ننا بغو ا علینا لیسوا کفرۃ ولا فسقۃ لمالھم من التاویل" ہمارے بھائیوں نے ہم پر بغاوت کی، نہ تو وہ کافر ہیں نہ ہی فاسق، جبکہ ان کیلئے تاویل کی گنجائش ہے۔

خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے حالات، القطرۃ تشھد عن البحو (قطرہ سمندر کی خبر دیتا ہے) کے مطابق میں نے حوالہ قلم کئے ہیں۔خلفائے راشدین سے مروی احادیث جو کتب احادیث میں موجود ہیں۔

نمبر شمار	نام	ٹوٹل روایات	بخاری و مسلم	بخاری	مسلم	دیگر کتب
1	حضرت ابوبکر	142	6	11	1	106
2	عمر فاروق	539	10	9	15	505
3	عثمان غنی	146	3	8	5	130
4	حضرت علی	586	20	9	15	542

تابعی روح اللہ صحابی رسول اللہ ابو عبد اللہ

حضرت سلمان بن اسلام فارسی رضی اللہ عنہ

آپ حضور علیہ السلام کے کبار صحابہ کرام میں سے ہیں۔

نام ونسب:

آپ کا نام سلمان بن اسلام ہے جبکہ علامہ ابن اثیر نے آپ کا نام ونسب یوں ذکر کیا ہے۔ ماب بن بوذخشان بن مورسلان بن بہبودان بن فیروز بن سرک۔(۱)

آپکی ولادت ایران میں مجوسیوں کے گھر میں ہوئی۔ والد کا ذریعہ معاش کھیتی باڑی تھا۔

تلاش حق:

ایک مرتبہ آپ کو والد نے کھیتوں میں بھیجا تو راستے میں آپ نے ایک گرجے میں عیسائیوں کو عبادت کرتے ہوئے دیکھا اور کہا۔ یہ مذہب ہمارے مذہب سے بہتر ہے۔ آپ نے پوچھا اس مذہب کی اصل کہاں ہے تو لوگوں نے کہا شام میں، تو حضرت سلمان بھاگ کر شام چلے گئے۔ اور وہاں پادری کے پاس رہنے لگے جو کہ ایک لالچی شخص تھا۔ اس کے مرنے کے بعد ایک دوسرا پادری مقرر ہوا جو کہ عابد وزاہد اور صاحب ورع وتقوی تھا۔ آپ کو اس سے انسیت ہوگئی۔ اور اس کے ساتھ رہنے لگے جب اس کا وقت مرگ قریب آیا تو آپ نے عرض کیا کہ اب میں کس سے فیض حاصل کروں؟ پادری نے کہا کہ موصل چلے جاؤ فلاں شخص دین حق کا

(۱)......اسد الغابہ، جلد :2، صفحہ:333

سچا پیروکار ہے۔اس کے پاس گئے اور خدمت کی۔اس نے بھی اپنی وفات کے وقت ایک شخص کا بتایا جو نصیبین میں مقیم تھا۔اس کے بعد عموریہ میں پہنچے مگر اس شخص سے زیادہ فیض حاصل نہ ہوسکا (بظاہر) اگر انصاف سے دیکھا جائے تو اسی نے ہی تو اصل فیض دیا تھا کیونکہ اس نے مرتے ہوئے حسب ذیل ملفوظات سے نوازا......

اور اس نبی کے ظہور کا وقت قریب ہے جو عرب کے ریگستان سے نکلے گا اور دین ابراھیمی کو زندہ کرے گا۔اس کی علامات یہ ہیں کہ وہ ہدیہ قبول کرے گا اور صدقہ کو اپنے اوپر حرام کرے گا۔اس کے دوشانوں کے درمیان مہر نبوت ہوگی۔(اے سلیمان!) اگر تم اس سے مل سکو تو ضرور ملنا۔

آپ غلام بنالئے گئے:

چونکہ آپ کو اس پادری نے علامات رسول ﷺ سے آگاہ کر دیا تھا اور بتلا دیا تھا کہ اس پیارے نبی ﷺ کا ظہور عرب میں ہوگا لہذا آپ کے دل میں عرب کے ریگستان میں جانے کی تڑپ پیدا ہوئی اور وہاں جانے کے ذرائع تلاش کرنے لگے۔آخران کی تلاش ختم ہوئی اور عموریہ سے بنو کلب جانے والے کچھ تاجرمل گئے۔اس کے بعد ان کے درمیان کیا بات ہوئی، ملاحظہ فرمائیں۔

جب آپ ان تاجروں سے پہلے ملے تو کہا اگر تم مجھے عرب پہنچا دو تو میں اپنی بکریاں اور گائیں وغیرہ تم لوگوں کو دے دوں گا۔جس پر وہ لوگ راضی ہو گئے اور ان کو اپنے ساتھ لے لیا مگر راستے میں ان لوگوں نے وادی القری میں پہنچ کر دھوکا دیا اور ایک یہودی کے ہاتھوں آپ کو فروخت کر دیا۔

لہذا اس طرح دھوکے سے آپ کو غلام بنالیا گیا چند دنوں کے بعد اس یہودی کا ایک چچا

زادِ مدینہ سے اسے ملنے آیا تو اس نے اس کے ہاتھوں آپ کو فروخت کر دیا۔ اس طرح آپ اس کے ساتھ مدینہ یعنی اپنی منزل مراد تک تو پہنچ گئے مگر غلامی آپ کا مقدر بن گئی کیونکہ اس کے بعد آپ تقریباً 18 آدمیوں کے غلام رہے صحیح بخاری میں ہے حضرت ابو عثمان، حضرت سلیمان فارسی کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ "انہ تداولہ بضعۃ عشر من رب الیٰ رب" یعنی انہیں تقریباً دس ۱۰ آدمی یکے بعد دیگرے غلامی میں رکھتے رہے۔ (۲)

معلوم ہوا کہ آپ کو تقریباً دس آدمیوں نے غلام بنا لیا تھا۔ جس شخص کے ساتھ آپ مدینہ میں تشریف لائے تھے وہ دوسرا آدمی تھا جس کے آپ غلام بنے لہذا اس کے بعد تقریباً آٹھ آدمیوں کا غلام بن کر آپ کو انتظار محبوب کرنا پڑا۔

قبول اسلام:

ایک دن آپ ایک درخت پر چڑھ کر کچھ درست کر رہے تھے اور آپ کا مالک نیچے بیٹھا تھا اس کے عم زاد (چچازاد) نے آ کر بتلایا کہ قبا میں سب لوگ ایک شخص کے پاس کھڑے ہیں جو مکہ سے آیا ہے اور لوگ اس کو نبی سمجھتے ہیں۔ حضرت سلمان فارسی کو چونکہ پادری نے علامات نبوی بتائی تھیں جن میں ایک یہ بھی تھی اس ذیشان نبی کا ظہور عرب سے ہی ہوگا۔ لہذا آپ خوش ہو گئے اور چند دن کے بعد کھانے پینے کی کچھ اشیا لیکر حاضر ہوئے اور صدقہ پیش کیا جس کو حضور علیہ السلام نے حاضرین میں تقسیم فرما دیا اور اس میں سے کچھ بھی نہ لیا۔ تو ایک نشانی کی تصدیق ہوگئی کہ وہ نبی صدقہ نہیں کھائے گا۔ اگلے دن آپ حاضر خدمت ہوئے اور چند کھجوریں بطور ہدیہ پیش کیں جن کو نبی علیہ السلام نے قبول فرماتے ہوئے خود بھی تناول فرمایا اور حاضرین کو بھی عطا فرمائی اس طرح دوسری علامت کی تصدیق بھی ہوگئی کہ وہ پیارا نبی ہدیہ قبول کرے گا۔

---

(۲) صحیح بخاری، حدیث نمبر: 3652

یونہی آپ نے مہر نبوت کی بھی زیارت کی اور بوسہ کی سعادت حاصل کی۔ بتلائی گئی علامات تو مصدقہ ہو چکی تھیں لہذا اب وقت آ پہنچا تھا کہ دنیاوی غلام سے نکل کر حقیقی غلامی کو اختیار کرتے۔ حضور علیہ السلام نے آپ کو اپنے سامنے بلایا آپ نے اپنی سرگذشت سنائی اور پھر کلمۂ اسلام پڑھ کر مسلمان ہو گئے اور غلامی رسول کا پٹہ اپنے گلے کی زینت بنا لیا۔

یہودی کی غلامی سے آزادی:

غلامی کے باعث آپ کو ارکان اسلام ادا کرنے میں دشواری ہوتی تھی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مالک کو معاوضہ دیکر آزاد ہو جاؤ لہذا مالک کیساتھ تین سو ۳۰۰ کھجوروں کے درخت اور چالیس ۴۰ اوقیہ سونا معاوضہ طے ہوا۔ مسلمانوں نے مل کر تین سو درخت دیے اور ایک غزوہ سے انڈے کے برابر سونا حضور علیہ السلام کو ملا تو آپ نے وہ بھی دے دیا اور حضرت سلیمان فارسی رضی اللہ عنہ آزاد ہو گئے۔

آپ کی فضیلت میں احادیث:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جنت تین اشخاص کی مشتاق ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عمار رضی اللہ عنہ اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ۔ (۳)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ نے مجھے چار لوگوں سے محبت کرنے کا حکم ارشاد فرمایا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا حضور وہ کون حضرات ہیں فرمایا ان میں سے علی ہیں (یہ بات تین بار ارشاد فرمائی) اور سلمان مقداد اور ابوذر بھی انہیں میں سے ہیں۔ (۴)

(۳)..... جامع ترمذی، حدیث نمبر: 3732

(۴) سنن ابن ماجہ، فضائل الصحابۃ، حدیث نمبر: 149

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو خاندان نبوت سے محبت و اخلاص و اختصاص نسبت اس حد تک تھا کہ حضور انور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: سلمان منا اهل البيت ، یعنی سلمان میرے اہلبیت میں سے ہیں۔(۵)

شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث سے سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے گناہوں سے پاک ہونے کا استدلال فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سلمان فارسی کو اپنے اھل بیت میں شامل فرمایا ہے۔ اللہ تعالی کا وعدہ ہے" یرید الله لیذهب عنكم الرجس اهل البيت و يطهركم تطهيرا " یعنی اللہ چاہتا ہے کہ اے میرے نبی کے اہلبیت وہ تم سے گندگی کو دور فرمادے اور تمہیں یوں پاک کردے جیسے پاک کرنے کا حق ہے۔(۶)

نسبت روحانی:

ابو طالب مکی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اگرچہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ حضور انور علیہ السلام کی صحبت بابرکت میں کمالات باطنیہ کے اقصی و اعلی مرتبہ پر پہنچے ہوئے تھے۔ مگر پھر بھی

(۵)......المستدرک للحاکم، جلد: 3، صفحہ: 598

البدایۃ والنہایۃ، جلد: 2، صفحہ: 180

کنز العمال، حدیث نمبر: 33340

المعجم الکبیر للطبرانی، جلد: 6، صفحہ: 216

تفسیر طبری، جلد: 21، صفحہ: 85

الطبقات الکبریٰ لابن سعد، جلد: 7، صفحہ: 65

تہذیب تاریخ دمشق، جلد: 6، صفحہ: 200

دلائل النبوۃ للبیہقی، جلد: 3، صفحہ: 418

(۶)......حضرات القدس اردو 85

آپ کی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے خاص روحانی نسبت تھی۔(۷)

سخاوت وکسب معاش:

امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو مدائن کا حاکم مقرر فرمایا اور سالانہ پانچ ہزار درھم بیت المال سے آپ کیلئے مقرر فرمائے۔آپ یہ رقم لیکر فقیروں میں تقسیم کر دیتے اور خود زنبیل بنا کر خرچ چلاتے۔آپ سارا سال محنت کرتے اور بکریوں کے بال صاف کر کے ان کی رسیاں بناتے اور ان کی کھالوں سے تھیلے بناتے اور اگر کسی کو جنگ میں ضرورت پڑتی تو اس کو دے دیتے۔آپ لوگوں کے صدقات میں سے نہیں کھاتے تھے بلکہ اپنے ہاتھ کی کمائی سے شکم کا سامان حاصل کرتے۔آپ کھجور کے پتوں کا بھی کام کرتے اور فرماتے کہ ''کھجور کے پتے ایک درھم میں خرید لیتا ہوں پھر انہیں بنا تا ہوں اور تین درھم میں بیچ دیتا ہوں ایک درھم کام میں لگا تا ہوں۔ایک اہل وعیال پر خرچ کرتا ہوں اور ایک درھم لوگوں میں خیرات کر دیتا ہوں۔(۸)

عاجزی وانکساری:

ایک مرتبہ آپ بازار سے گزر رہے تھے اور ایک آدمی بہت سارے سیب خرید کر کسی مزدور کو تلاش کر رہا تھا تا کہ سیب اٹھوا کر گھر تک لے جائے اسی اثنا میں اس نے دیکھا کہ آپ ایک کمبل اوڑھے ہوئے جا رہے ہیں (وہ جانتا نہ تھا کہ آپ امیر ہیں) اس نے سمجھا کہ کوئی مزدور ہے اور آواز دی کہ میرے سیب اٹھا کر گھر چھوڑ آؤ آپ نے اس کے سیب اٹھائے اور اس کے گھر کی جانب چلنا شروع کر دیا اور یہ نہ بتایا کہ میں امیر ہوں۔ابھی کچھ ہی دور گئے تھے کہ ایک آدمی

---

(۷)......تاریخ اولیا فارسی 50

(۸)......طبقات الصوفیہ اردو، صفحہ:185

ملا اور کہنے لگا اللہ ہمارے امیر کو اچھا رکھے کیا وجہ ہے کہ آپ نے سیب کی اتنی بھاری گٹھی سر پر اٹھا رکھی ہے۔ دوسرے شخص کو اب معلوم ہوا کہ یہ تو امیر ہیں فوراً قدموں میں گرا اور معافی کا طلب گار ہوا، آپ نے فرمایا تو نے اپنے گھر تک لیجانے کا ارادہ کیا تھا لہٰذا جب تک میں سیبوں کو تیرے گھر تک نہیں لے جاتا واپس نہیں جاؤں گا۔(۹)

یہ کوئی ایک دوبار کا واقعہ نہیں تھا بلکہ آپ رضی اللہ عنہ مدائن کا امیر ہونے کے باوجود اس درجہ سادگی سے رہتے کہ لوگ آپ کو کوئی محنت کش سمجھ کر سامان کی نقل وحمل کیلئے پکڑ لیتے۔ اگر کوئی پہچان لیتا تو آپ اس وقت تک واپس نہ ہوتے جب تک اسے گھر نہ پہنچادیتے۔

خادم کو جب کسی کام سے بھیجتے تو اس کی بجائے آٹا خود گوندھ لیتے اور فرماتے کہ ہم اس پر دو کاموں کا بوجھ جمع نہیں کریں گے۔(۱۰)

دنیا سے بے رغبتی:

جب آپ مرض میں تھے تو بہت سے لوگ آپ کے پاس عیادت کیلئے جمع ہوئے دیکھا تو رانوں پر ہاتھ رکھے ہوئے شور وفریاد کرتے ہوئے زار وزار رو رہے تھے لوگوں نے عرض کیا حضور آپ یوں کیوں رو رہے ہیں؟ فرمایا میری گریہ زاری موت کی وجہ نہیں اور نہ ہی کمینی دنیا کی آرزو میں رو رہا ہوں بلکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا تھا کہ اگر تو قیامت میں مجھے دیکھنا اور مجھ تک پہنچنا چاہتا ہے تو دنیا سے دور رہنا اور دنیا سے اس طرح جانا جس طرح میں جا رہا ہوں۔ اور دیکھو اب میں کوچ کر رہا ہوں تو میرے پاس اتنا مال واسباب ہے ایسا نہ ہو کہ کہیں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم جمال جہاں

---

(۹)......تاریخ الاولیاء، صفحہ: 50

حضرات القدس اردو، صفحہ: 87-86

(۱۰)......طبقات الصوفیہ اردو، صفحہ: 85

آرا سے محروم رہ جاؤں۔ حالانکہ اس وقت آپ کے پاس ایک نقارہ، لوٹا، پاندان، ایک پوستین اور ایک کمبل جو کہ آپ بدن پر اوڑھے ہوئے تھے۔ کے سوا کچھ نہ تھا۔ (۱۱)

ازدواجی زندگی:

آپ کے متعلق ایک غلط روایت مشہور ہے۔ کہ آپ مجبوب تھے اس لئے آپ نے شادی نہیں کی حالانکہ اس بات کا حقیقت سے کوئی تعلق واسطہ نہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے قبیلہ نبی کندہ کی ایک عورت سے شادی کی جس سے دو بیٹے پیدا ہوئے۔ ان لڑکوں سے آپ کی بہت نسل چلی جس میں اکثر صاحب علم و فضل اور عاشقان رسول ہوئے۔ (۱۲) ایک روایت کے مطابق آپ کی تین بیٹیاں بھی تھیں جو کہ اصفہان میں رہتی تھیں۔ (۱۳)

وفات:

اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے شاید آپ ہی سب سے طویل العمر تھے۔ اہل علم کے نزدیک آپ کی عمر کم از کم دو سو پچاس 250 سال اور زیادہ سے زیادہ 350 سال تھی۔ کہتے ہیں کہ آپ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وحی پائی۔ آپ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ واحد صحابی ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تابعی بھی تھے۔ (۱۴)

---

(۱۱)......حضرت القدس اردو، صفحہ: 87
طبقات الصوفیہ اردو، صفحہ:86

(۱۲)......حضرات القدس، صفحہ:87

(۱۳)......اسد الغابہ، جلد:2، صفحہ:328

(۱۴)......اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، جلد:2 صفحہ:328
تاریخ الاولیاء، صفحہ:50
حضرات القدس، جلد:1، صفحہ:88

آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے آخیر زمانہ خلافت میں 35/36 میں وفات پائی حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ کو غسل دینے کیلئے ایک رات میں مدینہ سے مدائن تشریف لائے اور غسل دے کر اسی رات واپس مدینہ طیبہ تشریف لے گئے۔

ملفوظات:

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مومن کی مثال اس مریض کی طرح ہے جس کے ساتھ اس کا طبیب ہو جو اس کی بیماری اور دوائی کو جانتا ہو اور جب وہ مریض کوئی نقصان دہ چیز کی خواہش کرتا ہے تو طبیب اسے منع کر دیتا ہے۔ اسی طرح مومن جب کسی (نقصان دہ) چیزوں کی خواہش کرتا ہے تو اللہ تعالی اسے منع فرما دیتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ فوت ہو جاتا ہے اور جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں تعجب ہے......

۱۔ دنیا کی آرزو کرنے والے پر حالانکہ موت اسے طلب کر رہی ہے۔

۲۔ تعجب ہے غافل پر حالانکہ ہر وقت نگاہ قدرت میں ہے۔

۳۔ تعجب ہے ہنسنے والے پر حالانکہ اسے معلوم نہیں اس کا رب اس سے راضی ہے یا ناراض۔ (۱۵)

☆☆☆......☆......☆☆☆

(۱۵)......طبقات الصوفیہ مترجم، صفحہ :86

حضرت امام قاسم بن محمد بن ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ

آپ عظیم تابعین اور مدینہ کے سات فقہاء(۱) میں سے ہیں۔ اہل زمانہ سے افضل اور ثقہ تھے۔ رفیع القدر عالم، فقیہ، امام، متقی اور کثیر الحدیث تھے۔ اپنے والد محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کے قتل کے بعد یتیم ہوئے اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے زیر سایہ پرورش پائی۔ آپ امام زین العابدین کے خالہ زاد بھائی، امام محمد باقر کے سسر اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے نانا ہیں۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے ''اشعۃ اللمعات'' جلد 1 صفحہ 85 پر ایسا ہی فرمایا ہے۔ اسماء الرجال مشکوۃ شریف میں بھی ان کو فقہاء سبعہ، اکابر تابعین اور اپنے زمانے کے افضل لوگوں میں شمار کیا گیا ہے۔ یحیٰ بن سعید کہتے ہیں میں نے مدینہ میں قاسم بن محمد سے فاضل تر کسی شخص کو نہیں پایا۔ ارغام المرید، ص:38 پر ہے کہ'' وکان عمر ابن عبد العزیز یقول لو کان لی ان اعهد لعهدت القاسم ''یعنی اگر میں کسی کو اپنا نائب بناتا تو قاسم بن محمد کو بناتا۔ امام عبدالرؤف

---

(۱)......ان سات فقہاء کے نام یہ ہیں۔

1۔ سعید بن المسیب 2۔ عروہ بن زبیر 3۔ قاسم بن محمد 4۔ ابو بکر بن عبدالرحمٰن 5۔ خارجہ بن زید 6۔ عبیداللہ بن عبداللہ 7۔ سلمان بن یسار

قطب الارشاد، صفحہ:463 پر ''شرح الفیہ'' تالیف امام سخاوی، سے نقل کیا گیا ہے کہ ان فقہاء کے اسماء دردِ سر اور آفات جیسا کہ کیڑا لگ جانا اور اس کی مثل دیگر آفات جو غلے کو نقصان دیتی ہیں کیلئے زود اثر ہیں۔ ارغام المرید ص 37 پر'' علامہ کمال الدین دمیری مؤلف حیاۃ الحیوان'' سے نقل کیا گیا ہے کہ ان فقہاء سبعہ کے نام لکھ کر گندم میں رکھے جائیں تو جب تک یہ اس میں رہیں گے وہ دیمک وغیرہ سے محفوظ رہے گی۔ واللہ اعلم بالصواب

مناوی "کواکب الدریۃ" میں رقم طراز ہیں کہ "انہ (ای القاسم) کان عالما فقیھا ورعا مفتیا زاھدا حجۃ" یعنی حضرت قاسم بن محمد عالم، فقیہ، متقی، مفتی زاہد اور حجت تھے۔ آپ اپنے زمانے میں اوصافِ حسنہ کا مجموعہ اور حافظ الحدیث تھے، سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، حضرت ابن عباس، ابن عمر، حضرت معاویہ وغیرہم رضی اللہ عنہم سے حدیث روایت کرتے تھے اور آپ سے خلق کثیر نے حدیث کو روایت کیا۔ اندازہ لگاؤ کہ ابن ابی الزناد کہتے ہیں "ما رأیت احدا اعلم بالسنۃ من القاسم بن محمد" یعنی میں نے قاسم بن محمد سے زیادہ سنت کا عالم کوئی نہیں دیکھا۔ آپ کی ولادت 31ھ اور وفات 101ھ میں ہوئی۔ اس صورت میں آپ کی عمر 70 سال بنتی ہے۔ لیکن اشعۃ اللمعات جلد 1 ص 85 پر آپ کی وفات 101ھ یا 102ھ بعمر 70 یا 72 سال مرقوم ہے۔ اسماء الرجال مشکوٰۃ شریف ص 614 پر 101ھ بعمر 70 سال تحریر ہے۔ آپ کا مدفن حرمین (مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ) کے درمیان ہے۔ چنانچہ ارغام المرید ص 37 پر ہے "مات بین المکۃ والمدینۃ حاجا او معتمرا" یعنی آپ مکہ اور مدینہ کے درمیان حج یا عمرہ کرتے ہوئے فوت ہوئے۔

علم باطن میں آپ کی بیعت حضرت سلیمان فارسی رضی اللہ عنہ سے ہے چنانچہ حضرات نقشبندیہ کی تمام کتب میں یہی بات راجح ہے کسی ایک فرد نے بھی اس میں اختلاف نہیں کیا۔ ان میں سے چند کتب یہ ہیں...... ارغام المرید، حدیقۃ الندیۃ، عمدۃ المقامات، حدائق وردیۃ، سعادۃ الابدیۃ اور بھجۃ السنیۃ وغیرہ۔

ابوعبداللہ حضرت امام جعفر الصادق بن امام محمد باقر رضی اللہ عنہ

نام ونسب:

آپ رضی اللہ عنہ اسم گرامی ''جعفر'' کنیت ''ابوعبداللہ اور ابواسماعیل'' اور ''صادق'' آپ کے مشہور القابات میں سے ہے۔آپ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے نام سے شہرت رکھتے ہیں۔ باپ کی طرف سے ''حسینی سید'' جبکہ والدہ کی جانب ''صدیقی'' ہیں۔والد کی طرف سے آپ کا سلسلۂ نسب یہ ہے...... جعفر الصادق بن امام محمد باقر بن امام علی زین العابدین بن امام حسین بن حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم۔

والدہ کی طرف سے آپ کا سلسلۂ نسب کچھ یوں ہے......امام جعفر الصادق بن ام فردہ بنت قاسم بن محمد بن ابوصدیق اکبر رضی اللہ عنہم۔

ولادت:

اسماء الرجال مشکوٰۃ شریف ص589 پر آپ کا سن ولادت 80ھ مرقوم ہے اور بعض کے بقول آپ پیر کے روز 17 ربیع الاول 83ھ میں پیدا ہوئے۔

علوم ظاہری وباطنی:

اپنے زمانے میں عمدہ ترین علماء وقت اور عرفاء زمان میں سے تھے۔علم حدیث اپنے والد بزرگوار حضرت امام محمد باقر اور نانا حضرت قاسم بن محمد رضی اللہ عنہما سے حاصل کیا۔کسب و کمالات باطنی بھی انہی دونوں بزرگوں سے حاصل کیئے۔طریقہ اول جو کہ اپنے والد سے حاصل

کیا، اس کو اصطلاحات صوفیاء میں "سلسلۃ الذھب" کہتے ہیں۔

نسبت باطنی:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ "ولدنی ابو بکر مرتین" مجھے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دوبار جنم دیا ہے۔ آپ کے اس فرمان کی دو توجیہات منقول ہیں......

(1)...... مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آپ کی والدہ "ام فردہ" ہیں جو امام قاسم بن محمد کی صاحبزادی ہیں۔ اور "ام فردہ" کی والدہ اسماء بنت عبدالرحمٰن بن ابوبکر ہیں۔ گویا حضرت قاسم بن محمد کی شادی اپنی چچازاد سے ہوئی، اس وجہ سے آپ نے فرمایا کہ مجھے ابوبکر نے دوبار جنا ہے۔(۱)

(2)...... آپ کے فرمان کی دوسری توجیہہ میں علماء فرماتے ہیں کہ آپ کو نسبت باطنی اپنے نانا امام قاسم بن محمد رضی اللہ عنہ سے ہے۔ اس لئے آپ کو ظاہری نسبت کے ساتھ ساتھ باطنی نسبت بھی خانوادۂ صدیق اکبر سے ہے، جس کی بنا پر آپ نے فرمایا "ولدنی ابو بکر مرتین" یعنی مجھے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے دوبار جنم دیا ہے۔(۲)

آپ حضرت عروہ، نافع، عطا، اور امام زھری سے حدیث روایت کرتے تھے۔ جبکہ آپ سے نامور ائمہ نے حدیث سماعت کی جیسا کہ یحیٰی بن سعید، ابن جریج، مالک بن انس، سفیان ثوری، ابن عیینہ، ابوحنیفہ اور ابوایوب الجستانی وغیرہم۔

حاضر جوابی وحق گوئی:

احمد بن عمر بن مقداد فرماتے ہیں کہ ایک دن ایک مکھی خلیفہ منصور عباسی کے منہ پر آ بیٹھی

(۱)...... شواہد النبوۃ اردو، صفحہ: 326

(۲)...... حضرات القدس، حصہ اول، ص:90

ہر چند اسے اڑانے کی کوشش کی گئی مگر وہ پھر آ کر بیٹھ جاتی، اتنے میں حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے، خلیفہ نے انہیں دیکھا تو کہا اے ابو عبد اللہ! اللہ تعالیٰ نے مکھی کو کیوں پیدا فرمایا؟ تو امام صاحب نے فرمایا ”اس لئے کہ اس کے ذریعے جابر حکمرانوں کو ذلیل کرے“ یہ جواب سن کر منصور ساکت ہو گیا۔

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ بے پناہ قوت حافظہ کے مالک تھے۔ یہ واقعہ جہاں آپ کی بدیہہ گوئی پر دلالت کرتا ہے وہیں اس بات پر بھی شاہد و عادل ہے کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ حکمرانوں کے سامنے بھی کلمہ حق بولنے سے گریزاں نہ تھے۔

وفات:

آپ کی وفات شوال 148ھ میں ہوئی جیسا کہ اسماء الرجال مشکوٰۃ، ص:589، عمدۃ المقامات، ص:34، ارغام المرید، ص:41 اور مطلع العلوم، ص:83 پر موجود ہے۔ لیکن عمدۃ المقامات میں بروز پیر نصف رجب المرجب متعین کیا گیا ہے۔ آپ کی مرقد اقدس مدینہ طیبہ میں جنۃ البقیع میں ہے۔ وہیں آپ کے والد حضرت امام باقر اور آپ کے دادا حضرت علی زین العابدین کی قبور بھی موجود ہیں۔

مطلع العلوم، ص:83 پر یہ بھی ہے کہ ابو جعفر دوانقی نے ظلماً آپ کو زہر دیا جس کے نتیجے میں آپ درجۂ شہادت کو پہنچے۔

☆☆☆☆☆☆

حضرت ابویزید طیفور بن عیسیٰ المعروف بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ

ولادت اور نام ونسب:

آپ کا نام طیفور بن عیسی بن آدم بن سروشان ہے۔آپ نے 160ھ ہجری میں اس دنیا کو رونق بخشی۔آپ کے دادا گبر (آتش پرست) تھے اور آخر عمر میں مسلمان ہو گئے تھے۔(۱)

آپ احمد حضرویہ، ابوحفص حداد اور یحییٰ بن معاذ رازی کے ہم عصر تھے۔حضرت شقیق بلخی کو بھی دیکھا ہے۔(۲)

آپ مادر زاد ولی تھے اور آپ کی کرامات کا ظہور بطن مادر سے ہی شروع ہو گیا تھا۔آپ کی والدہ محترمہ فرماتی ہیں۔جب میں کوئی مشتبہ لقمہ (جس کا حلال وحرام ہونا یقینی نہ ہو) پیٹ میں ڈالتی تو آپ میرے پیٹ میں تڑپنے لگتے۔اور جب تک میں اس لقمہ کو نکال باہر نہ کرتی آپ کو چین نہ آتا۔(۳)

نسبت باطنی:

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کا علم باطن میں انتساب حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ سے ہے۔آپ کی تربیت انہی کے فیض باطن سے مکمل ہوئے۔کیونکہ آپ امام صاحب

(۱)......تذکرہ مشائخ نقشبندیہ مجددیہ، ص:116

سفینۃ الاولیاء،105

(۲)......مراۃ الاسرار،صفحہ:306

(۳)......تذکرۃ الاولیاار دو، صفحہ:125

کی وفات کے بعد پیدا ہوئے تھے۔ تذکرۃ الاولیا میں کچھ واقعات ہیں جن سے اشارہ ملتا ہے کہ آپ نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی صحبت اختیار کی ہے۔ مگر وہ درست نہیں۔ تحقیق یہی ہے کہ آپ کو ان کی زیارت نصیب نہیں ہوئی۔ (۴)

تذکرۃ الاولیاء میں مذکور ہے کہ آپ نے 113 اولیا کی خدمت کی ہے۔ (۵)

مختلف کتب میں آپ کے اکتساب فیض کا ایک واقعہ مذکور ہے کہ آپ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے ہاں حاضر تھے۔ حضرت امام نے فرمایا اے بایزید طاق سے کتاب پکڑاؤ۔ عرض کیا حضور کونسے طاق سے، فرمایا اتنی مدت ہوگئی تجھے۔ یہاں آتے ہوئے اور ابھی تک تجھے طاق کا پتہ نہیں چلا عرض کیا کہ مجھے اس سے کیا کام؟ میری مجال کہ آپ کے ہوتے ہوئے سر اٹھاؤں۔ میں یہاں طاق دیکھنے نہیں آتا۔ فرمایا ایسا ہے تو تم بسطام چلے جاؤ تمہارا کام تو پورا ہو چکا۔ (۶)

ممکن ہے یہ واقعہ حضرت امام کے دربار پر حاضری کے موقع پر بطور کشف پیش آیا ہو کیونکہ اوپر بیان ہو چکا کہ آپ کی ولادت امام صاحب کی وفات کے بعد ہوئی۔

تلاش حق:

لڑکپن میں ہی تلاش حق کی خواہش آپ کے دل میں پیدا ہوگئی تھی۔

ایک بار استاذ سے قرآن پاک پڑھ رہے تھے جب سورۃ لقمان کی اس آیت کریمہ پر پہنچے (ان شکر لی ولو الدیك) (میرا اور اپنے والدین کا شکر ادا کر) تو استاذ سے

(۴)......مشائخ نقشبندیہ مجددیہ ، صفحہ:117

(۵)......تذکرۃ الاولیاء، صفحہ:126

(۶)......تذکرۃ الاولیاء، صفحہ:126

مراۃ الاسرار، صفحہ:307

اجازت لیکر گھر آئے اور والدہ سے عرض کی۔ یا اللہ تعالی سے اس کا حق معاف کروا دیجئے یا پھر اپنا حق معاف کیجئے۔ کیونکہ میں دو گھروں کا حق خدمت ادا نہیں کر سکتا۔ آپ کی والدہ نے فرمایا جا میں نے تجھے راہ خدا کیلئے چھوڑ دیا اور اپنا حق معاف کر دیا۔ اس کے بعد بسطام سے نکلے اور تیس سال تک شام کے جنگلوں میں پھرتے رہے۔ ریاضات اور مجاہدات کرتے رہے۔ اور خود کو بھوکا رکھتے۔ (۷)

مقام و مرتبہ:

سلطان العارفین برہان المحققین خلیفہ الٰہی محرم راز نا متناہی لختۂ جہان ناکامی قطب وحدت حضرت خواجہ بایزید بسطامی قدس سرہ کا شمار اکابر مشائخ میں ہوتا ہے۔ اپنے وقت کے سب سے بڑے ولی تھے۔ آپ حجۃ اللہ، قطب عالم اور مرجع اوتاد تھے۔ اسرار و حقائق میں آپ نظر بلیغ اور وجد تمام رکھتے تھے۔ آپ ہمیشہ مجاہدہ اور دل کو مشاہدہ میں مشغول رکھتے۔ احادیث کے متعلق آپ کی روایات نہایت عالی تھیں۔ آپ سے پہلے کسی کو معانی طریقت میں اس قدر ملکہ استنباط حاصل نہ تھا۔ بلکہ یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ اس شیوہ میں جو کچھ تھے یہی تھے۔ (۸)

ادب و احترام:

دنیا و آخرت کا کوئی مقام ایسا نہیں جو ادب کے بغیر حاصل ہو جائے۔ اگر کسی میں ادب نام کی چیز نہ ہو تو چاہے دنیا اس کے ہاتھ پاؤں کے بوسے ہی کیوں نہ لیتی ہو اولیا کی صفوف اس سے خالی ہی رہیں گی۔

---

(۷)......مراۃ الاسرار، صفحہ:307

(۸)......مراۃ الاسرار، صفحہ:307

تذکرہ الاولیاء، صفحہ:125

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ مرقع ادب و احترام تھے۔ چاہے خالق کائنات ہو یا مالک کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اولیاء اللہ ہوں یا رحمت خداوندی ماں کی صورت میں ہو بایزید بسطامی کے ادب و احترام کا قبلہ بنے رہے کہ جب آپ نے کعبہ (حج) کا سفر کیا تو ہر قدم پر دو دو رکعت نماز پڑھی حتیٰ کہ 12 سال میں مکہ پہنچے اور فرمایا یہ کوئی عام دنیا کے بادشاہ کا در تھوڑی ہے کہ یک بارگی چلے آیئے۔

(2)...... جب آپ مکہ مکرمہ پہنچے تو مدینہ طیبہ حاضری دیئے بغیر واپس آ گئے اور فرمایا یہ ادب نہیں کہ حج کرنے آؤ اور بہانے سے مدینہ کا چکر لگا لو۔ پھر آپ آئندہ سال صرف مدینہ کی حاضری ہی کیلئے تشریف لے گئے۔ (۹)

(3)...... آپ خود فرماتے ہیں۔ وہ کام جس کو میں تمام کاموں سے پیچھے سمجھتا تھا وہ سب سے پہلے تھا۔ اور وہ والدہ کی رضامندی تھی۔ اور فرمایا وہ چیز جو میں ریاضت و مجاہدات و مسافرت میں تلاش کرتا رہا وہ میں نے اس میں حاصل کی کہ ایک رات والدہ نے مجھ سے پانی طلب کیا میں پانی لینے کوزہ کے پاس آیا تو اسے خالی پایا۔ پھر صراحی دیکھی تو وہ بھی خالی تھی۔ میں نہر سے پانی لینے چلا گیا واپس آیا تو ماں سو چکی تھی رات بہت سرد تھی میں پیالہ ہاتھ میں لئے کھڑا رہا حتیٰ کہ پیالہ میرے ہاتھ میں جم گیا، جب والدہ بیدار ہوئیں تو ان کو معاملے کا پتہ چلا انہوں نے پانی پیا اور میرے لئے دعا کی اور فرمایا تو نے پیالہ نیچے کیوں نہ رکھ دیا۔ عرض کیا میں اس بات سے ڈرا کہ آپ بیدار ہوں اور مجھے حاضر نہ پائیں۔ (۱۰)

(۹) مشائخ نقشبندیہ مجددیہ، صفحہ 118، 117

(۱۰) تذکرۃ الاولیاء، صفحہ:127

(4)...... ایک روز کا ذکر ہے کہ آپ کی والدہ نے فرمایا آدھا دروازہ کھول دو حضرت با فرید فرماتے ہیں میں صبح تک حیران کھڑا رہا کہ دائیں ہاتھ کی طرف سے کھولوں یا بائیں طرف سے معلوم نہیں والدہ کی رضا کس میں ہے۔(۱۱)

(5)...... آپ کے ادب کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ آپ نے فوت ہوتے ہوئے وصیت کی تھی کہ میری قبر استاذ کی قبر سے گہری بنانا تا کہ ان کی بے ادبی نہ ہو۔(۱۲)

(6)...... یہ واقعہ بھی ادب واحترام کی خوشبو سے لبریز ہے۔ منقول ہے کہ آپ کے گھر سے چالیس قدم کے فاصلے پر مسجد تھی مگر آپ نے اس کی تعظیم کی وجہ سے کبھی راستے میں نہیں تھوکا۔(۱۳)

(7)...... ایک مرتبہ ان سے کسی نے کہا کہ فلاں جگہ ایک بزرگ ہیں۔ یہ ان کی ملاقات کو گئے جب وہاں پہنچے تو بزرگ نے قبلہ کی جانب تھوک دیا۔ حضرت بایزید وہیں سے ملاقات کئے بنا واپس پلٹ آئے اور فرمایا اگر اس شخص کو طریقت میں کوئی دخل ہوتا تو خلاف ادب کام اس سے صادر نہ ہوتا۔

(8)...... ایک بار آپ مسجد کی جانب گئے جب دروازے پر پہنچے تو کھڑے ہو کر رونے لگے۔ لوگوں نے عرض کیا حضور کیا ہوا؟ فرمایا میں اپنے آپ کو حائضہ عورت کی طرح پاتا ہوں۔ کہ وہ ڈرا کرتی ہے کہ اگر مسجد میں جائے تو اسکو آلودہ نہ کردے۔(۱۴)

(۱۱) تذکرۃ الاولیاء، صفحہ: 127

(۱۲)...... نفحات الانس اردو، صفحہ: 87

(۱۳) مشائخ نقشبندیہ مجددیہ، صفحہ: 117

(۱۴)...... تذکرۃ الاولیاء، صفحہ: 128

کلام معرفت:

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام معرفت کے موتیوں سے اس طرح پُر ہوتا تھا کہ بڑے بڑے صاحب ولایت سمجھنے سے خود کو قاصر تصور کرتے ایک دن کچھ لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو آپ نے سر جھکا دیا۔ پھر سر اٹھایا اور فرمایا دراصل بات یہ ہے کہ میں صبح سے کسی ایسی چیز کی تلاش میں ہوں۔ جو تم کو دوں اور وہ تمہارے حوصلہ میں سما سکے اور تم اس کو برداشت کرنے کی طاقت رکھو۔ مگر مجھے کوئی ایسی چیز نہیں ملی۔ (۱۵)

ایک بار حضرت احمد حضرویہ رحمتہ اللہ علیہ خواجہ بایزید بسطامی علیہ الرحمہ سے ملاقات کیلئے گئے۔ گفتگو کا سلسلہ شروع ہوا تو خواجہ احمد نے عرض کیا کچھ نیچے آیئے تاکہ میں سمجھ سکوں۔ بایزید کچھ نیچے آگئے۔ انہوں نے عرض کیا حضرت کچھ اور نیچے آیئے آپ کچھ اور نیچے کی باتیں کرنے لگے پھر کہیں جا کر حضرت بایزید کا کلام سمجھے۔ (۱۶)

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے درجات عالیہ سے نوازا تھا اور آپ کے ہم عصر اولیاء بھی آپ کی شان و مرتبہ کے معترف تھے۔ حضرت خواجہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ حضرت بایزید ہمارے درمیان یوں ہیں جیسے فرشتوں میں جبرائیل ہیں۔ (۱۷)

حضرت ابوسعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ میں اٹھارہ ہزار عالم بایزید سے دیکھتا ہوں اور بایزید درمیان میں نہیں ہے۔ یعنی جو بایزید ہے وہ حق میں گم ہے۔ (۱۸)

---

(۱۵)......تذکرۃ الاولیاء، صفحہ: 130

(۱۶)......مراۃ الاسرار، صفحہ: 310

(۱۷)......تذکرہ الاولیا، صفحہ: 125

(۱۸)......مراۃ الاسرار، صفحہ: 307

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں۔تمام سالکین راہِ خدا کی جہاں پر انتہا ہوتی ہے۔ با یزید کی وہاں سے ابتدا ہوتی ہے۔(۱۹)

منقول ہے کہ حضرت ابوتراب بخشی رحمتہ اللہ علیہ کا ایک بڑا سخی مرید تھا۔اس نے اپنے پیر کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں دن میں سترہ (17) بار اللہ تعالیٰ کا دیدار کرتا ہوں۔ فرمایا اگر ایک بار خواجہ بایزید رحمتہ اللہ علیہ کا دیدار کرو تو میں سمجھوں گا کوئی کام کیا ہے۔ جب وہ حضرت کی زیارت کرنے گیا تو زیارت کرتے ہی جاں بحق ہو گیا۔(۲۰)

اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر روئی کو سارا دن سورج کے سامنے رکھو تو نہیں جلے گی لیکن اگر آفتاب کے سامنے آئینہ (یعنی آتشی آئینہ) رکھ دیا جائے اور اس کے ذریعے روئی پر عکس ڈالا جائے تو وہ فوراً جل جائیگی اس کی وجہ یہ ہے کہ آفتاب آئینہ پہ عاشق ہے اور اپنا جمال اس کے اندر دیکھتا ہے۔لہذا جو چیز عاشق و معشوق کے درمیان حائل ہوتی ہے جل کر خاکستر ہو جاتی ہے۔(۲۱)

روحانی پیاس:

یحییٰ بن معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ کو لکھ بھیجا کہ پیالہ محبت سے زیادہ پی لینے کی وجہ سے مجھے نشہ ہو گیا ہے۔تو آپ نے جواب میں انہیں لکھا کہ تیرے غیر نے (مراد شیخ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کی اپنی ذات ہے۔) تو آسمان و زمین کے سمندر پی لئے اور ابھی تک سیر نہیں ہوا اور اس کی زبان باہر نکلی ہوئی ہے اور وہ کہہ رہا ہے" ھل من مزید

(۱۹)......مراۃ الاسرار، صفحہ: 307

(۲۰)......تذکرۃ الاولیاء، صفحہ:130

مراۃ الاسرار، صفحہ:310

(۲۱)......مراۃ الاسرار، صفحہ:310

"(یعنی کیا کچھ اور بھی ملے گا)۔(۲۲)

حضرت خواجہ بسطامی سے کسی نے پوچھا کہ سنت کیا ہے اور فرض کس کو کہتے ہیں۔آپ نے فرمایا سنت دنیا کو ترک کر دینا اور فرض اللہ تعالیٰ کی محبت ہے۔(۲۳)

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے ساری عمر کرامت کی بجائے کریم کو حاصل کرنے میں صرف کی۔منقول ہے کہ ایک دن آپ دریائے دجلہ پر گئے تو وہ دونوں کناروں تک بھر آیا۔ آپ نے فرمایا مجھے اس امر کے ظاہر کرنے میں ذرا بھی غرور اور فخر محسوس نہیں ہوتا کہ گو میں کتنا ہی بے حیثیت ہوں لیکن اپنی عمر کے تیس (30) سال کسی قیمت پر بھی ضائع نہیں کر سکتا۔مجھے کرامت نہیں کریم چاہیے۔(۲۴)

یہ واقعہ جہاں خواجہ بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت کے بجائے کریم کی محبت کو واضع کرتا ہے وہاں آپ کی عاجزی وانکساری کی بھی روشن دلیل ہے۔

خواجہ بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کو خالق و مالک ذات پر غایت درجہ کا توکل تھا جس کا اظہار وقتاً فوقتاً ہوتا رہتا تھا۔منقول ہے کہ آپ نے ایک بار کسی امام کے پیچھے نماز پڑھی۔نماز کے بعد امام نے پوچھا شیخ! تم کوئی کام کاج تو کرتے نہیں ہو تمہارا کھانا پینا کہاں سے چلتا ہے۔آپ نے فرمایا ٹھہرو میں پہلے نماز کا اعادہ کرلوں پھر تمہاری بات کا جواب دوں گا کیوں کہ جس کو روزی دینے والے کا پتہ نہ ہو اس کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔(۲۵)

---

(۲۲)......طبقات شعرانی، صفحہ: 183

(۲۳)......سفینۃ الاولیاء، صفحہ:106

(۲۴)......سفینۃ الاولیاء، صفحہ:106

(۲۵)......مشائخ نقشبندیہ مجددیہ، صفحہ:121

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے ہمیشہ "سے" کی بجائے "کو" کو ترجیح دی۔ حضرت خواجہ احمد خضرویہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے خواب میں رب تعالی کا فرمان سنا۔

یا احمد کل الناس یطلبون منی الا با یزید فا نہ یطلبنی اے احمد! تمام لوگ مجھ "سے" مانگتے ہیں سوائے بایزید کے۔ وہ مجھ "کو" مانگتا ہے۔(۲۶)

اللہ کے اولیاء کا یہی طریق رہا ہے کہ وہ صرف مالک کی خواہش کرتے ہیں مخلوق کی نہیں۔

وفات:

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے 15 شعبان 261 ہجری ایک روایت کے مطابق 234 ہجری میں وفات پائی، اور دنیا اللہ کے ایک محبوب سے محروم ہوگئی۔ آپ کا مزار بسطام میں ہے۔(۲۷)

روایت ہے کہ آپ کی وفات کے بعد کسی نے آپ کو خواب میں دیکھا اور عرض کیا کیا معاملہ ہوا فرمایا مجھے اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کیا گیا تو اللہ نے پوچھا بوڑھے کیا لائے ہو؟ میں نے عرض کیا جب درویش بادشاہ کے حضور حاضر ہو تو اسے یہ نہیں کہتے کہ کیا لائے ہو بلکہ پوچھتے ہیں کیا چاہتے ہو؟۔(۲۸)

---

(۲۶)......روض الریاحین، صفحہ: 168

(۲۷)......سفینۃ الاولیاء، صفحہ:106

(۲۸)......نفحات الانس اردو، صفحہ:88

حضرت خواجہ ابوالحسن علی بن جعفر الخرقانی رحمۃ اللہ علیہ

اسم گرامی:

آپ کا اسم گرامی ''علی''، اور کنیت ''ابوالحسن'' ہے والد کا نام ''جعفر'' تھا۔ پورا نام یوں ہوا...... ''ابوالحسن علی بن جعفر بن سلیمان خرقانی''۔

ولادت:

آپ کی ولادت کی حتمی تاریخ متعین نہیں البتہ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کی اس پیشین گوئی سے قریب قریب کی تاریخ معلوم کی جاسکتی ہے......

منقول ہے کہ حضرت سلطان العارفین خواجہ بسطامی رحمۃ اللہ علیہ ہر سال رباط دھستان زیارت کیلئے جایا کرتے تھے۔ وہاں شہداء کی قبریں تھے۔ جب خرقان سے گذرتے تو ٹھہر جاتے اور اس طرح سانس لیتے جیسے کچھ سونگھ رہے ہوں۔ مریدوں نے عرض کیا حضرت کیا سونگھ رہے ہیں تو فرمایا، میں چوروں کے اس گاؤں میں ایک مرد خدا کی خوشبو پاتا ہوں۔ اس کا نام ''علی'' اور کنیت ''ابوالحسن'' ہوگی۔ اس کے تین درجے مجھ سے زیادہ ہوں گے۔ 1، وہ اہل وعیال کا بھار اٹھائے گا۔ 2، کھیتی کرے گا۔ 3، اور درخت لگائے گا۔(۱)

حضرات القدس میں ان الفاظ کا اضافہ ہے کہ ''اس کی ولادت مجھ سے سو برس بعد ہوگی''(۲)

---

(۱)......تذکرۃ الاولیاء فارسی، صفحہ: 433

(۲)......حضرات القدس اردو، صفحہ:105

حضرت شیخ بایزید بسطامی کی وفات 15 شعبان 261 ہجری میں ہوئی اس کے مطابق حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی کی ولادت 350ھ کے لگ بھگ ہو بنتی ہے۔ تذکرۃ الاولیاء میں حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی اور شیخ بسطامی علیہما الرحمہ کی باہمی گفتگو کا ذکر ہے (وہ آگے آرہی ہے) جس میں شیخ خرقانی نے کہا ہے کہ (اے بایزید) آپ تو مجھ سے انتالیس سال پہلے گزرے ہیں۔ حقیقت حال سے اللہ تعالیٰ ہی واقف ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

نسبت باطنی:

آپ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے اویسی ہیں۔ یعنی آپ کی تربیتِ روحانی حضرت خواجہ بسطامی کی ''روحانیت'' اور ''فیض باطن'' سے ہوئی۔ البتہ آپ چند واسطوں سے حضرت بایزید کے مرید ہیں۔ کچھ علماء نے ان واسطوں کا ذکر یوں کیا ہے...

حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی مرید ہیں، شیخ ابوالمظفر طوسی کے، وہ مرید ہیں شیخ ابویزید عشقی کے، وہ مرید ہیں شیخ محمد مغربی کے اور وہ مرید ہیں حضرت خواجہ بسطامی کے، رضی اللہ عنہم

آدابِ شیخ اور کسبِ فیض:

منقول ہے کہ ابتداء میں آپ بارہ سال تک عشاء کی نماز خرقان میں پڑھ کر حضرت بایزید کی مرقد انور پر حاضر ہوتے اور زیارت کرنے کے بعد مزار کی جانب پشت کیے بغیر الٹے قدموں واپس لوٹتے اور کہتے اے باری تعالیٰ جو خلعت تو نے بایزید کو عطا کی ہے اس کا کچھ حصہ ابوالحسن کو بھی عطا فرما۔ بارہ 12 برس کے بعد حضرت بایزید کی مرقد سے آواز آئی......

اے ابوالحسن! وقت آگیا ہے کہ تو بیٹھے۔

عرض گزار ہوئے: اے بایزید مدد کر میں اَن پڑھ ہوں اور رموزِ شریعت سے ناواقف ہوں۔

آواز آئی: اے ابوالحسن جو کچھ مجھے عطا کیا گیا تھا وہ سب تیرے طفیل تھا۔

عرض گزار ہوئے: اے بایزید آپ تو مجھ سے انتالیس سال پیشتر گزرے ہیں۔

آواز آئی: ہاں لیکن جب میں خرقان سے گزرتا تھا تو ایک نور دیکھتا تھا جو خرقان سے آسمان تک بلند ہوتا تھا۔ میں تین سال تک ایک حاجت اللہ تعالیٰ سے طلب کرتا رہا۔ مجھے کہا گیا کہ میں تیرے نور کو اس حاجت روائی کیلئے سفارشی ٹھہراؤں۔

شیخ ابوالحسن فرماتے ہیں کہ چوبیس دنوں میں (ایک روایت کے مطابق جب میں خرقان پہنچا تو) میں نے قرآن سیکھ لیا۔ (۳)

مقام و مرتبہ:

سرِ حلقۂ ارباب ذوق، مستغرق در بحر عشق و شوق، عارفِ نورانی، غوث الوقت عجوبۂ ربانی حضرت خواجہ ابوالحسن علی بن جعفر الخرقانی رحمۃ اللہ علیہ، اپنے وقت کے غوث، یگانۂ روزگار اور قبلہ وقت تھے۔ آپ کے زمانے میں آپ کی طرف کوچ ہوا کرتا تھا۔ شیخ ابوالعباس القصاب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ "ہمارا راز خرقانی پر جا پڑے گا" یعنی ہمارے بعد رحلت و زیارت خرقانی کی طرف منتقل ہو جائے گی۔ (۴)

شیخ عطار قدس سرہ فرماتے ہیں کہ:

شیخ ابوالحسن خرقانی، اپنے زمانے کے (مملکت ولایت کے) بادشاہ، قطبِ اوتاد ،ابدال عالم اور اہل نظرِ طریقت کے سلطان اور کوہِ تمکین تھے۔ علم معرفت میں ایک مسلمہ شخصیت تھے کہ جو ہر دم دل سے باحضور اور مشاہدۂ حق میں مشغول رہتے تھے۔ آپ بدن سے ریاضت اور

(۳)......تذکرۃ الاولیاء اردو، صفحہ:367

(۴)......نفحات الانس اردو، صفحہ:335

مجاہدہ میں مصروف رہنے والے، صاحب اسرار وحقائق عالی ہمت اور بزرگ مرتبہ شیخ تھے۔ بارگاہِ الٰہی میں ایسا قرب رکھتے تھے جس کی صفت بیان نہیں ہوسکتی۔(۵)

ملفوظات:

لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ صوفی کس کو کہتے ہیں؟ فرمایا، صوفی جبہ اور مصلے سے نہیں ہوا کرتا اور نہ ہی وہ رسم وعادات سے صوفی بنتا ہے۔ ''صوفی آں بود کہ نہ بود'' صوفی وہ ہوتا ہے جو خود نہ رہے۔ آپ یہ بھی فرماتے ہیں کہ صوفی اس دن ہوتا ہے کہ اس کو آفتاب کی حاجت نہ رہے اور صوفی اس رات ہوتا ہے کہ اس کو چاند، ستاروں کی ضرورت نہ ہو۔ اور نیستی یہ ہے کہ ہستی کی حاجت نہ ہو(۶)

آپ سے پوچھا گیا: مرد کو کیسے معلوم ہو کہ وہ بیدار ہے؟

فرمایا: اس طرح کہ جب خدا کو یاد کرے تو سر سے پاؤں تک خدا کی یاد سے باخبر ہو۔

پوچھا گیا کہ: سچ کیا ہے؟

فرمایا: جو بات دل کہے وہ سچ ہے۔ (یعنی آدمی وہی بات کرے جو اس کے دل میں ہو)

پوچھا گیا: اخلاص کس کو کہتے ہیں؟

فرمایا: جو خدا کیلئے کرے وہ اخلاص ہے اور جو لوگوں کیلئے کرے وہ ریا ہے۔

پوچھا گیا کہ: فنا وبقا کی بات کرنا کس کیلئے مناسب ہے؟

فرمایا: اس آدمی کو کہ اگر اس کو ایک ریشمی تار سے آسمان کے ساتھ لٹکا دیں اور ایسی ہوا چلے کہ درخت، مکانات اور پہاڑ اکھڑ جائیں اور وہ ہوا دریاؤں کو بگاڑ دے مگر اس آدمی کو اپنی

(۵)......تذکرۃ الاولیاء اردو، صفحہ :366

(۶)......نفحات الانس اردو، صفحہ:335

جگہ سے نہ ہلا سکے۔(۷) آپ یہ بھی فرمایا کرتے کہ تو گانا گائے اور خدا کو چاہے اس سے بہتر ہے کہ تو قرآن پڑھے اور خدا کو نہ چاہے۔(۸)

شیخ شبلی نے فرمایا کہ "میں چاہتا ہوں کچھ نہ چاہوں" آپ نے فرمایا یہ بھی تو ایک چاہت ہے۔

محبوب محبت کی گفتگو:

کہتے ہیں کہ ایک رات آپ نماز پڑھ رہے تھے کہ آواز آئی، ہاں اے ابوالحسن کیا تو چاہتا ہے کہ جو کچھ ہم تیرے بارے جانتے ہیں مخلوق سے کہہ دیں تا کہ وہ تجھے سنگسار کر دے۔ آپ نے عرض خداوند! جو کچھ میں تیری رحمت کے بارے جانتا ہوں لوگوں سے کہہ دوں تا کہ کوئی تجھے سجدہ نہ کرے۔ آپ فرماتے ہیں کہ مجھے آواز، نہ تم کہو نہ ہم کہتے ہیں۔(۹)

وفات:

آپ کی وفات منگل کی شب 10 محرم الحرام 425ھ میں ہوئی۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ اس شخص کی صحبت میں مت بیٹھو کہ تم کہو خدا، اور وہ کچھ اور کہے۔(۱۰)

☆☆......☆☆☆......☆☆

(۷)......نفحات الانس، صفحہ: 335

(۸)......المرجع السابق

(۹)......تذکرۃ الاولیاء، صفحہ:368

(۱۰)......سفینۃ الاولیاء اردو، صفحہ:106

شیخ ابوعلی فضل بن محمد الطوسی المعروف بوعلی فارمدی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا نام فضل بن محمد ہے۔خراسان کے شیخ الشیوخ ہیں اپنے وقت میں یکتا تھے اور اپنی طریقت میں خاص تھے۔(۱)

شیخ بوعلی فارمدی علیہ الرحمہ بڑے پراثر خطیب اور شیریں گو واعظ تھے وعظ وتذکیر کی تربیت آپ نے ابوالقاسم قشیری سے حاصل کی۔(۲)

یہ وہی شیخ ابوالقاسم قشیری ہیں جن کی مشہور تصانیف میں رسالہ قشیریہ اور تفسیر قشیری ہیں۔(۳)

تصوف میں ان کی نسبت دو احباب کی جانب ہے ایک تو شیخ الشیوخ حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی کی جانب اور دوسری حضرت شیخ ابوالقاسم گرگانی کی طرف۔حضرت شیخ ابوالقاسم گرگانی خواجہ ابوالحسن خرقانی کے اجل خلفاء میں سے تھے۔(۴)

خطرات قلب:

طائفہ نقشبندیہ کے ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ شیخ ابوعلی کو خطرات قلب پر واقفیت دی گئی تھی مگر اس کے اظہار کی اجازت نہ تھی۔(۵)

حضرت خواجہ بوعلی فامدی نے اپنی تعلیم وتربیت اور سلوک ومعرفت کے حالات خود

(۱)......نفحات الانس اردو، صفحہ :399

(۲)......مراۃ الاسرار، صفحہ:513

(۳)......مشائخ نقشبندیہ مجددیہ، صفحہ:131

(۴)......نفحات الانس، صفحہ:399، مراۃ الاسرار، صفحہ:513

(۵)......حضرات القدس اردو، صفحہ:111

ارشاد فرمائے ہیں......

زیارت ولی:

آپ فرماتے ہیں کہ میں ابتدائے جوانی میں طلب علم کیلئے نیشاپور گیا۔ میں نے سنا کہ شیخ ابوسعید ابوالخیر ''منہ'' سے تشریف لائے ہیں اور مجلس میں وعظ فرما رہے ہیں۔ میں شوق زیا رت میں حاضر خدمت ہوا جب میری نگاہ ان کے رخ زیبا پر پڑی تو میں ان پر شیدا ہو گیا۔ اور گر وہ صوفیا کی محبت میرے دل میں گھر کر گئی۔ ایک دن میں مدرسہ کے حجرے میں بیٹھا ہوا تھا کہ دل میں دیدار کی تمنا پیدا ہوئی حالانکہ وہ شیخ کے باہر تشریف لانے کا وقت نہ تھا میں نے بہت صبر کرنا چاہا مگر نہ کر سکا اور چوراہے میں آ گیا۔ کیا دیکھا کہ شیخ ایک بہت بڑی جماعت کے ساتھ جا رہے ہیں۔ میں بھی (چھپ چھپا کر) ان کے پیچھے ہو لیا۔ وہ ایک جگہ جا کر ٹھہر گئے اور میں بھی ایک کو نے میں ایسی جگہ بیٹھ گیا جہاں سے شیخ مجھے نہ دیکھ سکتے تھے۔

شیخ سماع میں مشغول ہوئے اور ان پر کیفیت طاری ہوئی اور وجد عظیم ظاہر ہوا اور انہوں نے اپنے کپڑے پھاڑ لیے۔ سماع سے فراغت کے بعد ان کے پھٹے ہو کپڑے اتار لئے گئے اور ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا گیا۔ شیخ نے ایک آستین بمعہ دامن کے اٹھا کر علیحدہ رکھ لیا اور آواز دی کہ اے ابوعلی طوسی تو کہاں ہے۔ میں خاموش رہا کیونکہ شیخ نے نہ مجھے دیکھا تھا اور نہ ہی وہ مجھے پہنچانتے تھے۔ میں نے سوچا ہو سکتا ہے ان کے مریدوں میں سے کوئی ہو جس کا نام بھی علی طوسی ہو، شیخ نے دوبارہ آواز دی مگر میں نے پھر خاموشی کو اپنا لیا جب تیسری بار آواز دی تو میں اٹھا اور سامنے آ گیا آپ نے وہ آستین اور دامن مجھے دیا اور فرمایا جاؤ اور اس کو محفوظ رکھو۔ تم ہمیں اس آستین اور دامن کیطرح عزیز ہو۔ میں نے وہ کپڑا لے لیا اور شیخ کے ساتھ تواضع اور ادب بجالایا

اور اس ٹکڑے کو ایک عزیز جگہ پر جا کر رکھ دیا۔ مجھے شیخ سے بہت سے فوائد حاصل ہوئے اور عجب حالات پیدا ہوئے اور روشنیاں ظاہر ہوئیں۔

امام ابوالقاسم کی خدمت میں:

(آپ فرماتے ہیں) جب شیخ نیشاپور سے چلے گئے تو میں امام ابوالقاسم قشیری کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور جو واقعات و حالات پیدا ہوئے تھے ان کے سامنے ذکر کئے۔ آپ نے فرمایا اے لڑکے جا تحصیل علم میں مشغول ہو۔ میں تحصیل علم میں مشغول ہو گیا اور یہ روشنی بڑھتی جاتی تھی۔ میں تین 3 سال تک علم میں مشغول رہا حتی کہ ایک روز امام ابوالقاسم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور اپنا حال بیان کیا۔ آپ نے فرمایا جب علم نے تجھ سے ہاتھ اٹھا لیا تو تو بھی اس سے ہاتھ اٹھا لے اور طریقت کے کام میں لگ جا اور معاملہ میں مشغول ہو جا۔ میں مدرسہ سے اپنا سامان اٹھا کر خانقاہ میں لے آیا اور استاذ کی خدمت میں مشغول ہو گیا۔

خدمت شیخ کی اہمیت:

(آپ فرماتے ہیں) ایک دن امام ابوالقاسم حمام میں غسل فرمانے کیلئے گئے تو میں اٹھا اور چند ڈول پانی کے اٹھا کر حمام میں ڈالے جب امام حمام سے واپس آئے تو نماز پڑھی اور فرمایا وہ شیخ کون تھا جس نے حمام میں پانی ڈالا تھا۔ میں اس خوف کی وجہ سے کچھ نہ بولا کہ ہو سکتا ہے حضرت کو بھلا معلوم نہ ہوا ہو۔ آپ نے دوسری بار پھر پوچھا مگر میں اب بھی خاموش رہا۔ جب آپ نے تیسری بار دریافت کیا تو میں نے عرض کیا حضور یہ خادم تھا۔ آپ نے فرمایا اے بوعلی جو کچھ ابوالقاسم نے ستر سال میں پایا تھا تو نے پانی کے ایک ڈول میں پا لیا۔ پھر میں ایک عرصہ تک کے پاس ریاضت اور مجاہدہ میں مشغول رہا۔ ایک دن مجھ پر ایک حالت طاری ہوئی اور میں اس گم سا ہو گیا۔ میں نے یہ حالت شیخ سے عرض کی تو آپ نے فرمایا کہ اے ابوعلی میرا سلوک اس

مقام سے زیادہ نہیں آگے کا حال میں نہیں جانتا۔ میں نے دل میں سوچا کہ مجھ کو ایسا پیر (تلاش کرنا) چاہیے جو مجھے اس سے بھی آگے لے جائے۔ وہ حالت مجھ پر بڑھتی گئی اور کمال کو پہنچ گئی۔ چونکہ میں نے شیخ ابوالقاسم گرگانی کا نام سن رکھا تھا لہذا میں طوس کیجانب چل نکلا اور آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ دیکھا تو آپ اپنے مریدوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے دو رکعت نماز تحیۃ المسجد ادا کی اور شیخ کے سامنے چلا آیا۔ حضرت اس وقت مراقبہ میں تھے آپ نے سر اٹھایا اور فرمایا آؤ بوعلی کیا چاہتے ہو۔ میں سلام کر کے بیٹھ گیا اور اپنے واقعات بیان کیے۔ شیخ نے فرمایا تمہاری ابتدائی حالت تم کو مبارک ہو تم ابھی کسی مرتبہ کو نہیں پہنچے اگر تربیت پاؤ گے تو بڑے مرتبہ کو پہنچو گے۔ میں نے دل میں کہا کہ میرے یہی پیر ہیں اور وہیں مقیم ہو گیا۔ آپ ایک عرصے تک مجھ سے ریاضتیں اور مجاھدے کرواتے رہے۔ ایک دن میری طرف متوجہ ہوئے اور مجھے نکاح کر لینے کا ارشاد فرمایا اور اپنی صاحبزادی کے ساتھ میرا عقد کر دیا۔ قبل اس کے کہ شیخ ابوالقاسم مجلس مقرر کریں حضرت ابو سعید ابوالخیر "منہ" سے آئے ہوئے تھے۔ میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا اے بوعلی وہ زمانہ آ گیا کہ اب تجھے طوطی کی طرح بولنا سکھائیں گے۔ ابھی زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ شیخ ابوالقاسم نے میرے لیے مجلس مقرر کی اور (اسرار) کی باتیں مجھ پر کھل گئیں۔ (٦)

وفات:

حضرت شیخ بوعلی فارمدی کی تاریخ وصال حضرات القدس میں ۵۱۱ درج ہے جبکہ مشائخ نقشبندیہ مجددیہ میں ۴۷۷ھ لکھی ہوئی۔ رسالہ قشیریہ کے مترجم ڈاکٹر پیر محمد حسن رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ۴۷۷ھ ہی تحریر کی ہے۔ (۷)

(٦)......نفحات الانس اردو، صفحہ :401

(۷)......مقدمہ رسالہ قشیریہ 96

حضرت خواجہ ابو یعقوب محمد یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ

اسم وولادت:

حضرت خواجہ کا نام محمد یوسف اور کنیت ابو یعقوب ہے آپ کی ولادت 440 میں ہوئی ۔آپ کے آباء واجداد ہمدان کے باشندے تھے۔(۱)

تعلیم وتربیت:

اٹھارہ برس کی عمر میں آپ بغداد تشریف لے گئے اور علامہ ابو اسحٰق شیرازی سے علم فقہ حاصل کیا اور اپنے ساتھیوں پر فوقیت لے گئے۔آپ علم فقہ وغیرہ خصوصا منطق میں اپنے معاصرین سے بڑھ گئے تھے آپ کی جودت ذہنی ہی تھی کہ علامہ ابو اسحٰق شیرازی آپ کو چھوٹی عمر ہونے کے باوجود شاگردوں میں سے اول نمبر پر بٹھایا کرتے تھے۔(۲)

حصول علم کیلئے سفر:

آپ نے حصولِ علم کی خاطر متعدد ممالک کے دورے کئے جن میں سے بغداد، اصفہان، عراق، خراسان، سمرقند، اور بخارا سرفہرست ہیں۔ان ممالک میں جا کر آپ نے بحرِ علم سے اپنی تشنگی کو خوب بجھایا اور مشائخ کی کثیر جماعت سے حدیث کا سماع کیا۔

فقہی مسلک اور پند ونصائح:

فقہاء اربعہ میں سے آپ امام الائمہ سراج الامہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے

(۱)......سفینۃ الاولیاء، صفحہ :108

(۲)......نفحات الانس اردو، صفحہ:406

مقلد اور سچے حنفی تھے۔ تعلیم کے بعد آپ نے پند و نصائح کا سلسلہ شروع کیا اور لوگوں کو خوب نوازا، علما و مشائخ کا جم غفیر ہمہ وقت آپ کی صحبت سے فیض یاب ہوا کرتا تھا۔ آپ کو فتاوی دینیہ اور احکام شرعیہ پر پوری دستگاہ حاصل تھی اور آپ علوم و معارف میں پوری مہارت رکھتے تھے۔ (۳)

علماء و فقہا بڑی تعداد میں آپ کی خانقاہ میں جمع رہتے تھے اور مجلس علم میں حاضری دیتے۔ آپ نے آذربیجان، عراق اور خراسان کے لوگوں کو خوب تربیت فرمائی۔ (۴)

بیعت:

مشہور یہ ہے کہ آپ حضرت خواجہ ابو علی فارمدی کے مرید ہیں۔ ان کے علاوہ آپ نے شیخ عبداللہ جونی اور شیخ حصن سمنانی کی بھی صحبت اختیار کی۔ (۵)

حضرت یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ امام عالم، عارف ربانی صاحب احوال اور اللہ کی عظیم مہربانیوں، کرامات اور مقامات جلیلہ والے تھے۔ آپ نے عبادات، مجاہدات اور ریاضیات کا طریق اختیار کیا اور مشائخ نقشبندیہ کی صفِ اول کے مقیم ہوئے۔ ابتداء میں آپ مرو میں مقیم تھے پھر وہاں سے ہرات تشریف لے گئے کچھ مدت وہاں اقامت اختیار کی۔ بعدازاں مرو کے لوگوں کی التماس پر مرو آئے مگر پھر ہرات واپس چلے گئے۔ کچھ عرصہ بعد دوبارہ مرو جانے کے ارادے سے نکلے مگر راستے میں آپ کا وصال ہو گیا۔ (۶)

خواجہ محمد یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کے علو درجات کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا

(۳)...... حضرات القدس اردو، صفحہ :114

(۴)...... مشائخ نقشبندیہ مجددیہ، صفحہ:134

(۵)...... سفینۃ الاولیا، صفحہ:108، مراۃ الاسرار صفحہ:531

(۶)...... نفحات الانس، صفحہ:407

ہے کہ وقت کے سلطان الاولیا اور امام الکل حضور سیدنا عبدالقادر جیلانی المعروف غوث اعظم سرکا رضی اللہ عنہ آپ ہی کے صحبت یافتہ تھے۔ امام محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے خود ان کا تذکرہ فرمایا ہے......

"قدم الیٰ بغداد رجل من همدان یقال له یوسف الهمدانی و کان یقال له انه قطب"

یعنی ہمدان سے یوسف ہمدانی نامی شیخ بغداد میں تشریف لائے ہیں۔ اور ان کے بارے کہا جاتا ہے کہ وہ قطب ہیں۔ (۷)

مزید فرماتے ہیں کہ میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا......

"یا عبدالقادر تکلم علی الناس فقلت یا سیدی انا رجل اعجمی ایش اتکلم علی فصحاء بغداد فقال لی انت الان حفظت الفقه واصول الفقه والاختلاف والنحو واللغة و تفسیر القران الان یصلح لك ان تتکلم علی الناس اصعد علی الکرسی و تکلم علی الناس فانی اری فیك عرقا سیصیر نخلة"

یعنی اے عبدالقادر لوگوں کو وعظ و نصیحت سنایا کرو میں نے عرض کیا سیدی میں عجمی ہوں فصحاءِ بغداد کے سامنے کیسے گفتگو کروں؟ فرمایا: تم نے فقہ، اصول فقہ، اختلاف مذہب، نحو لغت اور تفسیر قرآن کو خوب حاصل کیا ہے پھر کیونکر آپ لوگوں کو کلام کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ آپ کرسی پر بیٹھیے اور لوگوں سے گفتگو کیجیے بے شک میں آپ میں ایک جڑ دیکھ رہا ہوں جو عنقریب درخت ہو جائے گی۔ (۸)

شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ اپنی بعض تصانیف میں فرماتے ہیں کہ 602ھ میں

(۷)......بہجۃ الاسرار عربی، صفحہ: 147

(۸)......بہجۃ الاسرار اردو، صفحہ: 396

شیخ اوحد الدین کرمانی شہر قونیہ سے میرے ہاں تشریف لائے ۔انہوں نے کہا کہ ہمارے ملک میں خواجہ محمد یوسف ہمدانی جو کہ ساٹھ سال سے زیادہ وہ عرصہ مسند ارشاد پر متمکن رہے۔ایک دن اپنے گوشہ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ناگاہ باہر نکلنے کو جی چاہا حالانکہ جمعہ کے علاوہ ان کی عادت نہ تھی کہ باہر نکلتے ،اس لئے یہ عادت ان پر گراں گزری۔ان کو کچھ معلوم نہ تھا کہ کہاں جانا ہے لہذا آپ گھوڑے پر سوار ہوئے اور اس کی باگ کو چھوڑ دیا اور کہا کہ جہاں اللہ چاہے گا لے جائے گا ۔وہ گھوڑا ان کو شہر سے باہر جنگل کی طرف لے گیا یہاں تک کہ ایک ویران مسجد میں لے جا کر کھڑا ہو گیا۔شیخ نیچے اترے اور مسجد میں داخل ہو گئے ۔دیکھا ایک نوجون سر نیچا کئے ہوئے تھا۔اس نے سر اٹھایا اور کہا اے یوسف! مجھے ایک مشکل مسئلہ درپیش ہے۔آپ نے اس کا مسئلہ حل کیا اور فرمایا اے فرزند تجھے جو مسئلہ ہو شہر آ کر مجھ سے پوچھ لیا کرو مجھے یوں تکلیف نہ دیا کرو۔اس نوجون نے شیخ کی طرف دیکھا اور کہا کہ مجھے کوئی مشکل پیش آئے گی تو ہر پتھر میرے لیے آپ جیسا یوسف بن جائے گا۔شیخ ابن عربی فرماتے ہیں میں نے اس سے جان لیا کہ مرید اپنی سچائی سے شیخ کو اپنی جانب متوجہ کر سکتا ہے۔(۹)

کرامات:

خواجہ محمد یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ صاحب کرامات بزرگ تھے جن سے متعدد کرامات وخوارق عادات ظاہر ہوئیں۔ان میں سے چند حسب ذیل ہیں......

☆......منقول ہے کہ ایک مرتبہ فرنگیوں نے ہمدان کی ایک عورت کے لڑکے کو قید کر لیا وہ عورت گریہ وزاری کرتی حضرت کی بارگاہ میں حاضر ہوئی اور اپنا حال کہہ سنایا۔حضرت نے اس

(۹)......نفحات الانس، صفحہ: 407

کو صبر کرنے کی نصیحت کی۔اس نے کہا میں صبر نہیں کر سکتی۔آپ نے اس وقت ہاتھ اٹھائے اور یہ دعا کی کہ۔یا اللہ اس کو قید سے چھڑا دے اور جلد رہائی عطا فرما۔پھر فرمایا"جا تو لڑکے کو اپنے گھر میں پائے گی"

عورت جب گھر لوٹی تو لڑکے کو موجود پایا۔تعجب ہو کر لڑکے سے کیفیت دریافت کی تو لڑکے نے کہا میں ابھی قسطنطنیہ میں تھا اور بیڑیاں میرے قدموں میں تھیں نگہبان میرے ارد گرد تھے۔اتنے میں ایک شخص آیا جس کو میں نے کبھی نہ دیکھا تھا پھر پلک جھپکتے ہی وہ مجھ کو یہاں لیا آیا۔عورت حضرت کے پاس آئی اور لڑکے کا قصہ بیان کیا تو آپ نے فرمایا۔کیا تو اللہ کی قدرت سے تعجب کرتی ہے۔(۱۰)

☆......مروی ہے کہ ایک روز آپ وعظ فرما رہے تھے کہ دو فقیہ اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا خاموش ہو جاؤ تم بدعتی ہو۔آپ نے فرمایا تم خاموش ہو جاؤ اور زندہ نہ رہو۔اتنا کہا تھا کہ وہ فوراً مر کر گر پڑے۔(ایضا)

☆......ایک مرتبہ آپ جامعہ نظامیہ بغداد میں وعظ فرما رہے تھے کہ ابن السقاء جو مشہور فقیہ تھا، اٹھا اور آپ سے ایک سوال پوچھا آپ نے فرمایا بیٹھ جا، میں تیرے کلام سے کفر کی بو پاتا ہوں۔تیری موت اسلام پر معلوم نہیں ہوتی۔اس واقعہ کے کچھ عرصہ بعد ایک نصرانی روم کے بادشاہ کی طرف سے ایلچی بن کر خلیفہ کے پاس آیا۔ابن السقاء نے اس کا مصاحب بننے کی درخواست کی جو اس نے قبول کی اور اس کو اپنے ساتھ قسطنطنیہ لے گیا اور روم کے بادشاہ کے سامنے پیش کر دیا جہاں ابن السقاء نے مذہب اسلام چھوڑ کر نصرانیت کو اپنا لیا اور اس مذہب پر واصل جہنم ہو گیا۔(۱۱)

ابن السقاء کا واقعہ اور بھی بہت سے طریق سے روایت کیا گیا ہے۔بہر حال یہ بات

(۱۰)......بہجۃ الاسرار عربی، صفحہ: 147، اردو، صفحہ :395

(۱۱)......نفحات الانس، صفحہ:408

پکی ہے کہ اس نے نصرانیت کو اختیار کرلیا تھا۔ ابن السقاء وقت کا مشہو فقیہ اور حافظ قرآن تھا مگر او لیاء کی گستاخی کی بڑی عظیم سزا پائی۔ آج بھی کچھ لوگوں میں ابن السقاء کے جراثیم پائے جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں ان سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

کہتے ہیں کہ بوقت موت ابن السقاء سے پوچھا گیا کہ تجھے قرآن کی کوئی آیت یاد ہے ؟ تو اس نے کہا نہیں صرف یہ آیت یاد ہے۔ "ربما یود الذین کفروا لو کانوا مسلمین" یعنی بہت سے کافر لوگ (کافروں سے دوستی کرنے والے) قیامت کے دن کہیں گے کہ کاش وہ مسلمان ہوتے۔ (۱۲)

وفات:

خواجہ محمد یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ہرات سے مرو جاتے ہوئے راستے میں 535 ہجری میں ہوئی۔ پہلے آپ کو وہیں دفن کیا گیا جہاں آپ نے وصال فرمایا تھا بعد ازاں مرو کے لو گ آپ کے جسد مبارک کو مرو لے گئے۔ اب آپ کا مزار پرانوار مرو میں ہے۔ جس کی عام طور پر لوگ زیارت کرتے اور فیض لوٹتے ہیں۔ (۱۳)

☆☆☆☆☆☆

(۱۲)......قلائد الجواہر اردو، صفحہ :249

(۱۳)......نفحات الانس، صفحہ:407

حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی المالکی نسباً الحنفی مذہباً رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے تھے اور حضرت خواجہ یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ان کے والد کا نام ''عبدالجلیل'' تھا جو ملکِ روم میں رہتے تھے۔

حوادث زمانہ کی وجہ سے بخارا چلے آئے۔حضرت خضر علیہ السلام کے مصاحب بنے انہوں نے ان کو، خواجہ عبدالخالق غجدوانی کی بشارت بھی دی تھی۔یونہی ہوا کہ حضرت خواجہ کی ولادت ''غجدوان'' میں ہوئی اور وہیں ان کو دفن کیا گیا۔غجدوان بخارا سے چھ فرسنگ دور ایک قصبہ ہے۔

ارغام المرید، ص:52 پر ہے کہ ان کی ولادت سے پہلے ہی حضرت خضر علیہ السلام نے ان کا نام عبدالخالق رکھا تھا۔اور جب یہ پیدا ہوئے اور سن بلوغت کو پہنچے تو حضرت خضر علیہ السلام نے ہی ان کو ذکر خفی اور نفی اثبات کا طریقہ جو اس سلسلہ (نقشبندیہ) کے اکابرین میں معروف تھا، تعلیم دیا۔

آپ طریقت میں حجت اور اکابرین میں مقبول ہوئے۔آپ سے پہلے یہ طریقہ ''طیفوریہ'' کے نام سے معروف تھا آپ کے بعد اس سلسلہ پر 'خواجگان' کا لقب غالب آ گیا اور یہ سلسلہ حضرت خواجہ شاہِ نقشبند تک اسی نام ولقب سے معروف رہا۔مولانا جامی نے ''نفحات'' میں اسی طرح تحریر کیا ہے۔اور فرمایا کہ حضرت خضر علیہ السلام ان کے ''پیر سبق'' اور حضرت خواجہ یوسف ان کے پیر صحبت وخرقہ ہیں۔

کرامات:

ان کی کرامات میں سے بڑی کرامت یہ ہے کہ آپ فرض نماز حرم شریف میں ادا کیا

کرتے تھے۔

معاملات ہمدانیہ، مناقب خواجہ یوسف ہمدانی اور ''رسالۃ الوصیۃ فی آداب الطریقۃ'' ان کی تالیفات میں سے ہیں۔

وفات:

صحیح قول کے مطابق آپ کی وفات 12 ربیع الاول 575ھ میں ہوئی۔ جو لوگ 617 کہتے ہیں، غلط ہے۔

فائدہ:

غجدوان کو بعض لوگ دال کے فتح کے ساتھ پڑھتے ہیں اور کچھ ضمہ کے ساتھ۔ لیکن ''خیر الکلام فی التفیض عن اغلاط العوام'' میں فتحہ کے ساتھ پڑھنے کو ترجیح دی ہے اور ضمہ کے ساتھ ''غجدُوان'' پڑھنے کو غلط کہا ہے۔ البتہ غین پر ضمہ پڑھا جاتا ہے۔ ''غُجدَوان''

واللہ اعلم بحقائق التحقیق والتدقیق۔

☆☆☆☆☆☆☆

حضرت خواجہ محمد عارف ریوگری قدس سرہ

ولادت باسعادت:

آپ کی ولادت ''ریوگر'' میں ہوئی جو بخارا سے چھ 6 فرسنگ کے فاصلہ پر ایک گاؤں ہے۔ حضرت عبدالخالق غجدوانی علیہ الرحمہ کے چار خلفاء تھے جن کے اسماء یہ ہیں۔

1۔ حضرت خواجہ محمد عارف ریوگری　　2۔ حضرت خواجہ اولیاء کبیر

3۔ حضرت خواجہ احمد صدیق　　4۔ خواجہ سلیمان کرینی قدس سرہم

صاحب نفحات نے ''خواجہ سلیمان کرینی'' کا ذکر نہیں کیا اور حضرت خواجہ عبدالخالق کے صرف تین خلفاء کو شمار کیا ہے۔ آپ ان میں سے اعظم خلیفہ تھے جو کارخانہ عرفان کے بادشاہ ہیں۔ حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند کا سلسلہ ان خلفاء میں سے آپ تک پہنچتا ہے۔ تاحیات حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر رہے اور باطنی فیوض وکمالات حاصل کئے۔ علم وحلم، زہد وتقویٰ، ریاضت وعبادت اور اتباع سنت نبوی میں اعلیٰ شان رکھتے تھے۔

وفات:

آپ کی تاریخ وفات ارغام المریدص 53 پر تبیان الوسائل الحقائق فی بیان سلاسل الطرائق کے حوالہ سے 649ھ تحریر ہے۔ جبکہ بعض دوسری کتب 616ھ ماہِ شوال درج ہے۔

(تاریخ اولیاء فارسی، صفحہ:74)

☆☆☆☆☆☆☆

حضرت خواجہ محمود انجیر فغنوی قدس سرہ

ولادت:

آپ کی ولادت ''انجیر فغنی'' میں ہوئی۔ یہ بخارا کے علاقوں میں سے وابکنہ کا ایک گاؤں ہے۔ وابکنہ ایک قصبہ ہے جو چند دیہات اور مزروعہ کھیتوں پر مشتمل، شہر سے تیس کوس پر واقع ہے ۔آپ تادم اخیر یہیں تشریف فرما رہے اور لوگوں کی تربیت وہدایت میں مصروف رہے۔(۱)

نسبتِ باطنی:

طریقۂ نقشبندیہ میں آپ کا انتساب ''حضرت خواجہ محمد عارف ریوگری'' سے ہے۔آپ ،خواجہ ریوگری کے اعظم واکمل اصحاب میں سے تھے۔ جب خواجہ ریوگری کا وقتِ وصال قریب آیا تو انہوں نے آپ کو اپنا خلیفہ ونائب مقرر کیا اور لوگوں کی رشد وہدایت کی اجازت مرحمت فرمائی۔(۲)

ذکر جہر:

آپ نے اقتضائے زمانہ اور وقت کی مصلحتوں کے پیش نظر طلاب کو ذکر جہر کی اجازت دی۔اس طریقہ عالیہ میں آپ ہی وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے ذکر جہر شروع کیا۔

حضرت خواجہ عبدالخالق اور خواجہ عارف ریوگری نے ذکر بالجہر نہیں کیا۔خواجہ اولیاءِ کبیر نے خواجہ محمود انجیر فغنوی پہ اعتراض کیا کہ آپ نے اپنے پیر کے طریقے کے خلاف ذکر بالجہر کیوں شروع کیا؟۔آپ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ ''مجھ کو حضرت پیر نے اخیر وقت میں یہ فرمایا تھا کہ تم

(۱)......حضرات القدس اردو، صفحہ :139

(۲)......مشائخ نقشبندیہ مجددیہ، صفحہ:147

ذکر جہر کیا کرو"۔(۳)

حضرت خواجہ محمود علیہ الرحمہ کا یہ کہنا کہ مجھے پیر صاحب نے اخیر وقت میں حکم دیا کہ تم ذکر جہر کرو، اس کی توجیہہ میں "علامہ محمد حسن نقشبندی مجددی قدس سرہ" رقم طراز ہیں......

راقم الحروف (محمد حسن نقشبندی) کے خیال میں یہ بات آتی ہے کہ آخر نفس میں حضرت خواجہ عارف کا ذکر جہر فرمانا ایسا تھا جیسا دمِ اخیر مریض کے پاس باآواز بلند ذکر، کلمہ یاد دلانے کے واسطے کہا کرتے ہیں۔اس سے خواجہ محمود اجازتِ ذکرِ جہر سمجھے۔(۴)

ذکر بالجہر کی اجازت کس کیلئے؟:

منقول ہے کہ مولانا حافظ الدین بخاری علیہ الرحمہ جو کہ علماءِ کبار اور خواجہ محمد پارسا کے اجداد میں سے تھے، نے رئیس العلماء علامہ شمس الائمہ حلوائی اور دیگر کثیر علماء کی موجودگی میں حضرت خواجہ محمود سے پوچھا کہ آپ ذکر بالجہر کس نیت سے کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا......

"اس لئے تا کہ سویا ہوا بیدار ہو جائے، غافل آگاہ ہو جائے، اور استقامتِ شریعت کے ساتھ اس راہ پر آئے۔اور حقیقتاً توبہ کی طرف راغب ہو"

یہ سن کر مولانا نے فرمایا، آپ کی نیت درست ہے۔آپ کیلئے یہ شغل مباح ہے لیکن اس کی کوئی حد مقرر فرمایئے جس سے حقیقت و مجاز آشنا اور بیگانہ و یگانہ ممتاز ہو جائے۔

خواجہ محمود علیہ الرحمہ نے فرمایا: یہ ذکر بالجہر اس شخص کو مسلم ہے جس کی زبان دروغ (جھوٹ) و غیبت سے پاک ہو، اس کا حلق حرام و شبہ کے لقمے سے صاف ہو، اس کا دل ریا سے پاکیزہ ہو، اور اس کا سر (سوچ و فکر) توجہ ماسواء سے خالی ہو۔(۵)

(۳)......حضرات القدس اردو، صفحہ 139

(۴)(۵)......مشائخ نقشبندیہ مجددیہ، صفحہ 148-147

قابل اقتداء کون؟:

خواجہ علی رامتینی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ ایک درویش نے حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کی اور پوچھا کہ اس زمانے کے مشائخ میں ایسا کون بزرگ ہے جو استقامت کا مرتبہ رکھتا ہو، تا کہ دستِ ارادت سے اس کا دامن پکڑوں اور اس کی پیروی کروں۔ حضرت خضر نے فرمایا" ان صفات کے بزرگ حضرت خواجہ محمود انجیر فغنوی ہیں"۔

خواجہ علی رامتینی کے بعض اصحاب نے فرمایا کہ وہ درویش خود حضرت رامتینی تھے، مگر اس وجہ سے اپنا نام نہ بتایا کہ یہ ظاہر نہ ہو کہ آپ نے حضرت خضر علیہ السلام کو دیکھا ہے۔(٦)

کرامات:

آپ سے متعدد کرامات و خوارق عادات ظاہر ہوئیں۔ افادۂ عام کیلئے ایک کرامت زینت قرطاس کی جاتی ہے......

ایک روز خواجہ علی رامتینی اپنے اصحاب کے ساتھ قریہ رامتین میں ذکر میں مشغول تھے کہ اتنے میں ایک بڑا سفید رنگ کا مرغ اڑتا ہوا ان کے سر پر سے گزرا۔ جونہی وہ مرغ آپ کے سر پر سے گزرا تو فصیح زبان میں بولا" اے علی! مردہ نہ رہ" تمام ساتھی اس مرغ کو دیکھتے ہی اور سنتے ہی بے ہوش ہو گئے۔ جب افاقہ ہوا تو خواجہ علی سے پوچھا کہ ہم نے اس وقت جو دیکھا اور سنا اس کی حقیقت کیا ہے؟۔ آپ نے فرمایا......

خواجہ محمود علیہ الرحمہ کو اللہ تعالیٰ نے وہ بزرگی عطا فرمائی ہے کہ آپ ہمیشہ اس مقام میں جہاں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام سے ہزاروں کلمات فرمائے، پرواز کرتے ہیں۔ آپ

(٦)......رشحات عین الحیات، صفحہ:34

اس وقت خواجہ دہقان قلتی (جو خواجہ اولیائے کبیر کے پہلے خلیفہ ہیں) کے سرہانے تشریف لے گئے تھے۔ کیونکہ ان کا وقتِ آخر قریب آ گیا تھا اور انہوں نے دعا کی تھی کہ اے اللہ میرے آخیر وقت میں اپنے دوستوں میں سے کسی کو بھیج تاکہ اس وقت مجھے مدد پہنچے۔ اس لئے خواجہ محمود کو حکم ہوا تھا کہ خواجہ دہقان کے پاس تشریف لے جائیں اور آخیر وقت میں اس کی مدد کریں۔(۷)

وفات حسرت آیات:

آپ کی وفات 715ھ میں ہوئی۔ اور آپ کا مزار پرانوار بخارا میں مرجع خاص و عام ہے۔(۸)

☆......☆......☆......☆......☆

(۷)......حضرات القدس اردو ، صفحہ:140

(۸)......سفینۃ الاولیاء اردو، صفحہ:110

حضرت خواجہ علی النساج رامیتنی المعروف حضرت عزیزاں رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت خواجہ محمود انجیر فغنوی کے مرید و خلیفہ تھے۔ اس طریقہ عالیہ میں آپ کا لقب ''حضرت عزیزان'' ہے اور آپ کو ''شیخ علی نساج'' بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ آپ کپڑا بننے کا کام کرتے تھے۔

آپ حضرت خواجہ محمود رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت سے اعلیٰ و اکمل مقامات تک پہنچے۔ ارغام المرید ص 54 پر ''تبیان الوسائل'' کے حوالے سے نقل کیا گیا کہ آپ حضرت مولانا جلال الدین رومی علیہ الرحمہ کی صحبت فیض کے بھی مستفید ہوئے۔ اسی لئے مولانا جامی علیہ الرحمہ نے نفحات الانس میں حضرت عزیزاں کے ترجمہ میں تحریر کیا ہے۔ مولانا جلال الدین رومی علیہ الرحمہ نے اپنی غزلیات میں ایک شعر لکھا ہے جس کے بارے میں اکابرین سے سنا ہے کہ اس میں ''حضرت خواجہ علی'' کی طرف اشارہ ہے۔

گر نہ علم حال فوق قال بودی کی شدی

بندہ اعیان بخارا خواجہ نساج را

بعض معربین نے اس شعر کو عربی قالب میں ڈھال کر یوں کہا۔

لو لحال لم یکن فضل علی قال لما

کان اعیان بخارا عبد نساج علی

ولادت:

آپ کی ولادت رامتین میں ہوئی جو کہ بخارا سے دو 2 فرسنگ دور ایک قصبہ ہے۔ جبکہ آپ کی تدفین، خوارزم میں ہوئی۔

تاریخ وفات:

صاحب ارغام المرید وغیرہ نے آپ کی تاریخ وفات 28 ذوالقعدہ متعین کی ہے۔ رشحات میں اس تاریخ کے ساتھ 715ھ بھی مرقوم ہے۔ بروز پیر 130 ایک سو تیس سال کی عمر میں وفات پائی۔ آپ کے بعد آپ کے کثیر خلفا نے طریقہ عالیہ کو ترویج دینے میں سعی کی جن میں سے اعظم و اکمل حضرت خواجہ محمد بابا سماسی تھے۔

☆حضرت خواجہ محمد بابا سماسی رحمۃ اللہ علیہ☆

آپ حضرت عزیزان کے خلیفہ تھے۔ آپ نے خواجہ بہاؤالدین کو فرزندی میں قبول کیا۔

آپ جب بھی ''قصر ہندوان'' سے گزرتے تو فرماتے، مجھے اس خاک سے ایک مرد کی خوشبو آتی ہے۔ اور عنقریب یہ ''قصر عارفاں'' بن جائے گا۔ ایک دن آپ حضرت امیر کلال جو کہ آپ کے خلفاء میں سے تھے کے گھر میں موجود تھے کہ قصر ہندوان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اس خوشبو میں اضافہ ہو گیا ہے لگتا ہے اس مرد کی ولادت ہو گئی ہے۔ تب حضرت بہاؤالدین کی ولادت کو تین روز گزر چکے تھے۔

ان (خواجہ بہاؤالدین) کے جد امجد ان کو لے کر حضرت بابا کی خدمت میں لائے تو آپ نے فرمایا یہ میرا فرزند ہے اور میں نے اسے قبول کر لیا ہے۔ پھر اپنے مریدوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا یہی وہ مرد ہے جس کی ہمیں خوشبو آیا کرتی تھی۔ یہ زمانے کا پیشوا ہو گا۔ اور سید امیر کلال سے فرمایا کہ میرے فرزند بہاؤالدین کی تربیت و شفقت میں کوئی دریغ نہ کرنا۔ اگر کوئی کمی رہی تو میں تمہیں معاف نہ کروں گا۔ حضرت امیر نے عرض کیا اگر میں آپ کی وصیت میں کوئی کمی کروں تو مرد نہیں ہوں۔ (کذافی النفحات)۔

رشحات میں ہے کہ خواجہ محمد بابا کا ایک باغ قریہ سماس میں ہوا کرتا تھا آپ کبھی کبھی وہاں شاخوں کو کاٹنے کیلئے جایا کرتے تھے۔ تو غلبہ حال کی وجہ سے اندازہ سے زیادہ کاٹ دیتے۔ آپ پر بے خودی طاری ہو جاتی جو کہ ایک مدت تک باقی رہتی۔ خواجہ محمد بابا سماسی کے چار خلفا ہو

ئے۔تمام فاضل وکامل تھے جوان کے بعد دعوت صادقاں اور ارشاد طالبان میں مشغول ہوئے۔

''سِمّاس'' سین کے نیچے کسرہ اور میم کی تشدید کے ساتھ، رامتین کے قصبوں میں سے ایک قصبہ ہے۔ جو بخارا سے تین فرسخ شرعی دور ہے۔آپ کی ولادت وتدفین یہیں ہوئی۔ جو لوگ سماس کو سین کے فتحہ کے ساتھ (سَماس) پڑھتے ہیں غلطی پر ہیں۔میم (م) کو تخفیف کی ساتھ پڑھنے کو ارغام المرید ص 55 پر ضرور تا جائز قرار دیا ہے۔

آپ کی تاریخ وصال 10 جمادی الثانی 755 ہجری ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆

......حضرت سید امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ......

آپ حضرت خواجہ محمد بابا سماسی کے خلفاء میں سے افضل و اکمل ہوئے ہیں۔آپ کو ''سید'' ہونے کا شرف حاصل ہے۔آپ خواجہ محمد بابا کا مرید ہونے کے بعد بیس 20 سال تک ان کی خدمت میں رہے اور اس مدت میں کبھی بھی معرکہ اور بازار میں نہیں گئے۔ حضرت خواجہ بہاؤ الدین شاہ نقشبند کو تعلیم آداب طریقت اور تلقین ذکر میں آپ سے نسبت ہے۔

ایک دن حضرت سید امیر کی خدمت میں مجمع عظیم موجود تھا تو آپ نے حضرت خواجہ کو بلایا اور فرمایا، بہاؤ الدین! تمہارے حق میں خواجہ محمد بابا کی وصیت میں نے پوری کر دی ہے۔ انہوں نے مجھے فرمایا تھا کہ جس طرح تمہاری تربیت میں میں نے کوئی کمی نہیں کی تم بھی میرے فرزند بہاؤ الدین کی تربیت کرنا اور کوئی دریغ نہ کرنا لہذا میں نے ویسا کر دیا اور پھر اپنے سینے کی طرف اشارہ کر کے فرمایا......

تمہارے لئے میں نے اپنے پستان کو خشک کر لیا ہے۔اب تمہارا مرغ روحانیت بشریت کے انڈے سے باہر آ گیا لیکن تمہارا مرغِ ہمت بلند پرواز واقع ہوا۔ہے۔اب تمہیں اجازت ہے کہ جہاں سے خوشبو تمہارے دماغ میں پہنچے ترک و تاجیک سے حاصل کرو اور اپنی ہمت کے مطابق حاصل کرنے مین تقصیر نہ کرنا۔(نفحات)

<u>کسب معاش:</u> آپ کا ذریعۂ معاش کلال گری (کوزہ بنانا) تھا۔اس لئے آپ کو سید امیر کلال کہتے ہیں۔

<u>وفات و مدفن:</u> آپ کا مولد و مدفن قریۂ سوخار ہے۔جو کہ بخارا سے دو فرسنگ کی مسافت پر ہے۔آپ کی وفات ۷ جمادی الاول جمعرات کی صبح کو ہوئی۔

حضرت خواجہ بہاؤالدین محمد بن محمد البخاری شاہِ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا اصل نام ''محمد بن محمد البخاری'' ہے۔ بہاؤالدین اور شاہِ نقشبند کے نام سے مشہور ہیں۔ ان ناموں کی وجہ تسمیہ میں بہت سے اقوال ہیں۔

۱۔ آپ کے خاندان کے لوگ کمخواب بنانے کا کام کرتے تھے اس لیے نقشبند کہا جاتا ہے۔

۲۔ کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ آپ کے پیرومرشد حضرت سید امیر کلال کوزہ گری کا کام کرتے تھے جب آپ کوئی برتن آلاؤ میں ڈالتے تو اس پر اسم ''اللہ'' نقش ہو جاتا۔

۳۔ بعض لوگوں کا کہنا کہ خواجہ محمود انجیر فغنوی کے زمانہ سے لیکر حضرت سید امیر کلال تک ذکر جہریہ خاندانِ خواجگان کا معمول رہا۔ خواجہ بہاؤالدین نقشبند نے ذکر خفی اختیار کیا جس سے زبان ساکت ہو جاتی ہے۔ اور اس کا مدار قلب، روح، سر، خفی اور اخفیٰ وغیرہ ہیں اس کی ابتدا، لطیفہ قلب سے ہوتی ہے۔ اور ذکر ماسوئی حد نسیان کو پہنچ جاتا ہے جس کے بعد ذکر خفی سالک کے دل میں ہمیشہ کیلئے قرار پا جاتا اور اس میں نقش ہو جاتا ہے۔ اس وجہ سے ان کو نقشبند کہتے ہیں۔ اکابرین نقشبندیہ میں سے بعض نے کہا ہے......

ای برادر در طریق نقشبند
ذکر حق را در دل خود نقش بند

ترجمہ: اے بھائی طریقہ نقشبندیہ میں ذکر خدا کو اپنے دل میں نقش کر۔

ایک مغالطہ:

کچھ لوگوں نے نقشبند کو گاؤں کی طرف منسوب کیا ہے۔ کہ حضرت خواجہ کی پیدائش و ہاں ہوئی جس طرح کہ چشتیہ قریہ چشت ھرات کی طرف منسوب ہے۔ یہ قول نہایت ضعیف بلکہ بے اصل اور کسی کا خود ساختہ ہے۔ کیونکہ آپ کی ولادت و تدفین قصر عارفاں میں ہوئی جسے پہلے 'ھندواں' کہتے تھے پھر حضرت خواجہ کی شہرت کمالات کی وجہ سے اس کا نام بدل کر قصر عارفاں ہو گیا۔ آپ کی ولادت محرم 718ھ میں اس بستی (قصر عارفاں) میں ہوئی۔ آپ کا سلسلۂ نسب حسینی سادات سے منسوب ہے۔ چنانچہ علامہ کمال الدین حریری نے تبیان الوسائل میں روضۃ السلام سے نقل کیا ہے۔ اور صاحب ارغام المرید نے ص 57 پر آپ کے سلسلہ نسب کو حضرت علی بن ابی طالب تک نقل کیا ہے (وہاں ملاحظہ کیجئے)۔

ظاہراً آپ حضرت سید امیر کلال سے بیعت تھے لیکن حقیقتاً آپ اویسی ہیں اور حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی کی روحانیت سے تربیت یافتہ ہیں۔

اس کے بعد سید امیر کلال خواجہ محمد بابا سماسی کا کہا بجالائے (جو کہ ان کے ترجمہ میں بھی گزرا ہے) اور فرمایا (اے بہاؤالدین) میں نے پستان کو تمہارے لئے خشک کر دیا اور تمہاری روحانیت کا مرغ بشریت کے انڈے سے باہر آ گیا لیکن تمہاری ہمت کا پرندہ بلند پرواز ہے۔ اب تمہیں اجازت ہے کہ جس جگہ سے بھی تمہیں اس کی خوشبو پہنچے اس کی صحبت میں بیٹھو اور اس کو حاصل کرنے میں تقصیر نہ کرو۔

یہی وجہ تھی کہ اس کے بعد حضرت خواجہ نے سات (7) سال تک مولانا عارف کی صحبت اختیار کی جو سید امیر کلال کے مرید و خلیفہ تھے۔

نوٹ: ''مولنا محمد عارف دیگ گرانی قدس سرہ'' حضرت سید امیر کلال کے دوسرے خلیفہ ہیں۔
آپ کا مولد و مدفن قریہ'' دیگ گران'' ہے جو قصبہ ہزارہ سے کنارہ کوہک پر واقع ہے۔
مراۃ الاسرار میں مولانا عارف دیگ گرانی کو حضرت خواجہ عارف ریوگری کے نام سے
متعارف کروایا گیا ہے۔ حالآنکہ خواجہ عارف ریوگری شاہِ نقشبند سے سالہا سال قبل ہوگزرے۔
ممکن ہے یہ مراۃ الاسرار کے مترجم کا تسامح ہو۔ (محمد عرفان طریقتی))

اس کے بعد ترک کے مشائخ میں سے دو افراد کی صحبت میں بھی رہے۔ جنہیں شیخ قثم
اور شیخ خلیل اتا کہتے ہیں۔ علامہ زبیدی شارح احیاء العلوم و قاموس اور علامہ کمال الدین حریری
مؤلف تبیان الوسائل کہتے ہیں کہ حضرت خواجہ شاہ نقشبند نے طریقہ کبرویہ میں حضرت سلطان
الدین شہید سے بھی کسب کیا۔

رشحات اور نفحات الانس میں آپ کے چند اقوال مذکور ہیں۔ ان میں سے چند درج
ذیل ہے۔

☆......آپ سے لوگوں نے پوچھا کہ آپ کی درویشی موروثی ہے یا اکتسابی؟ فرمایا''
جذبة من جذبا ت الحق توازی عمل الثقلین ''یعنی اللہ کے جذبوں میں سے ایک
جذبہ جن وانس کے عمل کے برابر ہے۔ میں اس سعادت سے مشرف ہوا ہوں۔

☆......پھر لوگوں نے پوچھا آپ کے طریقہ میں ذکر جہر اور خلوت و کمال ہے یا نہیں؟
فرمایا نہیں۔

☆......پوچھا کہ آپ کے طریقہ کی بنا کس پر ہے؟۔ فرمایا انجمن میں خلوت، بظاہر
مخلوق سے تعلق اور بباطن حق تعالی کے ساتھ۔

از دروں شو آشنا وز بروں بیگانہ وش

این چنیں زیبا روش کم می بود اندر جہاں

اور آیت کریمہ " لاتلهيهم تجارة ولا بيع عن ذكر الله " (ایسے لوگ بھی ہیں کہ جن کو تجارت اور خرید و فروخت اللہ کے ذکر سے غافل نہیں کرتی) سے بھی اس مقام کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔ (نفحات الانس اردو، صفحہ :416)

فائدہ: اس زمانے میں کچھ لوگ پیدا ہوئے ہیں جو کہتے ہیں کہ طریقہ نقشبندیہ میں تو کیفیات طاری نہیں ہوتیں اور اس میں ذکر خفی یا جہری سے ربط نہیں۔

حضرت خواجہ نقشبند کے زمانہ فرخندہ کی ایک حکایت جسے مقامات نقشبند میں حضرت صالح بن مبارک البخاری نے نقل کیا ہے اس جگہ فائدہ سے خالی نہیں وہ یہ ہے کہ......

حضرت خواجہ علاؤ الدین عطار عطر اللہ روحہ بیان فرماتے ہیں۔ ایک دن حضرت خواجہ ابو یوسف نے حضرت خواجہ نقشبند سے التماس کی کہ اپنے قدم سے فقیر کے باغ کو مشرف فرمایئے جو سفید موں میں واقع ہے۔ خواجہ نے اس کی التماس کو شرف قبولیت بخشا اور اپنے درویشوں کے ہمراہ ان کے باغ میں سفید موں کی طرف چل دیے۔

دو روز وہاں قیام فرمایا۔ تیسرے روز درویشوں کو صحبتِ خواجہ میں خوان خوش وخرم میسر آئے۔ ظہر کی نماز ہوئی تمام لوگ نماز میں مشغول ہوئے۔ مولانا ابو بکر کو امامت کا حکم فرمایا۔ تکبیر تحریمہ کے بعد کچھ وقت گزرا مولانا سے کوئی حرکت صادر نہ ہوئی۔ خواجہ بزرگ نے فرمایا اس کو ممبر سے باہر لاؤ اور خود نماز کیلئے مشغول ہوئے۔ حضرت خواجہ نماز میں کھڑے ہوئے تو ایک ہیبت سی اس قوم کے دل میں پیدا ہوئی۔ اور ہر کسی کے دل میں ایک کیفیت نے تصرف کیا کہ وہ نہیں جانتے تھے کہ نماز پڑھ رہے ہیں یا ابو یوسف کے باغ میں ہیں۔ تقریباً ستر افراد وہاں موجود

تھے اور ہر کسی پر ایک حالت طاری تھی بعض رو رہے تھے اور بعض جنگل کی طرف بھاگ گئے۔ مولانا ابو بکر نے اپنا عمامہ وزراعہ اتار پھینکا اور ادھر اُدھر بھاگنے لگے اور کہنے لگے۔ میرا دل مجھ سے رنجیدہ ہے اور میرے سر میں خاک وخاشاک پڑے۔

وفات:

صحیح قول کے مطابق آپ کی وفات تین ربیع الاول بروز پیر 791 ہجری میں 73 سال کی عمر میں ہوئی۔ یہ رشحات اور ارغام المرید میں مذکور ہے۔

''قصر عارفاں'' سے آپ کی تاریخ وصال حاصل ہوتی ہے۔ آپ کا مدفن بھی قصر عارفاں میں ہے جو کہ بخارا سے ایک فرسنگ کی مسافت پر ایک قریہ کا نام ہے۔ آپ کی تاریخ وفات میں یہ شعر کہا گیا ہے۔

رفت شاہ نقشبند آں خواجہ دنیا، دین
آنکہ بودی شاہ راہ دین ودولت ملتمس
مسکن وماوائ او چوں بود قصر عارفاں
قصر عارفاں زاں سبب آمد حساب رحلتش

۷۹۱

حضرت خواجہ فرماتے ہیں کہ ابو سعید ابوالخیر سے پوچھا گیا کہ آپ کے جنازہ میں کونسی آیت پڑھیں آپ نے فرمایا آیتیں پڑھنا تو بزرگوں کا کام ہے۔ یہ شعر پڑھ دینا......

چیست ازیں خوبتر درہمہ آفاق کار
دوست رسد نزد دوست یار بنزدیک یار

ترجمہ: اس جہاں میں اس سے خوب تر کیا کام ہو سکتا ہے کہ دوست، دوست کے پاس پہنچے گا اور یار، یار کے نزدیک۔ پھر حضرت خواجہ بزرگ نے فرمایا کہ میرے جنازہ میں یہ شعر پڑھ دینا......

مفلسانیم آمدہ در کوی تو
شیئاً للہ از جمال روی تو

مفلس و نیم جاں تیرے کوچے میں آئے ہیں، اللہ کے واسطے روئے خوباں کا جلوہ دیکھا دیجئے۔

☆☆☆☆☆☆

☆......حضرت خواجہ علاؤالدین عطار عطّر اللہ روحہ......☆

آپ کا اصل نام محمد بن محمد البخاری ہے۔ شاہ نقشبند کے اعظم واقدم خلفاء میں سے تھے۔ آپ کے نائب مطلق اور داماد تھے۔ آپ کے علومرتبہ کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے۔ کہ حضرت خواجہ نقشبند کی وفات کے بعد آپ کے تمام اصحاب حتیٰ کہ خواجہ محمد پارسا نے بھی خواجہ عطار کے ہاتھ پر بیعت کی۔

حضرت خواجہ نقشبند اپنے دورحیات میں بہت سے طالبان کو ان کے سپرد کردیتے۔ اور فرماتے کہ علاؤالدین ۔نے میرے بوجھ کو کافی ہلکا کردیا ہے۔

آپ نسبا سید ہیں اور اصلا خوارزم سے تعلق رکھتے تھے۔ جب آپ کے والد نے وفات پائی تو آپ نے ان کے ترکہ سے کوئی چیز نہ لی اور طلب علم میں مشغول ہوگئے۔ آپ مدارس بخارا میں سے ایک میں طالب علم رہے اور آپکے حجرہ میں ایک پرانے ٹاٹ تکیہ کیلئے دو پکی اینٹوں اور وضو کیلئے ایک ٹوٹے ہوئے کوزہ کے علاوہ کوئی چیز نہ تھی۔

آپ نے حضرت شاہ نقشبند کی صحبت باکرامت سے مقامات ارجمند سے مشرف ہونے کے بعد ایک عالم کو حماقت کی بستی سے صحرائے عشق ومحبت کی طرف پھیر دیا۔

آپ حضرت خواجہ نقشبند کی وفات کے بعد چغانیاں میں مقیم ہوگئے اور زندگی کے باقی ایام وہیں بسر کیئے۔ مولانا جامی نے نفحات میں مولانا کاشفی نے ،رشحات میں، صاحب ارغام المرید نے ص 52 پر اور مولانا عبدالحئ لکھنوی نے تعلیمات فوائد بہیہ میں نقل کیا ہے۔ کہ علامہ میر

سید سند (شریف جرجانی) نے اپنے تبحر علمی کے باوجود اس طرح اعتراف کیا ہے۔

فرماتے ہیں:

جب تک میں شیخ زین الدین علی کی صحبت سے مشرف نہیں ہوا میں نے رفض سے خلاصی نہیں پائی۔اور جب تک میں خواجہ علاؤالدین کی صحبت سے بہرہ ور نہیں ہوا خدا کو نہیں پہچانا۔

علامہ عبدالغنی نابلسی الحنفی مؤلف حدیقۃ الندیہ، بھی حضرت خواجہ کی روحانیت سے تربیت یافتہ ہیں جس کا اعتراف انہوں نے اپنی کتاب، رحلۃ الکبری میں کیا ہے۔اس کی مثل ارغام المرید 62 پر موجود ہے۔

وفات:

آپ کی وفات 20 رجب 802ھ بدھ کی رات سوتے ہوئے ہوئی۔رشحات عین الحیات اور ارغام المرید 62 پر اسی طرح مذکور ہے جبکہ عمدۃ المقامات ص 72 پر 12 رجب 802ھ ہجری تحریر ہے۔آپ کی وفات کے بعد آپ کے خلف رشید خواجہ حسن عطار، مولانا حسام الدین پارسائی بلخی، مولانا نظام الدین خاموش علیہم الرحمہ آپ کے کبار خلفاء میں سے ہوئے۔مولانا یعقوب چرخی نے بھی آپ کی صحبت سے درجہ کمال و تکمیل تک رسائی حاصل کی۔

مدفن:

عمدۃ المقامات ص 82 پر آپ کا مدفن چغانیاں گاؤں لکھا ہے جبکہ مولانا جامی نے نفحات میں صغانیاں گاؤں تحریر کیا ہے۔دونوں کا مفہوم ایک ہی ہے کہ عربی میں 'صغانیاں' اور فارسی میں چغانیاں لکھا جاتا ہے۔ارغام المرید 63-62 پر حدائق الوردیہ فی حقائق اجلاء النقشبندیہ کے حوالہ سے مذکور ہے کہ آپ کا مدفن چغانیاں میں جو بخارا کے قصبوں میں سے ایک قصبہ کا نام ہے۔

......حضرت علامہ محمد یعقوب چرخی لوگری رحمۃ اللہ علیہ......

یعقوب بن عثمان بن محمود بن محمد بن محمود الغزنوی ثمہ الچرخی، ثمہ السرزدی المعروف مولانا یعقوب چرخی ظاہری وباطنی علوم کے جامع اور صاحب مقامات وتصانیف عالیہ بزرگ تھے۔

آپ کی تصانیف اس وقت سے لیکر اب تک یادگار رہیں۔ان میں سے قرآن مجید کے آخری دو پاروں کی تفسیر باضمیمۂ تفسیرِ تسمیہ وتعویذ وفاتحہ ہے جس کی تسوید سے آپ 851 ہجری قمری میں فارغ ہوئے یہ تفسیر ھندوپاک کے مختلف مطابع سے طبع ہو چکی ہے اور ہر زمانہ میں نیاز منداس کے مطالعہ سے بہرہ مند ہوئے۔

دوم رسالۂ نائیۃ:

یہ مولانا جلال الدین الرومی بلخی کے دیباچۂ مثنوی کی شرح پر مشتمل ہے۔اس کے آخر میں بادشاہ، اور کنیز کی حکایت اور شیخ وقوفی اور شیخ محمد کی داستان زیادہ کی گئی ہے۔

سوم رسالۂ انسیہ:

یہ حضرت خواجہ نقشبند رحمتہ اللہ علیہ کے فضائل ومناقب اور آپ کے طریقہ عالیہ کے فضائل، بیان ذکر خفی، اور بعض دیگر ضروریات پر مشتمل ہے۔1312 ہجری میں مطبع مجتبائی دہلی سے طبع ہو چکی ہے۔

چہارم رسالۂ حورائیہ یا جمالیہ:

یہ حضرت ابوسعید ابوالخیر کی طرف منسوب رباعی کی شرح ہے جو اولیاء متقدمین میں سے ہیں۔ یہ رسالہ ابھی تک طبع نہیں ہوا۔ بعض کتب خانوں میں اس کا نسخہ نقلی دیکھا گیا ہے۔

پنجم شرح اسماء اللہ:

فارسی زبان میں ہے۔ ابھی تک طبع نہیں ہوئی۔

ششم رسالیہ ابدالیہ:

جو کہ 1398 میں طبع ہو چکا ہے۔ مردانِ غیب، ابدال اور قطب وغیرہ کے حالات پر مشتمل ہے۔

ہفتم رسالہ روائح:

بعض تذکرہ نویسوں نے اس کو مولانا موصوف کی طرف منسوب کیا ہے۔ مولانا یعقوب بن حسن عرفی کشمیری کی بھی ایک کتاب اسی نام سے معروف ہے۔

مولانا موصوف کا اصل مولد و مسکن ''سرزد'' ہے جو چرخ کی بستیوں میں سے ایک بستی ہے۔ جو لوگرد میں واقع تھی۔ ان دنوں چرخ غزنی کا ہی ایک جزء تھا یہی وجہ ہے بعض تذکرہ نگاروں نے آپ کو غزنوی کچھ نے سررزی اور کچھ نے چرخی ذکر کیا ہے۔

دیگر کچھ اقوال بھی نظر سے گذرے کہ آپ کو 'شیرازی' سوزی، سروری، اور، سرزی اور شرزی بھی کہا جاتا ہے۔ لیکن پہلا قول خود مولانا صاحب کے قول کے موافق ہے۔ جو انہوں نے رسالئہ نائیہ میں فرمایا ہے کہ ''سررز'' چرخ کے دیہات میں سے ایک گاؤں ہے جو چرخ کے باغات کے شروع میں واقع ہے۔ اس فقیر کے آباؤ اجداد کا مسکن وہی ہے۔

آپ کے والد محترم بھی فقیر و بارسا اور صاحب علم و ادب شخص تھے۔ ابتداء میں موصوف نے تحصیل علوم کے دوران، قدیم شہر ہرات میں سکونت اختیار کی پھر اس کے بعد عازم مصر ہوئے جو کہ ان دنوں اسلامی علوم و معارف کا مرکز تھا، اور شیخ زین الدین خوانی کے ہم درس و ہم سبق ہوئے۔ مولانا شہاب الدین سیرامی کہ علماء فحول میں سے تھے کے پاس تحصیل کی۔

مصر کے بعد بخارا کی طرف عزم سفر باندھا کہ ان دنوں علم و افتاء، درس و تدریس اور علوم حقائق و معارف کا نقارہ بخارا سے سنا جاتا تھا۔ بخارا کے علما سے فتوی کی اجازت حاصل کر کے چرخ کی طرف جانے کا قصد کیا۔

اس سے قبل کہ حضرت خواجہ نقشبند سے ملاقات ہوتی ان کے شوق و محبت کو دل میں رکھے با صد عجز و انکسار حضرت کی خدمت میں پہنچے اور عرض کیا: کہ ہمیں بھی ایک گوشہ خاطر عطا ہو خواجہ نے فرمایا اس وقت ارادہ کر کے ہمارے پاس آئے ہو۔

عرض کیا...... میں خدمت کا آرزو مند ہوں۔

حضرت خواجہ نے پوچھا...... کس وجہ سے؟

عرض کیا...... اس لئے کہ آپ عوام میں برگزیدہ اور مقبول ہیں۔

فرمایا...... اس کی کوئی دلیل ہونی چاہیے ہوسکتا ہے یہ قول شیطانی ہو۔

عرض کی...... حدیث صحیح میں ہے کہ جب اللہ تعالی اپنے بندے کو دوست بناتا ہے تو لوگوں کے دلوں میں اس کی محبت ڈال دیتا ہے۔

خواجہ نے تبسم فرماتے ہوئے فرمایا ہم عزیزان ہیں اس بات کو سن کر مولانا کی حالت متغیر ہوئی کیونکہ مولانا نے اس سے ایک ماہ قبل خواب میں دیکھا تھا کہ خواجہ نے فرمایا عزیزان کا مرید ہو۔ آپ اس خواب کو بھول چکے تھے۔ اور حضرت خواجہ کے کہنے کے بعد آپ کو یاد آ گیا۔

اس کے بعد مولانا چرخ روانہ ہوئے اور حضرت خواجہ کی ٹوپی جو انہوں نے خود تبرکاً عطا کی تھی اپنے پاس رکھی۔ وقت رخصت حضرت خواجہ نے فرمایا اس سفر میں خواجہ تاج الدین کولگی کو تلاش کرنا کہ وہ اولیاء اللہ میں سے ہیں۔

مولانا فرماتے ہیں کہ میں بلخ کے راستے جارہا تھا کہ حادثہ کی بنا پر دشت کولگی روانہ ہو گیا اور مولانا تاج الدین کولگی کی صحبت سے مشرف ہوا جس کے بعد اپنے دل کو حضرت خواجہ نقشبند کی محبت میں دو آتشہ پایا۔

کولگی سے واپس عازم بخارا ہوئے۔ جب بخارا پہنچے تو ایک مجذوب کو پایا اس کی آپ نے بڑی عقیدت کی اور پوچھا کہ میں حضرت خواجہ کی خدمت میں جاؤں مجذوب نے فرمایا جلدی جاؤ اس کے بعد مولانا نے شمار کئے بغیر چند خطوط زمین پر کھینچے اور ''ان اللہ فرد یحب الفرد'' (اللہ طاق ہے اور طاق کو ہی پسند کرتا ہے۔) کے مطابق کہا کہ اگر گنتی میں طاق عدد آیا تو اس خیال کے حق ہونے کی دلیل ہے۔ جب ان خطوط کو گنا تو وہ طاق نکلے اس کے بعد آپ نے اپنے خلوص و محبت میں اور اضافہ دیکھ کر قرآن مجید سے استخارا کیا تو یہ آیت سامنے آئی ''اولئك الذی ھدی اللہ فبھدھم اقتدہ'' پھر دن کے آخر میں فتح آباد (جو کہ مولانا کی جائے اقامت تھی) میں شیخ سیف الدین باخرزی کی قبر کی زیارت کیلئے متوجہ ہوئے کہ اچانک مولانا کے باطن میں شور و ولولہ جلوہ نما ہوا اور بیقرار ہوئے اور وہیں سے درگاہِ حضرت خواجہ نقشبند کی طرف رخت سفر باندھا اور قصر عارفاں، پہنچے۔ اور حضرت خواجہ کو سر راہ منتظر پایا جب مولانا نے اپنا ارادہ (بیعت) ظاہر کیا۔ آپ نے فرمایا۔ ہم کسی کو خود قبول نہیں کرتے آج رات دیکھیں گے کہ تمہارے لئے کیا حکم ملتا ہے۔ مولانا نے یہ رات بہت سختی اور مشقت سے کاٹی کہ اپنی ساری زندگی میں اتنی سختی نہ دیکھی تھی۔ صبح نماز فجر کے بعد حضرت خواجہ نے فرمایا مبارک ہو تمہارے لئے قبولیت کا اشارہ ہوا ہے۔ اس کے بعد اپنا شجرہ طریقت حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی تک پڑھا اور پھر مولانا کو سلکِ مریدین میں پرولیا۔

اس کے بعد آپ عرصے تک حضرت خواجہ اور حضرت علاؤالدین جو کہ حضرت خواجہ کے داماد اور خلیفہ مطلق تھے کی خدمت کرتے رہے۔ حتی کہ حضرت خواجہ نے آپ کو بخارا سے جانے کی اجازت دی اور وقت رخصت فرمایا جو کچھ تمہیں مجھ سے حاصل ہوا ہے اس کو بندگان خدا تک پہنچاؤ تا کہ تمہارے لئے سعادت کا سبب ہو۔

چنانچہ رشحات مولانا کاشفی، صفحہ:78 پر، اور دیگر اس فن کی کتب میں موجود ہے کہ پھر حضرت خواجہ نے تین بار فرمایا "میں نے تمہیں اللہ کے سپرد کیا" "میں نے تمہیں اللہ کے سپرد کیا" "میں نے تمہیں اللہ کے سپرد کیا" نیز حضرت علاؤالدین کی متابعت کا اشارہ بھی فرمایا۔ اور اس رات کے بعد جو مولانا پر سخت گذری تھی، حضرت خواجہ نے فرمایا تمہیں قبول کر لیا ہے لیکن تو خواجہ علاؤالدین سے مراد و مقصود حاصل کرے گا۔

اس کے بعد مولانا، حضرت خواجہ کے فرمان کے مطابق بخارا سے "کش" پہنچے اور چند روز قیام کیا وہیں ان کے پاس حضرت خواجہ کی وفات کی خبر آئی جو کہ موجب غم واندوہ ہوئی۔

امشب وداع یار زمر گم علامت است

شام فراق نیست کایں صبح قیامت است

اس کے بعد مولانا کو فکر ہوئی کہ کہیں دل عالم مادی کی طرف نہ راغب ہو جائے۔ اور طلب حق کی آرزو باقی نہ رہے۔ اس وقت آپ نے حضرت خواجہ کی روح کو دیکھا اور عالم روحانیت میں حضرت خواجہ سے پوچھا کہ میں کیا عمل کروں کہ آپ کو قیامت میں پاسکوں، فرمایا:

"متابعت شریعت محمدی"

اس وقت جب کہ آپ "کش" سے بدخشاں گئے، حضرت علاؤالدین عطار کا نامہ (خط) آپ کے نام پہنچا جس میں حضرت عطار کی متابعت کرنے کا اشارہ یاد دلایا گیا تھا۔

مولانا، شیخ عطار کی صحبت میں حاضر ہوئے اور ایک عرصے تک خدمت بجالائے۔ مولانا نے حضرت علاؤالدین کی صحبت سے بقیہ کمالات و مقامات اور عروجات و حالات کو باتمام حاصل کیا یہی وجہ ہے کہ بعض لوگ مولانا کی نسبت سلوک حضرت خواجہ بزرگ کی طرف کرتے ہیں اور بعض حضرت خواجہ

عطار کی طرف۔ حضرت جامی نے نفحات میں مولانا کی نسبت دونوں طرف کی ہے۔

حضرت خواجہ عطار کی وفات (20 ربیع الاول 802 ہجری) کے بعد مولانا چغانیاں سے حصارِ شادماں کی طرف آئے اور حضرت خواجہ نقشبند کے فرمان ''جو کچھ تمہیں مجھ سے ملا اسے بندگانِ خدا تک پہنچاؤ'' کے مطابق ترویج طریقہ عالیہ میں خدمات پیش کیں اور اطراف و اکناف کو طریقہ عالیہ نقشبندیہ سے محظوظ کیا۔

اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ ''خواجہ عبید اللہ احرار'' اُس وقت ھرات سے آپ کی صحبت کیلئے حاضر ہوئے کہ ابھی چغانیاں کو ترک نہ کیا جاتا تھا۔ اور حضرت مولانا کی صحبت سے مشرف ہوئے اور طریقہ عالیہ نقشبندیہ کو حاصل کیا۔ بالخصوص مولانا اپنے وقت کے مجمع البحرین (علوم ظاہری و باطنی کے مجمع) اور ابوالوقتِ دوران تھے۔ مگر کبھی کبھی آپ کی طبع شعر گوئی کی طرف بھی حائل ہو جاتی تھی۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

تا در طلب گوہر کانی کانی　　　تا زندہ بوی وصل جانی جانی

فی الجملہ حدیث مطلق از من بشنو　　　ہر چیز کہ در جستن آنی آنی

وفات:

آپ نے 5 صفر 851 میں بعمر 80 سال تین ماہ تقریباً قریہ ''ھلغتو'' جو کہ حصارِ شادمان میں واقع ہے میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ اور جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔

''انا للہ وانا لیہ راجعون''

مولانا کی وفات کے بعد آپ کے بیٹے حضرت یوسف چرخی آپ کے جانشین ہوئے۔ آپ کی قبر دوشنبہ سے 40 کلومیٹر دور ایک مقام چرتک میں معروف و مشہور ہے۔

حضرت خواجہ ناصر الدین

عبید اللہ بن محمود عرف خواجہ احرار رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا لقب ناصر الدین، نام عبید اللہ بن محمود السمر قندی ہے۔ باپ کی طرف سے فا روقی اور ماں کی طرف سے حسینی سید ہیں۔ ماہ رمضان 806 میں باغستان جو کہ مضافات شاش میں ہے، میں پیدا ہوئے اور وہیں نشو ونما پائی۔

بائیس سال کی عمر تک وہیں رہے اور اس کے بعد آپ کے ماموں شیخ ابراھیم ان کو اپنے ساتھ سمر قند لے گئے تا کہ علوم ظاھرہ سے بہرہ مند ہو سکیں۔ وہاں آپ نے دو سال قیام کیا اور وہاں کے اکثر مشائخ کبار کے مصاحب ہوئے۔ کیونکہ حضور وانتباہ کی نسبت آپ کو تین سال کی عمر میں حاصل ہو گئی تھی۔ اس کے بعد 24 سال کی عمر میں بلدۃ فاخرہ ھرات کی طرف عزم سفر باندھا اور عرصہ پانچ برس اس قدیم سرزمین میں سکونت رکھی۔ وہاں کے اکثر مشائخ وفضلاء کے ساتھی رہے۔ ان مشائخ میں سید قاسم تبریزی، مولانا نظام الدین خاموش، خواجہ علاؤ الدین غجدوانی، شیخ سراج الدین چشتی اور شیخ زین الدین الخوانی شامل ہیں۔

اس کے بعد مولانا یعقوب چرخی کی زیارت کا عزم کئے ھرات سے چھل کے راستے حصار پہنچے۔ فرط محبت سے اکثر راستہ پیدل طے کیا تا آنکہ آپ حضرت مولانا کی صحبت سے مشر ف ہو گئے جو اس سفر کا مقصود وداعی تھے۔

مولانا چرخی خشمگیں پیشانی کے ساتھ خواجہ کی نظر میں جلوہ نما ہوئے اور مولانا کی پیشانی میں سفیدی تھی جو برص کی وجہ سے نہ تھی۔ خواجہ کے دل میں کراھت سی پیدا ہوئی۔ مولانا نے اپنا

دست اقدس واپس کھینچ لیا اور ایک دوسری صورت میں خواجہ کے سامنے متجلی ہوئے تو خواجہ بے اختیار گرویدہ ہو گئے۔ اور اپنا ہاتھ خود دراز کر دیا۔ مولانا نے فرمایا کہ میرا ہاتھ خواجہ بزرگ بہاؤ الدین نقشبند نے اپنے ہاتھ میں پکڑ کر فرمایا تھا کہ تیرا ہاتھ میرا ہاتھ ہے جو تیرا ہاتھ پکڑے در حقیقت میرا ہاتھ پکڑے گا۔ پھر اس کے بعد طریقہ خواجگان تلقین فرمایا۔ حضرت خواجہ احرار، مولا نا کے پاس انفاس سے اعلیٰ مرتبہ کمال کو پہنچے آپ کی ترویج وارشاد مکمل ہوئی تو آپ کے فیوضات کے بحر بے کراں سے ایک عالم سیراب ہوا۔

آپ کی ذات بابرکت غناء ظاہری و باطنی کی جامع تھی۔ اگر چہ آپ اوائل عمر میں بھی (غناء میں) کمال رکھتے تھے۔ اور عمر کے وسط اور اواخر میں اسم 'الغنی' کے مظہر ہوئے۔ آپ کی مثل کم ہی کوئی اس طریقہ میں غناء ظاہری سے مشرف ہوا ہے۔ علوم و معارف میں آپ کی تالیفات کثیر ہیں جن میں سے چند ایک یہ ہیں۔

۱۔ الفقرات ۲۔ الواردات ۳۔ رسالہ والدیہ......وغیرہ

29 ربیع الاول 894 یا 895 کو آپ نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ اور جان جان آفریں کو سپرد کر دی۔ آپ کے بعد آپ کے دو فرزندان با کمال اور 40 خلفاءِ باصفا اس طریقہ عالیہ کی ترویج کرتے رہے۔

آپ کے خلفا کی تعداد کو اگر مفصل بیان کیا جائے تو طوالت و تفصیل طلب ہے، تاہم مولانا زاہد وخشی، مولانا عبدالرحمٰن جامی، مولانا عبدالغفور لاری محشی شرح جامی، شہرت عام رکھتے ہیں۔ آپ کی مرقد اقدس شہر سمرقند میں مرجع خاص و عام ہے۔

☆☆☆☆☆☆

......حضرت مولانا محمد زاہد وخشی حصاری رحمۃ اللہ علیہ......

آپ موضع وخش سے تعلق رکھتے ہیں اور یہ حصار شادمان کے مضافات میں ایک جگہ کا نام ہے۔

عمدۃ المقامات ص 82 پر حضرت محمد فضل اللہ کے بیان کے مطابق آپ مولانا یعقوب چرخی کے اقارب میں سے تھے۔ علامہ محمد زاہد نے ارغام المرید ص 67 پر روضۃ الاسلام کے حوالے سے اس طرح نقل کیا ہے "انہ سبط مولانا یعقوب الجرخی" (کہ آپ مولانا یعقوب چرخی کے سبط ہیں)

بہر حال آپ ذی وقار علماء عصر میں سے تھے۔ خواجہ احرار سے فیوضات و برکات کے حصول سے قبل آپ نے مولانا یعقوب چرخی کے دیگر خلفاء سے بھی کچھ فیوضات و برکات حاصل کیے۔ اسی طرح آپ چند سال ریاضت شاقہ میں بھی مشغول رہے۔ لیکن اضطراب و تشنگی میں تسکین حاصل نہ ہوئی۔ اسی حالت میں آپ عازم سمرقند ہوئے۔ حضرت خواجہ احرار، مولانا یعقوب چرخی سے قریبی نسبت ہونے کی وجہ سے آپ کا استقبال کرنے کے کیلئے شہر سے باہر تشریف لائے۔ اور بڑے (اعزاز و اکرام) کے ساتھ اپنے سنگ شہر سمرقند میں لے گئے۔ اور مولانا ایک عرصہ تک خواجہ احرار کی خدمت و صحبت میں رہے اور اس ولی کامل کی مجلس بابرکت کے فیض سے اپنے وقت میں مقامات بلند پر فائز ہوئے۔ آپ کے سبب یہ طریقہ عالیہ جہان کے اطراف و اکناف میں پہنچا۔

آپ نے ربیع الاول 936 ہجری میں قصبہ وخش جس کو وخشور بھی کہتے ہیں اور یہ حصار شادمان کی بستیوں میں سے ایک بستی ہے، میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ اور وہیں دفن ہوئے۔ یہ علاقہ مرکزی شہر دوشنبہ سے پانچ کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔

☆ حضرت مولانا درویش محمد الخوارزمی رحمۃ اللہ علیہ ☆

یہ حضرت مولانا زاہد وخشی کے بھانجے اور نائب کامل و منابِ مکمل تھے۔ علوم عقلی و نقلی میں خظ وافر رکھتے تھے۔ بالخصوص علم حدیث میں بلند پایہ رکھتے تھے اور تدریس میں ہر دلپسند مدرس تھے۔ آپ نے اپنی زندگی کا اکثر حصہ اس علم شریف کی تدریس میں بسر کیا۔ آپ ہمیشہ گوشۂ گمنامی میں رہے اور زاویۂ عزلت میں عمر بسر کی۔

بیعت و کسبِ فیض:

ابتداً آپ خواجہ احرار سے بیعت تھے لیکن آپ کی تربیت درجہ کمال تک مولانا زاہد وخشی کی طرف سے پہنچی جیسا کہ نفائس السانحات میں ہے۔
آپ کی کرامات و خوارق عادات حد شمار سے باہر ہیں۔ ان کی تفصیل کیلئے نسمات القدس کی طرف رجوع کریں۔

وفات:

آپ کی وفات 19 محرم الحرام 970 ہجری میں موضع اسفراء میں ہوئی۔

☆......☆......☆......☆......☆......☆......☆

❁ حضرت مولانا خواجہ محمد مقتدیٰ امکنگی رحمۃ اللہ علیہ ❁

آپ اصلاً امکنہ سے تعلق رکھتے تھے جو بخارا کے توابع میں سے ایک گاؤں کا نام ہے جیسا کہ ارغام المرید، صفحہ:68 پر ہے۔ بعض کتابوں میں اسے سمرقند کے توابع میں سے کہا گیا ہے۔

ولادت:

آپ کی ولادت 918 ہجری میں ہوئی۔ آپ نے بھی اپنی زندگی والد محترم مولانا درویش محمد کی طرح علم حدیث شریف کی تدریس اور طریقہ عالیہ نقشبندیہ کی ترویج میں صرف کی۔ اور اخلاق مصطفوی کے پھیلانے اور سنن نبویہ کی اتباع میں دل و جان سے کوشاں رہے۔ آپ اپنے زمانے میں فیوض و برکات اور آیات بینات کا مظہر اور انوار و برکات کا مرکز تھے۔ ابتداء میں آپ نے طریقہ عالیہ مولانا محمد زاہد وخشی سے حاصل کیا پھر والد محترم درویش محمد کی صحبت بابرکت سے درجۂ کمال کو پہنچے۔ آپ اپنے والد محترم کے خلیفہ اور وراثت ظاہری و باطنی کے وارث تھے۔

آخری وقت میں یہ رباعی اکثر آپ کی زبان پر رہتی تھی۔

زماں تا زماں یاد مرگ آیدم　　ندانم کنوں تا چہ پیش ایدم

جدائی مبادا مرا از خدا　　ذکر ہر چہ پیش آیدم شایدم

آپ کی تاریخ وصال 22 شعبان 1008 ہجری ہے اور مدفن قصبہ امکنہ ہے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

حضرت خواجہ مؤید الدین بیرنگ محمد باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ

مؤید الدین خواجہ محمد باقی باللہ ملقب بخواجہ بیرنگ کی ولادت باسعادت شہر کابل (اللہ اسے آفات وزلازل سے بچائے) میں 971ھ میں ہوئی۔ جب تعلیم کے قابل ہوئے تو مولانا صادق حلوائی سے تحصیل علم میں مشغول ہوئے جو اس وقت کے اکابر علماء میں سے تھے۔

پھر انہی کے ساتھ عازم ماوراء النہر ہوئے اور صغر سنی کے باوجود اس دیار کے کثیر درویشوں کی صحبت اختیار کی اور حضرت خواجہ نقشبند اور خواجہ احرار کی روحانیت سے اکتساب فیض کیا۔

ایک مدت خواجہ عبید اللہ جو کہ خواجہ لطف اللہ کے خلیفہ تھے کی خدمت میں بسر کی۔ اور جناب امیر عبداللہ بلخی سے بھی کسب فیض کیا۔ اس کے بعد کشمیر کی طرف عزم ہمت باندھا اور خانقاہ شیخ بابا والی جو کہ طریقہ عالیہ خواجگان کے مجازان میں سے تھے، میں ایک عرصے تک سکونت اختیار کی۔ اور شہر کو اس مدت میں اپنی تشریف آوری سے معطر ومنور کیا۔ اس کے بعد ہندوستان کی طرف تشریف لے گئے۔ پھر وہاں سے کثرتِ شوق کی بنا پر واپس ماوراء النہر تشریف لے گئے۔ اور خواجہ امکنگی کی صحبت سے مشرف ہوئے اور طریقہ عالیہ نقشبندیہ سے خاص نسبت کی وجہ سے تھوڑی مدت میں ہی درجہ کمال کو پہنچے کہ مولانا امکنگی کے دیگر اصحاب حیرت میں پڑے کہتے رہ گئے کہ......"ہم نے کئی سال اس خانقاہ میں بسر کئے۔ ریاضتیں کیں، مگر ابھی تک ان انعامات سے مشرف نہیں ہوئے"۔

مولانا امکنگی کو اس واقعہ کی خبر ہوئی تو فرمایا "اس کا کام تو مکمل ہو چکا تھا صرف تصحیح کی

غرض سے ہمارے پاس آیا تھا"۔

لاچار ہر کوئی جسے آیا تھا ویسے ہی چل دیا۔ حضرت مولانا دن رات ان کے ساتھ خلوت میں صحبت رکھتے اور پھر بعض فوائد و زوائد پر اطلاع دے کر واپس ھندوستان کی طرف مامور کیا، اور فرمایا تمہارے وجود سے طریقہ عالیہ ہندوستان میں رونق عظیم اور شہرت فخیم حاصل کرے گا۔ اور وہاں کے تشنگان علم و عرفان کا جام تجھ سے سیراب ہوگا۔

مختصر یہ کہ اس بار جب آپ ھندوستان آئے تو شہر لاہور میں کچھ عرصہ گزارہ۔ وقت کے بہت سے علماء وفضلاء نے آپ سے استفادہ کیا۔ پھر وہاں سے آپ دھلی کی جانب متوجہ ہوئے اور وہاں قلعہ فیروز آباد جو کہ دریا کے کنارے ایک صاف و شفاف مقام ہے، میں سکونت پذیر ہوئے۔

چونکہ خواجہ املکنگی کا ارشاد حکمت سے خالی نہ تھا لہذا ایسا ہی ہوا اور آپ کی تربیت اکسیر نما سے کمالات مجددیہ کا ظہور ہوا اور انوار و برکات کا آفتاب شعاع بار ھندوستان میں نصف النہار پر چمکنے لگا۔ اور جہان کے اطراف اکناف آپ کے دریاء محیط سے سیراب و شاداب ہوئے۔

اس کے بعد آپ نے بقیہ زندگی اسی خطہ میں بسر کی۔ اور ہمیشہ یاد الٰہی اور طلب مولیٰ میں خود کو تشنہ پایا۔ آپ نے ترویج دین اور طریقہ عالیہ نقشبندیہ میں بہت سی خدمات پیش کیں۔ یہ رباعی آپ کے مقصد کی خبر دیتی اور آپ کے مدعا کی طرف اشارہ کرتی ہے۔

در راہ خدا جملہ ادب باید بود　　تا جان باقی ست در طلب باید بود
دریا دریا اگر بکامت ریزند　　کم باید کرد خشک لب باید بود

نظر کیمیا اثر:

آپ کی نظر مبارک ایسی تاثیر رکھتی تھی کہ جمِ غفیر آپ کے صرف دیکھنے سے ہی جذبہ و کیفیت میں پہنچ جاتا اور بیہوش ہو کر مجذوب و مغلوب ہو جاتا۔ ایک بار ایک خطیب نے ممبر پر بیٹھے ہوئے آپ کے جمال جہاں آرا کو دیکھا تو چیخ مار کر ممبر سے گر گیا۔

ایک روز وضو کرتے ہوئے آپکی نظر کیمیا اثر ایک شخص پر پڑی جس نے گھوڑے کی لگام کو ہاتھ میں پکڑا ہوا تھا۔ جب آپ مسجد میں پہنچے تو خبر آئی کہ وہ شخص گھوڑوں کے درمیان شور و اضطراب کی کیفیت میں ہے۔ قبل از شام سے رات کے کچھ وقت تک وہ اسی حالت میں رہا پھر اچانک اس نے اپنا رخ بازار کی جانب پھیرا اور اسی حالت میں جنگل کی طرف چلا گیا اور اس کے بعد اس کی کوئی خبر نہ ملی۔

ایک روز آپ نے نان بائی کو توجہ مخصوص فرمائی تو کمالات باطن کے علاوہ اس کی ظاہری شکل وصورت بھی حضرت خواجہ کی مانند ہو گئی اور تین روز کے بعد وہ عدم استعداد اور قلت ظرفیت کی وجہ سے اس عالم سے گذر گیا۔

اس واقعہ کو شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے سورۃ اقراء کی تفسیر میں مفصل بیان کیا ہے۔ وہاں دیکھا جا سکتا ہے۔

ہمارے عصر و زمان کے بے خبر لوگ اس حالت کا اشد انکار کرتے ہیں اور طریقہ نقشبندیہ سے جذبات و کیفیات کا انکار کرنا اپنا وظیفہ و شعار جانتے ہیں۔ (ایسے لوگوں کیلئے یہ واقعات توجہ طلب ہیں)

جب آپ کی عمر 40 سال سے تجاوز کر گئی تو آپ نے لوگوں سے میل جول ترک کر دیا اور منصب مشیخیت حضرت امام ربانی جو کہ آپ کے نائب مطلق تھے کے حوالہ کر دیا۔ اور رفیق اعلیٰ

کے انتظار میں بیٹھ گئے۔ اسی حالت میں 1013ھ میں مشرف بلقاء اللہ ہوئے جیسے کہ ارغام المرید 69 میں ہے۔

اور خواجہ محمد فضل اللہ قندھاری مجددی عمدۃ المقامات ص 96 پر فرماتے ہیں کہ آپ کی عمر 40 سال سے تجاوز تھی۔ اتوار کے روز 20 جمادی الثانی 1012 میں عالم فانی کو ترک کیا اور دارالخلد کی جانب روانہ ہوئے۔ "انا للہ وانا الیہ راجعون"

آپکا مزار پرانوار پرانی دہلی میں واقع ہے۔

❁❁❁☆☆☆❁❁❁

قطب ربانی محبوب صمدانی حضرت امام ربانی

مجدد الف ثانی الشیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ

جناب قطب ربانی محبوب صمدانی قیوم رحمانی غوث یزدانی واقف متشابھات قرآنی حضرت شیخ احمد فاروقی کابلی مجدد الف ثانی بن مولانا شیخ عبدالاحد فاروقی، آپ کا نسب 28 واسطوں سے سیدنا امیر المومنین عمر بن خطاب تک پہنچ جاتا ہے۔ (رضی اللہ عنہ)

آپ رحمۃ اللہ علیہ بزرگان سرھند، بلکہ باعث فخر اھل ھند عالم ربانی اور مجدد الف ثانی ہیں۔ آپ علوم ظاھر و باطن میں جامع اور شرافت نوع انسانی پر بلند پایہ دلیل تھے۔ دسویں صدی کے 71 ویں سال عالم وجود میں قدم رنجہ فرمائے۔ صغر سنی میں حفظ قرآن مجید سے فراغت پائی اور علوم متداولہ کی تحصیل میں شروع ہوئے۔ اولاً اپنے والد ماجد سے بعض علوم کا استفادہ کیا پھر سیالکوٹ گئے۔ اور مولانا کمال الدین کشمیری سے تمام کتب معقولہ بتحقیق و تدقیق مکمل کیں۔ اور علم حدیث مولانا یعقوب کشمیری سے حاصل کیا۔ پھر مولانا عبدالرحمٰن محدث جو کہ ھندوستان کے بڑے محدثین میں سے تھے سے حدیث مسلسل ایک واسطہ سے اور اجازت تفسیر اور صحاح ستہ اور دیگر مفردات حاصل کیں اور 17 سال کی عمر میں علوم ظاہریہ سے فراغت حاصل کی۔ اور درس و تصنیف میں مشغول ہوئے۔

بیعت و خلافت:

آپ نے سلسلہ عالیہ چشتیہ کی خلافت اپنے والد بزرگوار سے حاصل کی۔ اور سلسلہ

قادریہ میں سعادت بیعت وخلافت شیخ سکندر کیتھلی سے پائی۔ پھر فضائے حجاز سے محمل شوق باندھے دہلی پہنچے۔ وہاں حضرت خواجہ باقی باللہ امکنگی سے دولتِ ملاقات حاصل ہوئی اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں سعادت بیعت حاصل کی۔ اور دو ماہ چند روز میں ہی سلسلہ عالیہ میں نسبتِ حضوری حاصل کر لی۔ انہی دنوں خواجہ باقی باللہ نے اپنے مخلصین میں سے کسی کو رقم (تحریر) فرمایا کہ۔

''سرہند کا ایک شیخ احمد نامی شخص کثیر العلم اور قوی العمل چند روز ہوئے فقیر کے ساتھ نشست و برخاست کر کے زمانے سے اپنے اوقات کا مشاہدہ کرتا ہے۔ وہ اس طرح ہے جیسے وہ ایک آفتاب ہوتا ہے اور سارا زمانہ اس سے روشن ہوتا ہے''

ہر زمانہ میں آپ کا آوازہ ہمیشہ بلند رہا، ان کا آستانہ محیط رجال اور مجمعۂ اصحاب کمال تھا۔ دور و نزدیک کے علما ترک و تاجیک کے امرء آپ کے شرفِ حضور سے بہرہ ور ہوئے۔ مشائخ آپ کے مرید ہوئے اور آپ کا سلسلہ ھند سے ماوراء النہر، روم، شام اور مغرب تک پہنچا۔ آپ کی ذات آیات ربانی میں سے ایک آیت اور یزدان کی نعمتوں میں سے ایک نعمت تھی۔ علماء کرام اور صوفیہ عظام کے درمیان نزاع جو کہ ہزار سال سے چلا آرہا تھا آپ نے دور کیا اور ''حدیث صلہ'' کا مصداق ہوئے۔ آپ علماء ظاہر اور صوفیاء کے درمیان ''صلہ'' (واسطہ) تھے۔ کیونکہ فریقین (علماء ظاہر اور صوفیاء) کو مسئلہ وحدۃ الوجود میں اختلاف تھا۔

عادات ومعمولات:

آپ کا نصف شب کو تہجد کے لیے اٹھنے کا معمول تھا اور تہجد پڑھنے کا انداز کچھ یوں تھا کہ ہر دو رکعت کے بعد توبہ استغفار، درود شریف اور دعاؤں کے بعد مراقبہ بھی فرماتے تھے۔ فجر تک اسی طرح کرتے فجر سے پہلے اتباع سنت میں کچھ دیر آرام فرماتے پھر تازہ وضو فرما کر فجر کی نماز ادا

فرماتے اور فجر کے بعد اشراق تک اپنے متوسلین کیساتھ مراقبہ میں بیٹھتے تھے۔اس سے فارغ ہو کر دولت خانہ میں تشریف لاتے اور اہل خانہ متعلقین کی خیر خبر لیتے پھر خلوت میں تشریف لے جاتے اور پورے دھیان کے ساتھ قرآن کی تلاوت فرماتے۔تلاوت کے بعد طالبین سے حالات کی تحقیق وہدایات فرماتے اور اپنے خاص احباب کو بلا کر مضامین اور علوم خاصہ سے ان کو مستفید فرماتے۔

چاشت کے بعد گھر تشریف لے جاتے اور گھر والوں کے ساتھ ہی کھانا تناول فرماتے اور سب کا خیال رکھتے تھے یہاں تک کہ اگر کوئی دستر خوان پر نہیں ہوتا تو اس کا حصہ الگ رکھو دیتے تھے۔

کھانے کے بعد سنت کے مطابق قیلولہ فرماتے آپ کا مئوذن ظہر کے اول وقت میں اذان دیتا اذان سننے کے بعد آپ وضو فرما کر زوال کی سنتیں پڑھتے اس کے بعد ظہر کی سنتیں اور فرض ادا فرماتے۔ظہر کی نماز سے فارغ ہو کر کسی حافظ قرآن سے ایک پارہ یا کم وبیش سنتے۔نما زعصر بھی مثلین ہو جانے کے بعد اول وقت میں ادا فرماتے، پھر خدا کے ساتھ سکوت ومراقبہ میں مشغول رہتے یہاں تک کہ مغرب ہو جاتی۔

مغرب کی نماز کے بعد نوافل کا طویل سلسلہ جاری رہتا یہاں تک کہ عشاء ہو جاتی تو آرام فرماتے رات دن کے نوافل میں ایک قرآن شریف ختم فرمالیا کرتے تھے۔

مریضوں کی عیادت کا بھی بہت اہتمام فرماتے تھے۔زیارت قبور کے لیے بھی تشریف لے جاتے تھے۔ادائے زکوۃ میں طریقہ یہ تھا کہ جب کسی جگہ سے کوئی ہدیہ وغیرہ آتا تو ''حولان حول''(سال گزر جانے) کا انتظار نہ فرماتے ان فتوحات کے وقت فوراً حساب کر کے زکوۃ ادا فرما دیتے تھے۔حج کا کئی بار عزم فرمایا مگر اللہ کو کچھ اور منظور تھا اسی شوق میں دنیا سے رحلت فرما گئے۔سلام میں ہمیشہ سبقت فرماتے تھے کوئی آپ سے سلام میں سبقت نہیں کر سکتا تھا۔جب کسی کے

انتقال کی خبر سنتے تو ''انا اللہ وانا الیہ راجعون'' پڑھتے اور نماز جنازہ میں شرکت کرتے۔ آپ کے لباس کا یہ حال تھا کہ ایک کرتہ تھا جس کے دونوں کاندھے چاک ہوتے تھے۔

صبر، رضا، تسلیم، مخلوق پر شفقت اور صلہ رحمی، ارباب حقوق کی رعایت، سلام کرنے میں پہل کرنا اور کلام میں نرمی آپ کی عادت کریمہ تھی۔ بایں ہمہ کتاب وسنت سے تمسک بھی ایک ایسی فضیلت ہے جو ہزار فضائل پر بھاری ہے۔

منقول ہے کہ کچھ ظاہر بین علما نے سلطان جہانگیر بن اکبر شاہ کے سامنے شکایت کی کہ شیخ احمد دعوی کرتا ہے کہ اس کا مقام صدیق اکبر سے بلند ہے۔ بادشاہ نے آپ کو بلا کر استفسار کیا تو آپ نے فرمایا اگر آپ کسی ادنی خادم کو اپنے سامنے بلائیں اور مہربانی کرتے ہوئے اس سے کوئی پوشیدہ بات کریں تو لازمی بات ہے کہ وہ ادنی خادم عالی درجہ امراء کے مقامات سے گزر کر آپ کے پاس پہنچے گا اور پھر واپس اپنی جگہ پر لوٹ جائے گا۔ تو کیا اس آمد ورفت سے یہ لازم آتا ہے کہ اس ادنی خادم کا مرتبہ امراء نامدار سے زیادہ ہو جائے؟ بادشاہ خاموش ہو گیا اور سزا دینے سے باز آ گیا۔ اس وقت ایک شخص جسے دربار شاہی میں حضوری حاصل تھی، آگے بڑھا اور بادشاہ سے کہا کہ شیخ کا تکبر تو دیکھو کہ آپ کے دربار میں آیا اور آپ کو سجدہ نہ کیا حالانکہ آپ ظل الٰہی اور خلیفۃ اللہ ہیں۔ اس بنا پر بادشاہ آپ پر غضب ناک ہوا اور آپکو قلعہ گوالیار میں قید کر دیا۔

آپ کے دربار شاہی میں آنے سے قبل جہانگیر کے بیٹے شاہجہان جو حضرت سے مخلص تھا، نے افضل خان اور خواجہ عبدالرحمٰن مفتی کو بعض کتب فقہ دیکر شیخ کے پاس بھیجا اور پیغام دیا کہ علماء نے سلاطین کیلئے سجدہ کو جائز قرار دیا ہے۔ آپ کو چاہیے کہ وقت ملاقات بادشاہ کو سجدہ کر دیں اور میں ضامن ہوں کہ بادشاہ آپ کو کوئی ضرر نہ پہنچائے گا۔ شیخ نے اس کے جواب میں کہا اجازتِ سجدہ تو رخصت (فتویٰ) ہے اور عزیمت (تقویٰ) یہ ہے کہ خدا کے سوا کسی کو سجدہ نہ کیا جائے۔

الغرض آپ عرصہ تین سال تک قید میں رہے۔اس کے بعد جہانگیر نے آپ کو اس شرط پر آزاد کیا کہ آپ لشکر سلطانی کے ساتھ بادشاہ کے ہمراہ گشت کریں۔چنانچہ شیخ چند روز لشکر سلطانی کے ساتھ رہے۔پھر بادشاہ سے رخصت لے کر سرھند میں رونق افروز ہوئے۔

وفات حسرت آیات:

28 صفر 1034 میں رحمت خداوندی سے پیوست ہوگئے۔اور سرھند میں ہی مدفون ہوئے۔
آپ کی تاریخ وفات "رفیع المراتب" سے نکلتی ہے۔

آپ کی تصانیف:

1۔رسالہ تہلیلیہ 2۔رسالہ اثبات نبوت 3۔رسالہ مبدا و معاد 4۔رسالہ مکاشفات غیبیہ 5۔آداب المریدین 6۔معارف لدنیہ 7۔رد الشیعہ 8 تعلیقات العوارف 9 شرح رباعیات خواجہ باقی باللہ 10۔مکتوبات۔

مجدد کا لفظ ایک حدیث سے ماخوذ ہے، وہ حدیث یہ ہے۔

"ان اللہ عزوجل یبعث لھذہ الامۃ علیٰ رأس کل مأۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا" (☆)

اللہ تعالیٰ اس امت کے لیے ہر سو سال کے سرے پر ایسے بندے پیدا کرے گا جو اس کے لیے دین کو نیا اور تازہ کرتے رہیں گے۔

(☆)...... السنن لابی داؤد، حدیث نمبر: 4291

المستدرک للحاکم مجلد:4 صفحہ:522

کنز العمال، حدیث نمبر:34623

فتح الباری شرح صحیح بخاری مجلد:13، صفحہ:295 ......>

اس حدیث پر ابن حجر نے ایک مستقل کتاب تصنیف فرمائی ہے جس کا نام "الفوائد الحجة فیمن یبعثه الله لهذه الامة" ہے۔اس کے علاوہ بھی کئی علماء نے اس پر کتابیں لکھی ہیں۔آخر میں سلیمان ندوی نے بھی اس پر کافی اچھی بحث کی ہے۔

مجدد کی علامات وشرائط:

ملاعلی قاری شرح مشکوۃ میں فرماتے ہیں کہ "ای یبین السنة من البدعة ویکثر العلم ویعز اهله و یقمع البدعة ویکسر اهلها" مجدد کی صفت یہ ہے کہ وہ سنت کو بدعت سے الگ کردے گا اور علم کو شائع کرے گا اور اہل علم کی عزت کرے گا۔اور بدعت کا قلع قمع کرے گا اور اہل بدعت کا زور توڑ دے گا۔(☆)

عبدالحئی لکھنوی اپنے فتاوی میں فرماتے ہیں کہ مجدد کی علامت وشروط یہ ہیں کہ وہ علوم ظاہرہ وباطنہ کا عالم ہوگا اور اس کی تدریس وتالیف وتذکیر سے عام نفع پہنچے گا اور وہ سنتوں کو زندہ اور بدعتوں کو مٹانے میں سرگرم ہوگا۔

<......• مشکوٰۃ المصابیح، حدیث نمبر :247

جمع الجوامع (الجامع الکبیر) للسیوطی ،حدیث نمبر:5169

مناقب الشافعی، جلد:1،صفحہ:55،دار التراث العربی

درِ منثور للسیوطی ،جلد:1،صفحہ:321

سلسلة الاحادیث الصحیحة للالبانی ،حدیث نمبر:599

کشف الخفاء للعجلونی ،جلد:1،صفحہ:282

البدایة والنهایة لابن کثیر، جلد:6،صفحہ:289

الکامل لابن عدی، جلد:1،صفحہ:123

(☆)......المرقاة لعلی قاری ،جلد:1،صفحہ:461

شیخ عبدالحق محدث دہلوی اپنی کتاب لمعات التنقیح عربی 693:، اور اشعۃ اللمعات فارسی 182:، میں فرماتے ہیں کہ وہ تجدید ونصرتِ دین اور ترویج وتقویتِ سنت اور بدعت کا قلع قمع کرنے اور اس کی تصنیف وغیرہ علوم اور اعلائے کلمہ اسلام کے ساتھ اپنے زمانے میں ممتاز ہوگا۔

ان تمام علامات وشروط سے جو اوپر ذکر ہوئی یہ بات بصیرت کے ساتھ کہی جاسکتی ہے کہ آپ مجدد تھے۔ کیونکہ آپ کا ظہور ہندوستان میں ایسے دور میں ہوا جب کہ چاروں طرف سے ہندوستان کفر وشرک اور بدعات میں گھرا ہوا تھا۔ آپ نے ایسے وقت میں کام کیا اور ان تمام چیزوں سے امت کو نجات دلائی۔ آپ کے مجدد ہونے پر علماء عصر سے آج تک خواص وعوام سب آپ کو مجدد کہتے آرہے ہیں۔ آپ کے مجدد ہونے پر ایک مستقل تالیف بھی موجود جس کا نام ''شواہد التجدید'' ہے اس کا ایک قلمی نسخہ بھوپال کی خانقاہ عالیجا مجددیہ میں موجود ہے۔

جن اکابرین نے آپ کو مجدد مانا:

آپ کے مجدد ہونے پر آپ کے زمانے کے بھی اکابر معاصرین نے آپ کو مجدد مانا ہے۔ مثلا

۱۔ عبدالحکیم سیالکوٹی
۲۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی
۳۔ شیخ فضل اللہ برہانپوری
۴۔ شیخ حسن عرفی
۵۔ میر مومن بلخی
۶۔ مولانا جمال الدین علوی
۷۔ مولانا یعقوب حرفی
۸۔ مولانا حسن قبادانی
۹۔ مولانا میرک شاہ
۱۰۔ مولانا جان محمد لاہوری
۱۱۔ مولانا عبدالسلام الدیونی وغیرہ

پس شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمہ کے فضائل پکار پکار کر کہہ رہے کہ وہ مجدد ہیں۔ اور نہ صرف مجدد مائۃ (سوسالہ مجدد ہیں) بلکہ مجدد الف ثانی (ہزار سالہ مجدد) ہیں۔ اور سو سے ہزار کا فرق واضح ہے۔ جیسا کہ تذکرۂ علماء ھند، صفحہ: 10 تا 12 آپ کے فضائل و کمالات جو کہ بارگاہ احدیت سے انہیں حاصل تھے، تحریر ہیں۔ آپ کے مکتوبات قدسی آیات آپ کے علوم فنون اور فضائل و کمالات پر آیۃ واضحہ اور دلیل قاطعہ ہیں۔

وصالِ حق کی تیاری:

جب حضرت مجدد الف ثانی کا تقریباً ایک سال زندگی کا باقی رہ گیا تو آپ بادشاہ سے اجازت لے کر اجمیر تشریف لے گئے۔

اجمیر سے واپسی پر اپنے وطن روانہ ہوئے۔ وہاں پہنچ کر آپ نے "وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا" کی عملی صورت پیش کی کہ تمام سے تعلقات منقطع فرمالئے۔ مخدوم زادوں اور دو تین خادموں کے علاوہ کسی کو بھی آپ سے ملنے کی اجازت نہیں تھی۔

جمعہ کی نماز کے لیے نکلتے تھے اور باقی پنجگانہ نماز اسی خلوت خانے میں ادا فرماتے تھے اس کی صورت یہ ہوتی کہ چند احباب جماعت کے لیے اندر چلے جاتے اور نماز سے فارغ ہو کر باہر نکل آتے۔

آپ کو تیرہ صفر کو عصر کے وقت بخار ہو گیا اور روز بروز اس میں اضافہ ہوتا رہا۔ تیئس (23) صفر پنج شنبہ کے دن کچھ افاقہ ہوا۔ جو کچھ کپڑے وغیرہ باقی تھے اب وہ بھی تقسیم فرما دیئے، جسم مبارک پر کوئی روئی کا کپڑا نہ تھا اس وجہ سے سردی کا اثر ہوا اور پھر بخار عود کر آ گیا۔

جمعرات کی صبح حضرت مجدد نے مولانا حسن دہلوی کے مکتوب کا جواب لکھا یہ آپ کی

زندگی کی آخری تحریر تھی۔وصال کے وقت صاحبزدگان کو مخاطب فرما کر کچھ وصیت فرمائی منجملہ یہ بھی فرمایا کہ میری قبر کسی گمنام جگہ پر بنانا۔اس کے بعد صاحبزدگان کی طرف دیکھا کہ ان کو کچھ تامل وتر دد ہے پھر فرمایا کہ اگر ایسا نہیں کر سکتے تو شہر کے باہر والد بزرگوار کے قریب میں دفن کر دینا۔یا باغ میں قبر بنا دیا اور قبر کو کچا رکھنا تا کہ کچھ روز کے بعد اسکا نشان بھی باقی نہ رہے۔

حضرت مجدد کا سفر آخرت:

وصال کے وقت قبلہ رخ بائیں کروٹ پر داہنا ہاتھ رخسار کے نیچے رکھ کر لیٹ گئے جو کہ مسنون طریقہ ہے اور ذکر میں مشغول ہو گئے۔ذکر کرتے ہوئے حضرت مجدد جو آفتاب کی صورت میں اپنی شعاؤں سے پورے عالم کو منور کر رہا تھا غروب ہو گیا۔ بروز بدھ 29 صفر 1034ھ بمطابق 1624ء بوقت اشراق ہوا۔اس وقت آپ کی عمر تریسٹھ سال تھی اس کے اندر بھی اللہ نے نبی کریم ﷺ کی اتباع کروادی۔

آپ کے مقبرہ کو حاجی سیٹھ ولی وحاجی ہاشم خلف داد ساکن دوراجی ملک کاٹھیاواڑ میں دوبارہ بنوایا۔قبہ قدیم کو بحال رکھ کر اس کے اوپر ہی سنگ مرمر کا نہایت عالیشان خوب صورت گنبد بنوادیا۔جو ''تسر الناظرین'' کا منظر پیش کرتا ہے۔اس جدید عمارت پر ایک لاکھ پنتالیس ہزار روپے خرچ ہوئے اور پانچ سال کی مدت میں تیار ہوا جنوبی دروازے پر یہ عبارت لکھی ہوئی ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

مزار پر انوار حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی نقشبندی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ۔ایں روضہ منورہ بتاریخ 1344ھ بمطابق 1925 تعمیر یافت۔

☆ حضرت عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم اول رحمۃ اللہ علیہ ☆

آپ کا لقب عروۃ الوثقیٰ ہے آپ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے تیسرے نمبر پر صاحبزادے اور نائب مناب ہیں۔

حضرت مجدد الف ثانی آپ کو دیگر بیٹوں پر فضیلت دیتے۔ آپ کے بڑے بھائی خواجہ خازن الرحمۃ بڑا ہونے کا باوجود آپ کو خود سے ممتاز سمجھتے تھے۔ اور ان کے مسند ارشاد کو تسلیم کرتے۔ نیز آپ منصب قیومیت جو کہ تمام مناصب کمال پر فائق ہے تک پہنچے ہوئے تھے۔ بلکہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے۔ اشیا از قیومیت من بتوراضی ترند۔(۱)

نیز آپ فرماتے تھے۔

میرے فرزند محمد معصوم کی تشریف آوری میرے لئے بڑی مبارک ثابت ہوئی۔ اس کی ولادت کے چند ماہ بعد ہی مجھے حضرت خواجہ (باقی باللہ قدس سرہ) کی ملازمت نصیب ہوئی۔ اور یہ تمام علوم و معارف حاصل ہوئے۔

مرتبہ و مقام:

(آپ کی شان عظمت کا) اندازہ لگاؤ کہ ایک روز آپ اپنے والد (حضرت مجدد الف ثانی) کی جگہ پر سو رہے تھے حضرت مجدد ان کو دیکھ کر جلدی سے الٹے پاؤں واپس ہوئے اور گھر سے باہر نکل گئے اور فرمایا میں اللہ تعالیٰ کی غیرت سے ترساں و لرزاں ہوں کہ خدا کا دوست آرام

---

(۱)...... عمدۃ المقامات، صفحہ:251

کررہا ہے کہیں میں اس کیلئے حزن وملال کا باعث نہ بن جاؤں۔آپ کافی دیر تک فیروزی مسجد کے پتھر پر بیٹھے رہے حتی کہ وہ گرم ہو گیا۔آپ بیٹھے رہے یہاں تک کہ حضرت عروۃ الوثقی نیند سے بیدار ہو گئے۔(۲)

ولادت:

آپ کی ولادت باسعادت 11 شوال 1007 ہوئی۔ایسا ہی عمدۃ المقامات میں ہے جو کہ از غلام المرید کے بھی مطابق ہے۔علامہ شیخ بدا الدین سرہندی نے حضرت القدس میں 1009 تحریر کی جو تذکرہ علمائے ہند کے موافق ہے۔

آپ کی ولادت ایک ہزار نو 1009 ہجری کو ہوئی۔سولہ سال کی عمر میں اپنے والد گرمی سے فارغ التحصیل ہوئے۔آپ جامع علوم عقلی ونقلی اور مخزن کمالات صوری ومعنوی تھے۔مقام نسبت اور منصب قیومیت کی بشارت اپنے والد بزرگوار سے پائی۔

آپ کی توجہات سے سلسلہ عالیہ احمدیہ مجددیہ اطراف عالم میں شائع ہوا۔اور ایک عالم (آپ کی توجہات سے) احوال بلند اور مقامات ارجمند تک پہنچا۔کشف مقاماتِ الٰہیہ میں اس طرح تھے کہ اپنے مریدوں کو ولایاتِ بعیدہ کی خبر دیا کرتے تھے کہ فلاں ولایت موسوی تک پہنچا ہے اور فلاں ولایت محمدی سے مشرف ہوا ہے۔

نوے ہزار افراد آپ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے اور سات 7 ہزار کو آپ نے خلافت سے نوازہ۔آپ کی خدمت میں طالب،ایک ہفتہ میں مرتبہ فنا تک اور ایک ماہ میں کمالِ ولا یت تک پہنچ جاتا تھا اور بعض کو تو آپ ایک ہی توجہ سے تمام مقامات تک پہنچا دیتے۔

آپ کی طرح آپ کے فرزندان بھی وقت کے اقطاب تھے اور انہوں نے ہفت اقلیم کو

(۲)......حضرات القدس ملخصا،صفحہ: 266

منور کیا۔ 9 ربیع الاول 1070ھ میں رضوان جنت سے جا ملے۔

صاحب ارغام المرید نے صفحہ :74 پر اس طرح تحریر کیا کہ آپ نے 1079ھ میں وفات پائی آپ کا مزار اقدس سھرند میں ہے جہاں اس کی زیارت کی جاتی ہے اور برکت حاصل کی جاتی ہے۔

حضرت خواجہ فضل اللہ برادر اصغر حضرت شہید صاحب جو کہ اس خاندان میں بمنزلہٗ صاحب البیت ہیں، نے عمدۃ المقامات ص 335 پر اس طرح لکھا ہے کہ آپ کا وصال مبارک ہفتہ کو نصف دن کے وقت ماہ ربیع الاول 1079ھ کو ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آخر الذخر دو کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ صاحب تذکرۃ علماء ہند نے تاریخ وصال نو سال کم لکھی ہے یا پھر سہو ہوا ہے۔

عالمگیر اورنگزیب بادشاہ جو کہ آپ کے مریدین میں سے تھے اس جملہ "رفتہ ز جھان امام معصوم" سے آپ کی تاریخ وصال نکالی ہے۔

آپ کی عمر پورے 72 سال ہوئی۔ آخری کلام جو آپ سے سنا گیا وہ "السلام علیکم" تھا۔ آپ کا مدفن باغچہ میں ہے جس کی طرف آپ نے اپنی زندگی میں اشارہ کیا تھا کہ یہ ایک صاحب کمال فقیر کی جگہ بنے گی۔ آپ وہیں مدفون ہوئے

یہ حضرت مجدد کے روضہ انور سے نزدیک ہے۔ اورنگ زیب عالمگیر کی بہن نے آپ کی مرقد انور پر ایک عالی شان قبہ تعمیر کروایا تھا جو دور سے "گنبد خضراء" کی طرح نظر آتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆

حضرت تاج الاولیاء خواجہ محمد صبغۃ اللہ رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا لقب اس طریقہ عالیہ میں 'قیوم الزمان اور تاج لا ولیا' ہے۔آپ حضرت مجدد کے ذی وقار پوتے،اور حضرت عروۃ الوثقیٰ کے خلف اکبر ہیں۔

ولادت باسعادت:

آپ کی ولادت 11 ربیع الثانی 1033 میں آپ کے جد محترم کی حیات مبارکہ میں سر ھند شریف میں ہوئی۔ان دنوں حضرت مجدد علیہ الرحمہ اجمیر شریف میں تھے، اور والد ما جد (حضرت عروۃ الوثقیٰ) حضرت مجدد کی زیارت کیلئے گئے ہوئے تھے۔آپ کی والدہ نے اس بو ستان ولایت کے نونہال کا اسم گرامی جدِ بزرگوار اور والد پرانوار کی تشریف آوری پر موقوف رکھ چھوڑا۔

راستے میں ان دونوں بزرگوں کو اس قرۃ العین کی ولادت کی خبر ہوئی۔یہ خبر سن کر والد اور جد محترم نہایت خوش و مسرور ہوئے۔جب گھر آئے تو حضرت مجدد علیہ الرحمہ نے فرمایا۔ ''السلام علیکم ملا صبغۃ اللہ'' پھر چہرہ مبارک ان کے کان کے قریب لیجا کر چند خفیہ کلمات بولے جن کے راز سے کوئی شخص بھی آگاہ نہ ہوسکا۔

پھر فرمایا اس کا نام میں نے ''صبغۃ اللہ'' اس لئے رکھا ہے کہ میں اس میں شرافت کا رنگ پاتا ہوں اور اسی طرح ہوا کہ حضرت مجدد کے بعد آپ منصب قیومیت پر فائز ہوئے اور رنگ اصالت ظاہر ہوا۔

آپ کے والد محترم فرمایا کرتے تھے کہ میرے بیٹوں میں تمہاری نسبت ''صحابہ'' کی طرح ہے کہ تم نے حضرت مجدد کی زیارت کی ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ حضرت مجدد نے جو اشارات و بشارات آپ کے حق میں ارشاد فرمائے تھے پایۂ ثبوت کو پہنچے اور آپ خاندانِ مجددیت میں اپنے وقت کے قیوم الزمان اور مربی الدوران ہوئے۔اور اطراف و اکناف کو طریقہ مجددیہ کے فیوضات و برکات سے روشن کیا۔اور جو کمالات والد محترم نے حضرت مجدد سے کسب کئے تھے۔آپ کو تفویض کر دیئے اور فرمایا:

عرصہ ہوا کہ جو کچھ میرے پاس تھا میں نے تمہارے لئے ایثار کر دیا اگر اس میں زیادتی کا شوق ہو تو حضرت مجدد کے روضہ انور پر جاؤ اور ہمیں بھی تازہ نعمتوں میں شریک بناؤ۔

صاحب برکاتِ معصومی، لکھتے ہیں کہ حضرت عروۃ الوثقیٰ فرمایا کرتے تھے کہ اگر کسی باپ کیلئے بیٹے کی تعظیم کرنا ہوتا تو میں اپنے بیٹے صبغۃ اللہ کی تعظیم کرتا۔

تمسک بالسنۃ:

آپ کی تمام عبادات و عادات حتیٰ کہ کھانا پینا، پہننا اوڑھنا، سفر و حضر کی دعائیں، موقوتہ و غیر موقوتہ دعائیں۔ذکر و اذکارِ لسانی و جنانی، سب کچھ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی سنت کے مطابق تھا۔آپ ہر روز و شب میں اپنے اعمال کا مو بمو محاسبہ کرتے اور اپنے اعمال کو معیوب سمجھتے۔اپنے کشف و حالات کو بال برابر بھی حکم شرعی کے مقابل نہ رکھتے۔حالآنکہ وہ روز روشن کی طرح واضح ہوا کرتے تھے۔باوجود تبحر علمی کے کبھی ایک چھوٹا سا مسئلہ بھی علماء کرام کے مشورہ کے بغیر عمل میں نہ لاتے۔

منصب غوثیت:

منصب قطبیت وقیومیت کے بعد آپ منصب غوثیت وفردیت سے بھی ممتاز ہوئے تھے۔ یہ مناصب آپ کو اس سال حاصل ہوئے جب آپ حرمین شریفین کی زیارت سے واپس آئے۔اور پھر والد ماجد کی اجازت سے امام طریقہ عالیہ قادریہ حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کے مزار اقدس کی زیارت کیلئے تشریف لے گئے۔اس دربار پرانوار پر حضرت غوث الاعظم کے عطایا سے یہ مناصب آپ کو حاصل ہوئے۔

آپ نے اپنے والد کی رحلت سے 1122 ہجری تک طریقہ عالیہ کو عرب وعجم میں رونق بخشی۔اور تشنگان عرفان وعلم کو سیراب کیا۔

یہ سلسلہ جاری تھا کہ 9 ربیع الثانی بروز جمعہ 1122 کو 80 سال کی عمر میں "کل نفس ذائقة الموت" کا شربت چکھا اور عالم فانی کو وداع کہا۔

"انا للہ وانا الیہ راجعون"

113 افراد آپ کے خلفاء میں سے تھے جن میں حضرت میاں سفر احمد مولف معدن الجواہر اور برکات معصومی، اور خلف رشید حضرت خواجہ محمد اسماعیل کے اسماء نمایاں ہے۔آپ کی مرقد انور سرھند تشریف میں آپ کے والد محترم کے گنبد میں داخل ہے اور پردۂ خاک میں آپ والد محترم کے دریائے کرم میں غوطہ زن ہیں۔

☆☆☆☆☆☆

☆حضرت امام العارفین خواجہ محمد اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ☆

آپ اس طریقہ عالیہ میں امام العارفین کے لقب سے مشہور ہیں۔آپ اپنے وقت کے عرفاء کے مقتدیٰ تصور کئے جاتے تھے۔آپ کے انوار و برکات اطراف واکناف میں منتشر تھے۔بڑے بڑے صاحبان کمالات وعرفان آپ کی صحبت عنبر فشاں میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ایک جہان آپ کے پاس انفاس سے صاحب تکمیل ہوااور درجہ ارشاد کو پہنچا۔

کسبِ فیض:

آپ حضرت تاج الاولیا خواجہ صبغۃ اللہ کے فرزند دوم تھے۔آپ نے حضرت خواجہ محمد معصوم (جد بزرگوار) کو بھی پایا اور آپ کی خدمت کر کے دریائے علم وعرفان سے مستفیض ہوئے۔اور بہت سے فیوضات وبرکات حاصل کئے۔

اس مقتدیٰ اربابِ کمال کے وصال کے بعد والد محترم کی خدمت میں بقیہ کمالات و مقامات طے کئے اور درجہ کمال وتکمیل کو پہنچے۔آپ کا درجہ علمیت پایۂ مولویت کو پہنچا ہوا تھا۔

اشعار کہنے میں بھی آپ طبع عالی رکھتے تھے۔اشعار گوئی میں آپ کا تخلص ’عاشق‘ ہے۔آپ کے اشعار عالی کو جمع کر کے ایک دیوان بھی بنا ہوا ہے۔آپ نے اپنے آباؤ اجداد کی مدح میں بہت سے مضامین نظم ونثر کی صورت میں تخلیق کئے۔

وفات حسرت آیات:

جب آپ کی عمر مبارک اسی 80 سال کی حدود میں پہنچی تو آپ نے دار فانی سے کوچ

کیا......''انا للہ وانا الیہ راجعون'' آپ کی مرقد انور حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کے روضہ کے بیرون میں معروف ومشہور ہے۔

خلفاء ومجازان:

آپکے خلیفہ مجاز بہت سے ہیں۔ان میں سے دو فرزندانِ ارجمند ہیں۔ ایک شاہ محمد صبغۃ اللہ ہیں کہ ان کا سلسلہ ارشاد پشاور، کابل، ماوراالنہر، روم اور بلغار تک پہنچا۔انہی کے خلفا میں سے خواجہ حسن اتا ہوئے ہیں، جو کابل کے نواحی علاقے کی ایک بستی میں ہو گزرے۔ دوسرے فرزند حضرت حاجی غلام محمد معصوم، جو''خواجہ معصوم ثانی'' کے نام سے معروف ہیں۔

حضرت حاجی غلام محمد معصوم المعروف معصوم ثانی رحمۃ اللہ علیہ

اس طریقہ عالیہ میں آپ کا لقب "قطب الاقطاب" ہے۔ شہرت آپ کی "خواجہ معصوم ثانی" کے نام سے ہے۔ آپ اپنے زمانے میں منصب قیومیت، غوثیت وقطبیت کے جامع تھے۔

بشارتِ ولادت:

حضرت عروۃ الوثقیٰ علیہ الرحمہ نے اپنے فرزندار جمند حضرت تاج الاولیاء کو بشارت دی تھی کہ تیری نسل سے ایک فرزند تولد ہوگا وہ بالواسطہ تمہاری اولاد ہو یا بلاواسطہ، جب وہ پیدا ہو تو میرے نام پر اس کا نام رکھ دینا کیونکہ نسبت مجددی، معصومی اس سے شرافت پائے گی۔ اس کے فیوضات وبرکات اس کی اولاد ومریدین میں تاقیام قیامت باقی رہیں گے۔ وہ طریقہ عالیہ کو مزید رواج دے گا۔ آپ نے حضرت معصوم ثانی کیلئے فوق الذکر مقامات عالیہ کی بھی بشارت دی تھی۔

آپ کی یہ بشارت حضرت سلطان العارفین کی بشارت کی مانند ہے جو انہوں نے حضرت ابوالحسن خرقانی کے حوالے سے ان کی ولادت سے چند سال پہلے دی تھی۔ خلاصۂ کلام یہ کہ آپ کے جد امجد نے آپ کے بارے میں کہا تھا کہ وہ اپنے زمانہ میں ایک عالم کو روشن کرے گا اور اس طریقہ عالیہ کو اوج کمال تک پہنچائے گا۔

تحصیل علم ظاہر وباطن:

آپ نے تحصیل علومِ عقلیہ ونقلیہ کی ابتدا کی اور بیس 20 سال کی عمر میں سند فراغت حاصل کی۔ اپنے زمانے میں ممتاز اور اوحد الدھر ہوئے۔ دورۂ فراغت کے بعد اپنے جد محترم خواجہ صبغۃ اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں طریقہ عالیہ کے کسب میں مشغول ہوئے، اور تھوڑے ہی عرصے میں در

جہ کمال و تکمیل تک پہنچ گئے۔اور جد امجد کی طرف سے خلافت مطلقہ سے سرفراز ہوئے۔

آپؒ اپنے والد محترم کے مرید و خلیفہ ہیں اور وہ اپنے والد محترم حضرت قیوم الزماں کے مرید و خلیفہ ہیں۔لیکن حضرت خواجہ فضل اللہ جو کہ اس خاندان کو زیادہ جانتے ہیں انہوں نے عمدۃ المقامات 378 پر آپ کو حضرت قیوم الزمان کا مرید و خلیفہ قرار دیا ہے۔

راقم الحروف (علی محمد بلخی) بھی یہی کہتا ہے کہ آپ کا اپنے جدِ محترم سے کسبِ کمالاتِ باطنی کا حاصل کرنا اس بات کے منافی نہیں کہ آپ نے (اپنے والد محترم) سے اکتساب فیض کیا ہو۔کیونکہ آپ کے والد محترم بھی اولیاء اللہ میں سے تھے۔اور پھر تبرکاً جد امجد سے منصب خلافت حاصل کیا ہو۔مثلاً ایک شخص کا والد بھی عالم ہو اور دادا بھی عالم و فاضل ہو۔اور جب یہ شخص دونوں کی تربیت سے مرتبۂ مولویت پر فائز ہو گا تو تبرکاً اپنے جد محترم سے دستارِ فضیلت حاصل کرے گا ،کیونکہ ان کا مرتبہ و مقام والد کے مرتبہ سے اعلیٰ و افضل ہے۔

وفات حسرت آیات:

جب آپ کی عمر 90 سے تجاوز کر گئی تو 5 ذوالحجہ 1161ھ میں اس جہان سے دار الخلد کی طرف منتقل ہوئے اور اللہ تعالیٰ کے جوار رحمت میں ٹھکانہ پایا۔

"انا للہ وانا الیہ راجعون"

آپ کا مزار پر انور درالارشاد سرہند شریف میں حضرت عروۃ الوثقیٰ کے گنبد کے باہر والد محترم کے مزار کے ساتھ واقع ہے۔آپ کے خلفاء کی تعداد معلوم نہیں۔آپ کے خلفاء میں حضرت شاہ غلام محمد آپ کے خلف رشید اور ولد شریف ،حضرت میر غیاث الدین حرمی صاحب دیوان غیاثی ،معروف و مشہور ہیں۔

☆حضرت شاہ غلام محمد عرف قدوۃ الاولیاء رحمۃ اللہ علیہ☆

آپ کا لقب اس طریقہ عالیہ میں ''قدوۃ الاولیا'' اور حضرت جی صاحب کلاں ہے۔

تحصیل علوم ظاہری کے بعد کسب کمالات باطنی اپنے والد محترم حضرت قطب الاقطاب سے حاصل کیئے۔ اور آپ کی خاص نسبتوں سے مشرف ہوئے۔ اور درجہء کمال واکمال تک پہنچ کر خلیفہ مجاز ہونے کا شرف پایا۔

جب آپ کے والد محترم نے آپ کی خدمت کو کامل و مکمل پایا تو مسند مشیخیت ان کی طرف تفویض فرمادی۔ اور تمام فرزندان و مریدان کو ان کے سپر فرمادیا۔ آپ اپنے والد محترم کی حیات میں ہی مسند ارشاد پر جلوہ افگن ہو کر مخلوق کی راہنمائی میں مشغول ہوئے۔ آپ کے رشد و ہدایت کا ہنگامہ تمام جہان کے اطراف اکناف میں پھیل گیا اور پوری دنیا سے لوگ آپ کی خدمت میں پہنچ کر طریقہ عالیہ میں داخل ہوئے۔ اور فیوض و برکات حاصل کر کے سرور و برکات کے مظہر ہوئے۔

المختصر آپ اپنے وقت میں مرجع کل تھے۔ تمام بھائیوں اور کثیر قوم نے آپ کی خدمت سے فیوض و برکات اخذ کیئے۔ ''اذا جاء نصر اللہ والفتح ورایت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجا'' (جب اللہ کی مدد اور فتح آئے گی۔ اور تم دیکھو گے کہ لوگ فوج در فوج دین میں داخل ہونگے) کے مصداق امیر و غریب، بادشاہ و حکام، مشائخ و اکابر اور علماؤ فضلا جوق در جوق آپ کی جانب مرجوع ہوئے۔ اور آپ کے خلفاء دنیا کے گوشہ گوشہ میں پھیل گئے۔

جو رواج اس طریقہ عالیہ کو ان دنوں آپ کے وجودِ باجود سے اور آپ کے فرزندان، برادران اور خلفاء مجازان سے حاصل ہوا، کاتب کا حوصلہ اس کو گننے سے عاجز اور زبانِ قلم اس کو لکھنے سے قاصر ہے۔

اکابرین سے سنا گیا ہے کہ آپ کے صبح و شام کے مراقبہ میں معمولی طور پر بارہ 12 ہزار

سے زائد افراد شریک ہوتے تھے اور نماز جمعہ کے بعد مراقبے میں اتنے لوگ ہوتے تھے جن کی تعداد اعداد و شمار سے باہر ہے۔ (عمدۃ المقامات، صفحہ 424-423)

آپ کی عادت شریفہ یہ تھی کہ آپ چھ ماہ لاہور میں اپنے اہل و عیال میں اور چھ ماہ پشاور میں گذارتے۔ اور لوگ آپ کی راہ میں خیمے لگا کر سراپا انتظار ہوتے۔ آپ اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی تھے۔ آپ نے تمام عمر خدمت حدیث شریف میں بسر کی اور کئی ہزار حدیثوں کو آپ نے با سناد حفظ کیا ہوا تھا۔ آپ جو بھی عمل کرتے اس پر دلیل کے طور پر حدیث شریف روایت کرتے۔

وفات:

بالآخر ماہ شوال کے شروع میں عید الفطر کی رات 1177 ہجری میں پشاور میں آپ نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ اور شہر سے باہر اسد خان جو کہ آپ کے مریدوں میں سے تھا کے باغ میں مدفون ہوئے۔

مرقد اقدس:

شروع شروع میں مزار کی عمارت بڑی عالی شان تھی پھر سکھوں کے ہاتھوں خراب ہوگئی۔ ان دنوں (1403 نہم محرم الحرام) آپ کی مسجد جو حضرت بابا جی کے نام سے معروف ہے کے احاطہ میں ہے اور شہر پشاور میں موضع شجبہ میں مشہور ہے۔

آپ کے مزار پر جو کتبہ لگا ہوا ہے اس کے ایک طرف آیۃ الکرسی کندہ ہے۔ اور باقی اطراف میں حضرت غیاث الدین جرمی کے چند اشعار آپ کی وفات کے بارے میں لکھے ہوئے ہیں۔ اس کتبے میں آپ کی تاریخ وفات 1178 ہجری درج ہے جو کہ عمدۃ المقامات کی عبارت کے خلاف ہے۔ آپ کے خلف اور خلیفہ حضرت شاہ غلام حسن کا مزار بھی اس احاطہ میں ہے۔

☆حضرت حاجی صفی اللہ رحمۃ اللہ علیہ☆

اس طریقہ عالیہ میں آپ کا لقب قیوم جہاں' اور کنیت ابو البشر' ہے۔

ولادت و بشارت ولادت:

آپ کی ولادت 4 ذو العقد 1156ھ کو ہوئی۔ کہتے ہیں کہ آپ کے والد حضرت قطب الاقطاب نے خواب میں حضرت آدم علیہ السلام کو دیکھا اور آپ نے والد محترم کو بشارت دی تھی، کہ کل تمہارے گھر میں ایک فرزند تولد ہوگا جو برگزیدۂ روزگار اور عجوبہ زمانہ ہوگا۔ اس کے قدوم میمنت لزوم کو غنیمت سمجھنا اور اس کا نام میرے نام پر رکھنا۔ جب صبح ہوئی تو آپ کے والد بزرگوار نماز فجر کے بعد خانقاہ معلیٰ میں فقراء کے ساتھ مراقبہ میں تھے کہ کیا دیکھتے ہیں کہ بیت اللہ ان کے گھر کی طرف اتر رہا ہے اور کہتا ہے کہ میں تمہارے فرزند کی زیارت کیلئے آیا ہوں جو ابھی تولد ہوا ہے۔ اسی اثنا میں آپ کی خادمہ گھر سے آئی اور اس قرۃ العین کی ولادت باسعادت کی خوشخبری سنائی۔

(ولادت کے بعد) آپ نے رونے سے قبل تین بار اسم ''اللہ'' بکمال فصاحت بولا اور پھر گریہ کرنے (رونے) لگے۔

جب آپ کے کان میں اذان و تکبیر کہی تو آپ نے بھی تکبیر کیلئے لب ہلائے جس کی آواز تمام حاضرین نے سنی۔

ابھی عمر عزیز کے چند سال ہی گذرے تھے کہ والد محترم جہان فانی سے کوچ کر گئے۔

آپ نے اخذ فیض ''قطب الاقطاب'' سے کیا جبکہ آپ کے والد نے ایام طفولیت میں بھی اپنی ت عالیہ سے ان کو دور نہیں رکھا۔

حضرت قطب الاقطاب کی وفات حسرت آیات کے بعد بقیہ کمالات و مقامات برادرِ بزرگ حضرت شاہ غلام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت سے حاصل کیئے اور صاحب جذبات و بلند حالات ہوئے۔

آپ عرصے تک شہر کابل (اللہ اس کو آفات و زلازل سے بچائے) میں سکونت پزیر رہے۔ اس وقت آپ کے ارشاد والارشاد کا شور وغل تھا۔ ایک عالم کو اس طریقہ عالیہ خواجگان اور اکابرین خاندان کی طرف دعوت دیتے تھے۔ اور ہر دور و نزدیک شخص کے کانوں تک آپ کے حالات و کیفیات کا طنطنہ پہنچ گیا تھا۔ آپ کی صحبت، عاشقانہ جذبات وصیحات سے مالا مال تھی۔

شعر گوئی:

آپ شعر گوئی میں بھی طبع نازک اور بلند مقام رکھتے تھے۔ ایک دیوان عالی شان بھی لکھا تھا جو ایام جذب میں خود ہی پانی سے دھوڈالا۔ اس دیوان سے چند اشعار باقی بچے۔

تصانیف:

آپ کی تصانیف میں (دیوان کے علاوہ) تین رسالے اور بھی یادگار ہیں۔

1۔ آداب الارشاد جس کو معدن الاسرار بھی کہتے ہیں

2 مخزن انوار صفی احمدی جو کہ "مخزن الانوار احمدی فی کشف الاسرار المجددی" کے نام سے مشہور ہے۔

3۔ رسالہ چہار جوی۔

سفر وفات:

جب آپ کی عمر آخری منزل تک پہنچی تو دل میں زیارت حرمین شریفین کا شوق پیدا ہوا

لہذا آپ غزنی، قلات، سندھ اور بلوچستان کے راستے سے ہوتے ہوئے عازم حج ہوئے۔ اس سفر میں حضرت شہید، اور برادر بزرگ حضرت محمد فضل اللہ مولف عمدۃ المقامات اور حضرت بی بی قیومہ آپ کے ہمرکاب تھے۔آپ کی قسمت میں زیارت حرمین شریفین نہ تھی لہذا ابھی راستے میں ہی تھے کہ بیمار ہوگئے۔اور چھ 6 ذوالعقد 1212ھ پیر کی صبح دارفانی کو الوداع کہا اور رحمت خداوندی سے پیوست ہوگئے۔

آپ کا مزار پرانوار شہر حدیدہ جو کہ یمن کے توابع میں سے ہے، میں روشن ھندی مسجد سے متصل ایک درخت کے نیچے واقع ہے۔

☆☆☆☆☆☆

حضرت حاجی شاہ محمد ضیاء الحق

المعروف حضرت ایشان شہید رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا نام حضرت حاجی شاہ محمد ضیا الحق ہے۔ نیز آپ میاں ضیاء الحق کے نام سے بھی یاد کیے جاتے ہیں۔ اس طریقہ عالیہ میں آپ کی شہرت ''حضرت شہید اور ایشان شہید'' کے نام سے ہے۔ صاحب گلدستہ کراماتِ شمسیہ نے آپ کا نام یوں ذکر کیا ہے......

حضرت غوث العلمین، قدوۃ المحققین زبدۃ العارفین حاجی شاہ محمد ضیاء الحق المعروف حضرت شہید قدس سرہ العزیز۔

الغرض، شاہ ضیاء الحق، میاں ضیاء الحق، محمد ضیاء الحق، حاجی شاہ محمد ضیاء الحق، حضرت شہید اور حضرت ایشان شہید، سبھی آپ کے اسماء والقابات ہیں۔

آپ حضرت بی بی صاحبہ کے بیٹے ہیں جو اس طریقہ میں بی بی قیومہ کے نام سے شہرت رکھتی ہیں۔ آپ حضرت صفی اللہ کی عینی بھانجی ہیں۔ اور والد کی طرف سے حضرت شاہ غلام محمد کی نواسی ہیں۔ حضرت شہید تمام دورِ سلوک میں مرشد گرامی حضرت صفی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ رہے۔ سفر حرمین میں بھی آپ کے ساتھ تھے۔

مرشد گرامی کی وفات حسرت آیات کے بعد آپ نے ماوراء النہر کی طرف رخت سفر باندھا۔ اس سفر میں برادر اعظم حضرت خواجہ محمد فضل اللہ المعروف حضرت حاجی، مولف عمدۃ المقامات اور والدہ ماجدہ حضرت بی بی صاحبہ آپ کے ساتھ تھیں۔ بخارا کے مزارات مقدسہ

اور تبرکات کی زیارت کے بعد واپس ہوئے۔ جب مزار شریف جو کہ بلخ میں واقع ہے میں پہنچے تو بتاریخ 12 ربیع الاول بروز جمعہ 1218ھ حضرت بی بی صاحبہ رحلت فرما گئی اور گنبد شرقی میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے روضہ انور کے پاس مدفون ہوئیں۔

اس کے بعد آپ کی بقیہ عمر شہر کابل میں طریقہ عالیہ کی ترویج اور اخلاق مصطفویہ کی اشاعت میں صرف ہوئی۔

بعض دوستوں سے شنید کے مطابق آپ نے حضرت بی بی صاحبہ المعروف بی بی قیومہ اپنی والدہ سے خلافت حاصل کی۔ بلکہ یہ بات بھی کسی کو معلوم نہیں کہ حضرت بی بی صاحبہ، حضرت ایشان شہید کی والدہ ہیں۔ لوگ صرف اتنا کہتے ہیں کہ اس سلسلہ میں ایک فرد مستورات میں سے ہے۔ فقط راقم الحروف (علی محمد بلخی) نے اس معاملے میں تحقیق کی ہے۔

صحیح قول کے مطابق آپ (حضرت شہید) حضرت صفی اللہ کے خلیفہ ہیں اور حضرت بی بی صاحبہ بھی انہی کی خلیفہ تھیں۔ اتنی بات ضرور ہے کہ آپ اپنی والدہ کی طرف سے بھی بشارات عالی اور اشارات مثالی سے سرفراز ہوئے ہیں۔

حضرت ایشاں شہید کے حضرت صفی اللہ کا خلیفہ ہونے پر یہ عبارت دلیل کے طور پر ملاحظہ فرمائیں، صاحب گلدستۂ کراماتِ شمسیہ فرماتے ہیں......

"آپ (حضرت شاہ محمد ضیاء الحق) حضرت قیوم ربانی، غوث صمدانی مجدد مأۃ ثالث عشر مسمی باسم ابوالبشر سرگروہ اہل اللہ حضرت حاجی صفی اللہ المعروف قیوم الجہان کے مرید مکرم اور خلیفہ وجانشین تھے۔ (گلدستۂ کرامات شمسیہ 14)

اس سے بڑھ کر اس بات پر دلیل یہ ہے کہ حضرت فضل اللہ نے کتاب مستطاب عمدۃ المقامات، صفحہ:490 پر حضرت صفی اللہ کے چار خلفاء میں حضرت شہید کو بھی شمار کیا ہے۔ عبارت

اس طرح ہے......

''اور اس فقیر کے برادر عینی میاں ضیاء الحق آپ (حضرت صفی اللہ) کے خلفاء میں سے ہیں۔ آپ حالات بلند اور معارف ارجمند کے منبع تھے اور حضرت قیوم جہاں اور حضرت بی بی صاحبہ کی طرف سے بھی بشارت عالیہ سے سرفراز ہوئے ہیں۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ ان عبارات سے اتنا ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے والدہ محترمہ حضرت بیبی صاحبہ سے بھی فیوضات و برکات حاصل کئے ہیں مگر آپ کا خلیفہ و ماذون ہونا، صرف حضرت صفی اللہ کی طرف سے قطعی ہے۔

علم لدنی:

حضرت شہید کا ایک عجیب واقعہ ان دنوں پیش آیا جب آپ حضرات خواجگان کے مزارات کی زیارت کیلئے بخارا تشریف فرما تھے۔ بخارا کے بادشاہ نے آپ کو آپ کے بھائی حضرت فضل اللہ مولف عمدۃ المقامات جو اس سفر میں آپ کے ساتھ تھے۔ کے ساتھ دعوت پر بلایا۔ حضرت شہید باوجودیکہ مقامات بلند اور معارف عام رکھتے تھے مگر رسمی تعلیم سے بہت کم حصہ حاصل کیا تھا۔ جبکہ آپ کے بھائی حضرت فضل اللہ جامع علوم اور عالم و فاضل تھے۔ دعوت کے درمیان بادشاہ نے حضرت شہید سے ایک مسئلہ دریافت کیا تو حضرت خواجہ فضل اللہ نے جواب دینے میں جلدی کی کہ کہیں حضرت شہید کو شرمندگی نہ اٹھانا پڑے اور دربار شاہی سے نکال نہ دیے جائیں۔ اس حادثہ سے حضرت شہید بڑے غمگین ہوئے۔ رات کو حضرت خواجہ بہاؤالدین قدس سرہ کی قبر پر گئے اور اپنے احوال حضرت خواجہ کے واسطہ سے بارگاہ رب تعالیٰ میں عرض کئے۔ پھر رات کو وہیں سو گئے۔ جب صبح نیند سے بیدار ہوئے تو تمام علوم و معارف آپ کو دو چند حاصل ہو چکے تھے۔

تالیفات وتصنیفات:

بہت سی تالیفات ان کی یادگار ہیں جوان کے علم لدنی پر دلالت کرتی ہیں۔ان میں سے ایک ''مفتاح الحقائق'' ہے جس میں علم تصوف کے دقیق مسائل درج ہیں۔اسی طرح نعت سرورِدوعالم ﷺ اوردیگر بزرگان دین کی مدح میں اشعار کثیرہ بھی آپ کی یادگار ہیں۔

وصال صد ملال:

آپ کا وصال یوم عاشوراء 1255ھ کو ہوا آپ کی مرقد انور نجراب جو کہ درۂ حضرت فرخ شاہ ولی میں ہے، میں واقع ہے۔یہ آپ کے اجداد کبار میں سے ہیں۔

حضرت حاجی شاہ ضیاء المعروف حضرت میانجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا نام حضرت شاہ ضیاء ہے۔ نیز حاجی شاہ ضیاء کے نام سے بھی یاد کیے جاتے ہیں۔اس طریقہ عالیہ میں آپ کی شہرت ''حضرت میانجی'' کے نام سے ہے۔آپ اپنے والد بزرگوار حضرت ایشان شہید میاں ضیاء الحق کے خلیفہ ہیں۔آپ کا سلسلہ نسب وسلوک حضرت شاہ غلام محمد قدس سرہ تک جا کر یکجا ہو جاتا ہے۔آپ نے طریقہ عالیہ نقشبندیہ اپنے والد بزرگوار سے کسب کیا۔

صاحبِ گلدستہ کرامات شمسیہ، صفحہ:17 پر لکھتے ہیں۔

حضرت والد بزرگوار محمد ضیاء الحق نے آخری عمر آپ کے بارے میں فرمایا تھا کہ جو معارف ومدراج قرب الٰہی جل سلطانہ،اور تصوف وسلوک کے مقامات عالیہ مجھ سے متعلق تھے۔ محض اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے تمام کے تمام سلوک میں نے تمہیں دے دیئے ہیں ذرہ بھی باقی نہیں رہا۔لیکن چونکہ تمہاری استعداد ابھی بلند ہے۔تمہیں چاہیے کہ ہندوستان کے شہر پنجاب کی اطراف میں چلے جاؤ۔ایک درویش خاک نشین کہ ظاہرا قلندری کے لباس اور گداگری کی صفات سے متصف ہوگا۔تم سے ملے گا۔باقی معاملاتِ سلوک اس درویش کی ملاقات پر محصور ہے۔

چنانچہ حضرت شہید کے سانحۂ ارتحال کے بعد حسب الامر آپ پنجاب کی طرف روانہ ہوئے اور بڑی تتبع وجستجو کے بعد درویش موصوف کو پالیا۔جو کہ ایک مٹی کے تودہ پر مدھوش و مستغرق پڑے تھے۔

سوائے ایک چادر کے جو کہ ستر کو چھپا رہی تھی کوئی اور لباس بدن پر نہ تھا۔ اور جو حلیہ حضرت شہید نے بیان کیا تھا بعینہ اس پر پورے اتر رہے تھے۔

آپ نے چند کھانے کی نرم چیزیں اور شکر والا شربت موصوف کے منہ میں ڈالا تا کہ کچھ ہوش آجائے۔ بعد ازاں وہ اٹھ بیٹھے اور حضرت صاحب کے ساتھ کچھ دیر بیٹھے پھر جلدی سے وہاں سے روانہ ہو گئے۔ حضرت صاحب بھی آپ کی تلاش میں چل دیے اور ساتھیوں کی نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ آپ کے ہمراہیوں نے اس دن بڑی جستجو کی لیکن حضرت صاحب کو تلاش نہ کر سکے۔

آخر ایک دن بعد بڑی جستجو اور تلاش کے بعد گردونواح کے ایک جنگل میں گئے دیکھا کہ وہاں ایک چبوترا بنا ہوا ہے۔ اور حضرت میانجی وہاں اس پر بے ہوش پڑے ہیں۔ لیکن درویش موصوف کی کوئی علامت وہاں پر نہ تھی۔ آپ کے رفقاء میں سے ایک نے آپ کا سر اپنے زانو پر رکھا اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ کچھ دیر بعد حضرت ممدوح کو ہوش آیا آپ نے سر اٹھایا اور رفقاء کے ساتھ روانہ ہو گئے۔ سنا گیا ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ باقی کمالات تصوف اور معاملات سلوک اس درویش کی صحبت سے حاصل ہو گئے۔

وصالِ پُر ملال:

آپ کی تاریخِ وصال پنجم 5 شوال بروز جمعہ 1316 ہجری ہے۔ آپ کا مزار پرانوار کابل سے شمال کی طرف 20 کوس پر واقع بستی لغمانی میں ہے۔

☆☆☆☆☆☆

حضرت شمس الحق المعروف حضرت صاحب کوھستان قدس سرہ

آپ کا اسم گرامی شمس الحق ہے۔ آپ کا سلسلہ نسب 5 سے سراج العارفین شمس المقربین حضرت امام سیف الدین تک پہنچ جاتا ہے جو کہ حضرت عروۃ الوثقیٰ کے پانچویں صاحبزادے ہیں۔ سلسلہ نسب یوں ہے۔

حضرت شمس الحق بن شاہ عزیز احمد عرف حضرت پیرزادہ بن حضرت شیخ فدا احمد بن حضرت شیخ فضا احمد بن حضرت شیخ محمد موسیٰ بن حضرت سیف الدین بن حضرت عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم بن حضرت امام ربانی رحمتہ اللہ علیہم

حضرت غلام نجم الدین کابلی نے آپ کی سوانح حیات، خوارق و کرامات، ایک رسالہ "گلدستہ کرامات شمسیہ" میں جمع کی ہیں جس میں آپ کے القاب واوصاف اس طرح تحریر ہیں۔

قطب دائرہ زمان غوث انس وجان قیوم عالم و عالمیان و حید بارگاہ حضرت منان غوث الجن والبشر مجدد مائۃ ربع والعشر شیخنا وامامنا قدوۃ المحققین زبدۃ العارفین شاہ محمد شمس الحق والدین علیہ الرحمتہ والرضوان الفاروقی نسبا الحنفی مذھبا الاحمدی والنقشبندی مشربا۔

آپ کے والد محترم نے انگریزی حکومت کے تسلط کے بعد براعظم ہندوستان کی طرف ہجرت مسنون اختیار کی اور کابل تشریف لائے۔ ان دنوں حضرت شاہ ضیاء الحق کے ارشاد ولایت کا طنطنہ کابل اور اس کے اطراف واکناف میں خوب بج رہا تھا۔

حضرت عزیز احمد (والد حضرت شمس الحق) جب حضرت ضیاء الحق کی صحبت میں پہنچے تو فرد واحد تھے اور آپ کی اہلیہ اپنے دو فرزندوں شیخ فدا محمد اور شیخ عطا محمد کے ساتھ مدینہ منورہ ہجرت کر گئیں تھیں۔ موصوف فارسی میں بہت کم مہارت رکھتے تھے۔ حضرت ایشان شہید نے کوہستان اور پنجشیر کے معتبر لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا...... یہ حضرت صاحب تمہارے پیرزادہ ہیں۔ لہذا کوہستان و پنجشیر کے لوگ ان کی طرف لپک پڑے اور ان کو اپنے ساتھ وطن لیجانے کیلئے کمر ہمت باندھی۔

حضرت ایشان شہید نے اپنی بیٹی جن کا نام خوبی جہان بی بی تھا کو حضرت صاحب موصوف کے (نکاح) میں دے دیا۔ حضرت عزیز احمد کو اقامت اختیار کئے ابھی کچھ مدت ہی گزری تھی کہ حضرت میاں ضیاء الحق شہید عالم فانی کو وداع کہہ گئے۔

آپ کی رحلت کے چند سال بعد آپ کے بیٹوں حضرت میانجی اور ان کے بھائی حضرت تبرک شاہ نے مذکورہ بیٹی کا نکاح حضرت عزیز احمد سے کر دیا۔ اور پھر انہی کے بطن اطہر سے حضرت شمس الحق المعروف حضرت کوہستان قدس سرہ پیدا ہوئے۔ حضرت پیرزادہ (عزیز احمد) کی اس سے قبل بھی شادیاں ہو چکی تھیں۔

ابھی اس بوستانِ ولایت کے نونہال کی عمر بارہ یا تیرہ سال تھی کہ والد محترم حضرت عزیز احمد 3 صفر المظفر 1296ھ میں وفات پا گئے۔

واقعۂ وفات اور مقاماتِ تصوف کی منتقلی:

آپ اپنی وفات کے سال کابل، پغمان، لوگرد، کوہ دامن اور چہاردیہ کی طرف اپنے مخلصین کے پاس تشریف لائے۔ اس سفر میں حضرت شمس الحق صاحب کم عمری کے وجود آپ

کے ساتھ تھے ۔ حضرت عزیز نے لوگوں کو الوداع کہتے ہوئے فرمایا ''اللہ بہتر جانتا ہے کہ اب ہماری ملاقات ہوگی یا نہیں، لہذا میرے بعد یہ میرا بیٹا تمہارا پیر ہے''۔ اس سفر سے اپنے وطن کوہستان واپس تشریف لائے اور چند دن بعد ملک پنجشیر کی جانب تشریف لے گئے۔

حضرت شمس الحق نے قرائن و حالات سے جان لیا کہ ان کی رحلت کا وقت قریب ہے ۔لہذا مضبوطی سے ان کا دامن تھام لیا اور روتے ہوئے کہنے لگے'' آپ تو جا رہے ہیں مجھے کس کیلئے چھوڑا ہے'' اس حالت میں آپ نے بیٹے کو تسلی دی اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ہرگز ضائع نہیں کرے گا۔

مقاماتِ تصوف و معارف میں سے جو کچھ میرے پاس تھا اللہ وحدہ لاشریک کی توفیق سے سب میں نے تمہارے سپرد کر دیا ہے ۔لیکن ظاہراً تمہارے سلوک کا تعلق تمہارے ماموں حضرت حاجی ضیاء مجدد کے ساتھ ہے ۔اور پھر اسی دوران آپ کے والد حضرت عزیز احمد ملک پنجشیر کی بستی رخہ میں وفات پا گئے۔

حضرت شمس الحق صاحب نے اپنے والد محترم کے فرمان کے مطابق کمالاتِ تصوف کو بدرجۂ اتم اپنے ماموں حضرت میاں جی قدس سرہ سے حاصل کیا۔ اور ان کی طرف سے خلافت اور ارشاد خلق اللہ کیلئے مامور ہوئے ۔ ہر دور و نزدیک سے بخلوص نیت آنے والے کو توجہات طریقہ عالیہ سے خوب نوازہ۔ اور ایک جہان آپ کی توجہات سے روشن ہوا۔

مرشد گرامی حضرت میانجی قدس سرہ کی حیات میں آپ لوگوں سے کٹ کر رہا کرتے تھے اور ان کی جانب متوجہ نہ ہوتے ۔ اور فرماتے میرا دل لوگوں کی آشنائی و صحبت سے سرد ہو چکا ہے ۔ آپ کے والد گرامی کے مریدوں نے حضرت میانجی سے عرض کیا کہ آپ نے ان کو ہمارے لئے خلافت عطا کی ہے لیکن وہ تو ہمارے حالات کی خبر گیری نہیں رکھتے۔

ان شکایات کی بنا پر حضرت میانجی قدس سرہ نے ان کو بلایا اور ڈانٹا کہ کیوں اپنے والد کے مخلصین کی طرف متوجہ نہیں ہوتے ؟۔ اور پھر ایک تصوف کی کتاب انہیں دیتے ہوئے مزید تاکید ارشاد فرمائی۔

اس کے بعد حضرت شمس الحق یغمان چلے گئے، اس واقعہ کو کچھ مدت ہی گزری تھی کہ حضرت میانجی نے داعیٔ اجل کو لبیک کہتے ہوئے جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔

اس کے بعد آپ کے دل کی بے کلی اور بڑھ گئی اور آپ بے حد غمگین ہوئے۔ شکستہ دل کے ساتھ واپس وطن لوٹے لیکن لوگوں کنارہ کش ہی رہے۔ اس کے تھوڑی مدت بعد آپ نے حضرت حاجی شاہ ضیاء المعروف حضرت میانجی کو خواب میں دیکھا کہ وہ آپ کے اس طریقہ کار سے آزردہ تھے۔ پھر اس کے بعد آپ مخلصین کیجانب متوجہ ہو گئے اور لوگوں کو توجہات عالیہ سے نوازنا شروع کر دیا۔

وفات:

22 ربیع الاول 1350ھ شب جمعہ نماز مغرب کے بعد آپ نے داعیٔ اجل کو لبیک کہتے ہوئے عالم فانی کو الوداع کہا اور آپ کا مرغِ روح پنجرۂ جسم سے پرواز کر گیا۔

"انا للہ و انا الیہ راجعون"

تب آپ کی عمر تقریباً 70 سال تھی۔ کوہستان کے مضافات میں علاقۂ اشترگرام کی ایک بستی "دیھنو" میں آپ کی مرقد انور عام وخاص کو فیض بانٹ رہی ہے۔ اس وقت یہ بستی شہر گل بہار کے قرب وجوار میں مشہور معروف ہے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁

☆حضرت مولانا شاہ رسول طالقانی رحمۃ اللہ علیہ☆

اسم گرامی:

''شاہ رسول'' ہے مگر آپ مبارک، مولانا طالقان کے لقب سے مشہور تھے آپ کا اصلی وطن تگاب شریف تھا۔ آپ مبارک نے اپنے زمانے کے معروف اساتذہ کرام سے علوم عقلی ونقلی خوب اچھے طریقے سے حاصل کرنے کے بعد فراغت و دستار فضیلت حاصل کی اور ان علماء زمانہ کی علمی جلالت وفقاہت کے وارث بنے اور جو اس زمانہ میں صاحب کمال مروجہ علوم فنون تھے ان میں کمال حاصل کیا اور آپ کے علمی کمال کا چرچا دور دور تک پھیل گیا تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے تدریس کا آغاز فرمایا اور اعلیٰ مدرس کی حیثیت سے آپ کی اچھی شہرت ہوگئی اور طالب علم علم ظاہری کے پیاسے اپنی پیاس بجھانے کے لیے آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہونا شروع ہو گئے دوران تدریس آپ مبارک نے مکتوب امام ربانی کا مطالعہ فرمایا جس سے علوم باطنی کا شوق وذوق بڑھ گیا اور کسی کامل ومکمل مرشد کی تلاش شروع فرمادی اور حصول علم باطن کے لیے اس زمانے کے عظیم المرتبت شیخ کامل ومکمل عارف باللہ ولی زمانہ یگانہ روزگار حضرت اخند زادہ تگاب قدس سرہ سے بیعت ہوئے اور تین سلاسل قادریہ چشتیہ سہروردیہ مبارکہ کی مکمل تفصیل حاصل کی اور حضرت نے ان تینوں سلاسل میں اجازت وخلافت سے نوازا۔

مگر اس تکمیل سے پیاس باقی رہی اور مولانا حضرت شاہ رسول علیہ الرحمۃ نے نقشبندیہ سے حصول طریقہ کے لیے تلاش جاری رکھی اگرچہ تینوں سلاسل سے فیض لے چکے تھے دوست

احباب اور علماء کرام سے زبدۃ العارفین قدوۃ السالکین امام المحققین حضرت سیدنا شمس الحق کوہستانی کی روحانی شہرت وکمال کے چرچے سنے جن کی توجہ شریف سے مرجھائی ہوئی جانیں التفات حاصل کرتی تھیں طلب حق اور تلاش مرشد میں چلتے چلتے حضرت کی خدمت اقدس میں پہنچ گئے۔

پہلی صحبت وتوجہ شریف نے ایسا اثر کیا کہ حضرت مولانا شمس الحق کے ہو کے رہ گئے امام طریقہ خواجہ خواجگان نقشبندیہ فرماتے ہیں۔

اول ما آخر ہر منتہی　　　آخر ما جیب تمنا تہی

ہماری ابتداء اوروں کی انتہاء ہے اور ہماری انتہا دامن آرزو خالی کردیتی ہے۔

حضرت سے بیعت کی التجا کی جس پر آپ مبارک نے قبول فرمایا اور اپنی خدمت اقدس میں کچھ دن گزارنے کا اشارہ فرمایا روزانہ کی لاجواب توجہ شریف وہ رنگ لائی جس کی تمنا تھی حضرت نے بہت کم عرصہ میں تمام اسباق مکمل فرما کر درجہ کمال تک پہنچادیا.

ہر کجا چشمہ شیریں بود　　　مردم ومرغ ومور گرد آئیند

اور باکمال بنا کر اجازت تلقین وتوجہ بھی فرمادی.

دل سے تیری نگاہ جگر تک اُتر گئی
دونوں کو اک ادا میں رضامند کرگئی

طریقہ عالیہ نقشبندیہ میں دوسرے سلسلوں کی نسبت پیروی سنت نبوی ﷺ زیادہ ہے اور ترقی کا انحصار زیادہ تر اتباع سنت پر رکھا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے.

اے محبوب فرمادیجئے اگر تم چاہتے ہو کہ اللہ تم سے محبت کرے تو میری اتباع کرو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا (آل عمران، آیت:۳۱)

لہذا جو طریق سنت کی پیروی نہ کرے گا وہ ترقی سے محروم رہے گا حضرت خواجہ نقشبند

قدس سرہ فرماتے ہیں ''طریقہ ما محرومی نیست ہر کہ از طریقہ ما رو گرداند خطرہ دین درروچرا کہ این طریقہ بعینہ طریقہ صحابہ کبار است''

''ہمارے طریقہ میں کسی کو محرومی نہیں ہے جو کوئی طریقہ سے منہ پھیر لے وہ جان لے کہ دین کے خطرہ میں ہے کیونکہ یہ طریقہ بالکل صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مطابق ہے.

اور کامل و مکمل استاد کی رہنمائی کے بغیر یہ منزل بہت دشوار ہے مولانا روم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں

کار بے استاد خواہی ساختن جاہلانہ جاں بخواہی باختن

اگر استاد کے بغیر کام بنانا چاہے تو کامیابی ممکن نہیں بلکہ جاہلوں کی طرح اپنی جان پر کھیلنا پڑے گا۔

حضرت خواجہ خواجگان حضرت شاہ نقشبند بخاری قدس سرہ فرماتے ہیں.

نیست ممکن در رہ عشق اے پسر راہ برون بے دلیل راہبر

اے بیٹے راہ عشق میں یہ ممکن نہیں ہے کہ بغیر راہبر (پیر) راستہ پر چلا جا سکے.

مزید عارف رومیؒ فرماتے ہیں.

ہیچ چیزے خود بخود پیدا نہ شُد

ہیچ آہن خود بخود تیغ نہ شُد

کوئی چیز اپنے آپ پیدا نہیں ہوئی اور نہ کوئی لوہا خود بخود تلوار بنا

مولوی ہر گز نہ شد مولائے روم

تا غلام شمس تبریز نہ شد

مولوی اس وقت تک مولائے روم نہیں بن سکا جب تک وہ حضرت شمس تبریز کا غلام نہ

بن گیا مزید مولانا رومیؒ فرماتے ہیں۔

پیر را بگذیں کہ بے پیر ایں سفر
ہست راہ پر آفت و خوف و خطر

اپنے لئے پیرو مرشد پکڑ کیونکہ بغیر پیر کامل و مکمل کے یہ سفر نہایت پر آشوب اور خطر ناک ہے۔

دامن اُو گیر زور تر بے گماں   تا رہی از آفت آخر زماں

بلاشک وشبہ اس بندہ خاص کا دامن جلد از جلد پکڑ تا کہ تو اس آخری زمانہ کی آفتوں سے بچا رہے۔

حضرت شاہ رسول طالقانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مولانا شمس الحق رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت اور روحانیت سے پورا پورا فائدہ حاصل کیا اور ان کی خدمت میں درجہ کمال کو پہنچے آپ مبارک کے حالات وواقعات اکثر حضرت مولانا خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ سے ملتے جلتے ہیں اکثر آپ مبارک کی کیفیات انہی کیطرح ہیں لوگ نور ھدایت وخوشبو معطر اور معرفت کا حصول آپ کے وجود بابرکت سے حاصل کرتے ہیں آپ کے مرشد گرامی نے آپ کو نور معرفت سے ایسا پہچانا کہ آپ مبارک کی لیاقت استعداد وقابلیت نامہ کی بنا پر دوسرے پرانے اور کئی سالوں سے زیر تربیت احباب طریقت سے پہلے اور بہت کم عرصہ میں خلافت سے سرفراز فرمایا۔

ہر ایک نے تجھے اپنی نظر سے پہچانا
جدا جدا ہے تیرا انداز دلربائی کا

حضرت شاہ رسول رحمۃ اللہ علیہ خلافت عطا ہونے کے واقعہ کو اس طرح خود بیان کرتے ہیں:

میں اور میرے کامل و مکمل مرشد رحمۃ اللہ علیہ ایک سفر میں جا رہے تھے کہ آپ مبارک

گھوڑے پر سوار تھے اور ہم دوسرے لوگ پیدل جارہے تھے کہ آپ مبارک نے فرمایا ''اے ملا ذکر دیا کرو'' حالانکہ ابھی مولانا شاہ رسول علیہ الرحمتہ کے تمام اسباق مکمل نہیں ہوئے تھے۔

اس واقعہ سے آپ مبارک کی استعداد اور صلاحیتوں اور روحانی کمال اور مرشد کامل ومکمل کی خصوصی نظر عنایت کا واضح پتہ چلتا ہے۔

یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا

ہر مدعی کے واسطے دارورسن کہاں

اس کے بعد آپ نے منازل سلوک کو بہت جلد مکمل فرمایا اور آپ مبارک کے مرشد گرامی قدر نے سلوک وروحانیت کے تمام راستوں کو طے کروادیا جب سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مکمل ہوگیا اور تمام اسباق بھی منزل مقصود تک پہنچ گئے تو حضرت مولانا شمس الحق علیہ الرحمتہ نے آپ مبارک کو تلقین وتوجہ کی مکمل اجازت فرمادی مگر ارشاد خط ابھی تک تحریری عطا نہیں فرمایا تھا کہ سلطان اولیاء، قدوۃ السالکین شمس العارفین مولانا شمس الحق کوہستانی کا مورخہ 1350ھ کو انتقال ہوگیا تو حضرت کے اس جہان فانی سے رخصت ہونے کے بعد مولانا شاہ رسول رحمۃ اللہ علیہ اپنے وطن تگاب شریف میں درس وتدریس میں مشغول ہوگئے اور طلباء کو علوم ظاہری وباطنی کے ساتھ مزین کرنے لگے جو بھی آپ مبارک کی زیر تربیت رہ کر دونوں علوم کی فضیلت سے بہرہ ور ہوتا تو وہ کندن بن کر مدرسہ سے نکلتا اور جو سالک ذکر وبیعت کی سعادت حاصل کرتا تو وہ جذب وکمال حاصل کر کے دوسرے لوگوں کو بھی سیراب کرنے لگ جاتا اس طرح آپ مبارک کے مریدین اور مخلصین واحباب کی تعداد زور پکڑ گئی اور ایسا اضافہ شروع ہوگیا کہ ہر طرف ذکر وفکر وجد، حال ومستی شروع ہو گئی اس میں شک نہیں کہ جب آگ لگتی ہے تو دھواں ضرور اٹھتا ہے جیسے جیسے محبت کرنے والے بڑھتے گئے ساتھ ساتھ مخالفین کے دل بھی حسد کی آگ سے بھڑکتے گئے آپ کے مریدین

وسالکین کے جذب وحالات بہت عجیب تھے مستی حال وکیف اس طرح وارد تھا کہ جس طرف آپ کی نظر جاتی عاشقوں کو مرغ بسمل کی طرح تڑپاتی جاتی جب لوگوں کے سینے نگاہوں سے چرنے لگے تو حاسدوں نے شور شرابا شروع کر دیا کیونکہ آپ اپنے مرشد گرامی سے تحریراً ارشاد خط حاصل نہیں کر سکے تھے۔ اس وجہ سے اس بات کو وجہ بنا کر حضرت کو نشانہ بنایا گیا کہ آپ بے خلافت اور ارشاد خط کے بغیر پیری مریدی کر رہے ہیں اس واقعہ کی خبر علاقہ کے افسر مجاز کو دی گئی کہ یہ مولوی بے سند پیری مریدی کر رہا ہے اور اس کے مریدوں کی ان کیفیات سے اہلیان شہر پریشان ہیں یہ بات چلتے چلتے حضرت نور المشائخ قدس سرہ حضرات کابل تک پہنچی۔ حضرت کی عزت وکمال اور بزرگی دور دور تک پھیلی ہوئی تھی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو اعلیٰ ظرف اور بصیرت سے نوازا تھا۔

آپ نے مخالفین کی من گھڑت تو ہمات اور پروپیگنڈا دیکھا تو اپنے دست مبارک سے ارشاد خط تحریر فرما کر خدام کے ذریعے مولانا شاہ رسول علیہ الرحمۃ کو ارسال کیا مگر مخالفین ارشاد خط کی وجہ سے آپ کو پریشان نہیں کر رہے تھے وہ تو آپ مبارک کی عزت وکمال سے پریشان تھے حضرت نے ارشاد خط قبول فرمایا اور حضرات نور المشائخ علیہ الرحمۃ کا شکریہ ادا کیا اور عرض کی کہ حضرت آپ کو جن حالات وواقعات کی خبر ہوئی ہے وہ حقیقت ہے یہ لوگ خود تو روحانیت وکمالات سے بے خبر ہیں ان کی اپنی توجہ میں یہ طاقت نہیں کہ کسی کو اپنی توجہ سے درجہ کمال تک عروج دے سکیں یہ لوگ صرف پریشان کرنے کے لیے ایسی باتوں میں گرفتار ہیں۔

اب اگرچہ ارشاد خط کا اعتراض ختم ہو جانا چاہیے تھا مگر مخالفین اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے اور اسی طرح دشمنی اور مخالفت پر اترتے رہے اور حسد کی آگ تھوڑی سی بھی سرد نہ ہوئی تو مولانا شاہ رسول طالقانی علیہ الرحمۃ نے سنت رسول ﷺ پر عمل کرتے ہوئے وہاں سے ہجرت فرمانے کا ارادہ فرمایا اور وطن چھوڑ کر طالقان کے علاقہ میں تشریف لے آئے اور یہاں علوم ظاہری

وباطنی کے ارشاد کا کام زور وشور سے شروع فرمایا سلوک کی تربیت کے ساتھ ساتھ اخلاق نبوی ﷺ کی تربیت اور احباب طریقت کو منور فرماتے رہے اور درس وتدریس کو بھی ترک نہ فرمایا آخری عمر تک طالقان کی سرزمین پر آنیوالے عاشقین کی عشق ومحبت رسول ﷺ اور روحانی جسمانی تعلیمات اور دونوں علوم کی روشنی سے روحانی تربیت فرمائی اور باقی تمام عمر کا حصہ اسی جگہ پر گزارا اور لوگ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کی تعلیم وتربیت سے مستفیض ہوتے رہے۔

جیسا کہ مولانا جامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں.

نقشبندیہ عجب قافلہ سالار اند　　　　که برند از رہ پنہا محرم قافلہ را

حضرات نقشبندیہ عجیب قافلہ کے سالار ہیں کہ پوشیدہ طور پر اپنے طلبہ کو حرم میں لے جاتے ہیں

از دل سالک رہ جاذبہ محبت شاں　　　　می بر دوسوسۂ خلوت وفکر چلہ را

سالک کے دل سے ان کی محبت کی کشش خلوت کے خیال اور چلہ کی فکر کو مٹا دیتی ہے۔

تو نقش نقش بنداں راچہ دانی　　　　تو شکل پیکر جاں راچہ دانی

تو نقش نقشبنداں کو کیا جانے تو جان کے جسم کی شکل کو کیا جانے۔

گیاہ سبزہ داند قدر باراں　　　　تو خشکی قدر باراں راچہ دانی

تو خشک ہے بارش کی قدر کیا جانے سبز گھاس بارش کی قدر جانتی ہے.

ہنوز از کفر ایمانت خبر نیست　　　　حقالقائے ایمان راچہ دانی

ابھی تجھے کفر وایمان کی ہی خبر نہیں ہے تو بھلا کمالات ایمان کو کیا جانے.

بالآخر 1360 ہجری جب آپ کو اللہ تعالیٰ نے مقام امامت سے سرفراز فرمایا تو آپ سیدنا ومولانا شاہ رسول طالقانی علیہ الرحمۃ نے اس دار فانی کو الوداع کہا۔

☆ قیوم زماں حضرت مولانا محمد ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ علیہ ☆

عطار ہو رومی ہو سعدی ہو غزالی ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہ سحر گاہی

تاریخ عالم شاہد ہے کہ ہر دور، زمانہ اور ہر صدی میں کوئی نہ کوئی ایسی ہستی ضرور ہوتی ہے جو اپنی نظیر آپ ہوتی ہے اور اس کے رخصت ہونے سے کبھی نہ پر ہونے والا خلا پیدا ہو جاتا ہے اور پھر چشم عالم اس جیسی ہستی کا مشاہدہ کرنے کیلئے عرصہ دراز تک انتظار کرتی ہے۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

ان ہی دیدہ وروں میں سے ایک ہستی جن کی دید کو آج دنیا ترستی ہے فرید عصر صاحب خوارق و معارف عالم الوریٰ ولی کامل و مکمل محبوب ذات سبحانی مجاہد ملت اسلامیہ چراغ خانوادۂ ولایت فخر اہلسنت نائب تاجدار طالقان حضرت شاہ رسول طالقانی سیدنا و مولانا محمد ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ علیہ المعروف مولوی بزرگ ہیں۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت سمنگان میں ہوئی آپ پچیس برس کی عمر میں ظاہری علوم کے حصول کیلئے گھر سے نکلے اور تمام مروجہ علوم و فنون ایک سال اور دو ماہ میں مکمل فرمائے۔ آپ قرآن کریم کی تلاوت کی طرح روزانہ بخاری کے پچیس چھبیس اوراق کی تلاوت فرماتے۔ طالب علمی کے دور میں کبھی کبھی آپ تگاب شریف نامی قریہ میں تشریف لے جاتے، وہاں فرید دوراں

شیخ المشائخ حضرت مولانا سلطان تگابی رحمۃ اللہ علیہ کا مزار شریف تھا جو اپنے زمانے کے فرید عصر اور صاحب خوارق کثیرہ تھے، اور ان کی کئی کرامات بعد از وصال بھی مشہور تھیں اور مولانا صاحب مبارک اکثر ان کے مزار شریف پر حاضری دیا کرتے تھے۔ حضرت مولانا محمد ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک بار میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت سلطان محمد تگابی رحمۃ اللہ علیہ کے تمام علوم مجھے عطا ہو گئے اور اس خواب کے بعد مجھ پر علوم معارف اور فنون کے دروازے کھلتے چلے گئے۔ جس کتاب پر میں نظر کرتا تو اس کے مطالعے میں مجھے کوئی دقت محسوس نہ ہوتی اور میں کتاب کی تہہ تک پہنچ جاتا۔

در مدرسہ ہائے کشور غیب
تحصیل نمودہ علم لا ریب

آپ مبارک کے علمی و ادبی حلقوں میں مقام کو سمجھنے کیلئے آپ کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو مدنظر رکھنا ضروری ہے جنہیں حتی المقدور انداز میں قارئین کے سامنے پیش کیا جاتا ہے ۔آپ مبارک نے ،صرف ونحو کی تعلیم کا آغاز اپنے زمانہ کے بڑے بڑے قابل علماء سے کیا اور انہیں سے علوم کا اختتام ہوا یہاں تک کہ آپ آسمان علم و تحقیق کے آفتاب بن کر چمکے۔ آپ مبارک کو تلاوت کلام پاک سے از حد محبت تھی۔ آپ مبارک پانچ گھنٹوں میں مکمل قرآن کریم کی تلاوت فرما لیتے۔ آپ قرآن پاک کے اٹھارہ پاروں کے حافظ تھے۔ جب تلاوت فرماتے تو آنکھیں اشک بار ہو جاتیں۔ آپ نے صیام داؤدی کے مطابق روزے رکھے کیونکہ سیدنا داؤد علیہ السلام نے پانچ سال روزے رکھے تھے۔

بیعت و ذکر:

آپ مبارک نے اپنے وقت کے عظیم المرتبت شیخ سلطان الاولیاء شمس العارفین سراج السالکین حضرت مولانا شاہ رسول طالقانی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت اور ذکر حاصل کیا۔ آپ نے بہت کم وقت میں اپنے شیخ کامل ومکمل کی صحبت میں رہ کر کمال حاصل کیا اور حضرت شاہ رسول طالقانی رحمۃ اللہ علیہ کے مریدوں اور خلفاء کرام میں بہت بلند مقام حاصل کیا۔ حضرت مولانا محمد ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ علیہ کی وجہ سے حضرت مولانا شاہ رسول طالقانی کے سلسلہ طریقت کو بہت عروج حاصل ہوا اور اللہ تعالیٰ نے بہت زیادہ بہاریں عطا فرمائیں۔

چمن میں پھول کا کھلنا تو کوئی بات نہیں
رہے وہ پھول جو گلشن بنائے صحرا کو

کوئی آدمی جب مولانا صاحب مبارک کی صحبت میں آ بیٹھتا تو آپ مبارک کی کمال توجہ کی برکت سے بہت جلد مقام ولایت پر سرفراز ہو جاتا، گویا کہ آپ مبارک کی محفل اولیاء کرام کی مجلس ہوا کرتی تھی۔ اگر آپ مبارک کسی بھی عالم دین سے گفتگو فرماتے تو وہ عالم خود کو علوم سے عاری اور اپنے آپ کو محض عوام سمجھتا کیونکہ آپ مبارک دقائق اور معارف اکثر قرآن پاک اور احادیث مبارکہ کی نصوص سے بیان فرماتے تھے، اور سامعین تو حالت اضطراب میں رہ جاتے.

کرامات:

آپ مبارک صاحبِ خوارق وکرامات تھے، ایک مرتبہ آپ کا ایک مرید اپنی کمزور بچی سمیت سیلاب کے پانی میں گر گیا، بے یار ومددگار ہونے کی وجہ سے کبھی کسی پتھر پر ہاتھ ڈالتا اور کبھی کسی جھاڑی پر۔ اچانک اس کے دل میں مولانا محمد ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ علیہ کی یاد موجزن ہوئی تو اس نے آپ مبارک کو پکارا، اس کے سامنے ایک ہاتھ برآمد ہوا جس نے انہیں خشکی پر پہنچا دیا۔

اسی طرح عبدالرزاق نامی شخص جو ''بزکشی'' (بزکشی ایک کھیل ہے جو افغانستان میں کھیلا جاتا ہے) کھیلتا تھا۔ دوران کھیل اچانک زین سمیت گھوڑے کی کمر سے پیٹ کی طرف پھسل کر لٹک گیا، اگر گر جاتا تو گھوڑے کے پاؤں تلے روندا جاتا۔ اس نے اس پریشانی کی حالت میں سرکار مولانا صاحب علیہ الرحمہ کو یاد کیا تو ایک غیبی ہاتھ ظاہر ہوا اور اس کو زین سمیت اوپر کر دیا۔ جب یہ واقعہ عبدالرزاق نے مولانا صاحب مبارک کے مریدوں اور عقیدت مندوں سے ذکر کیا تو انہوں نے اس کی تصدیق کی، کہ فلاں دن ہم نے حضرت مولانا صاحب مبارک کو ''عبدالرزاق''، ''عبدالرزاق'' فرماتے سنا تھا۔ اور ہم اس وقت حیران ہوئے کہ حضرت مولانا صاحب کس کو بلا رہے ہیں؟۔

ان کے علاوہ اور بہت سی کرامات ہیں جن کو یکجا کیا جائے تو ایک مبسوط کتاب بنے گی۔

آپ مبارک لباس فاخرہ وعمدہ پہنتے تھے۔ خصوصاً آپ سیاہ اور سبز دستار پسند فرماتے تھے۔

از درون شد آشنا و از برون جی گانہ شد

کایں چنین زیبا روش کم می بود اندر جہاں

حضرت مولانا شاہ رسول طالقانی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد آپ کامل و مکمل اشخاص کی تلاش میں مختلف مزاروں پر گئے اور مشائخ کبار علیہم الرحمہ سے ملاقاتیں کیں، مگر دل کو تسلی نہ ہوئی۔ جو چیز آپ مبارک کو قبلہ شاہ رسول طالقانی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل ہوئی تھی اس کا دوسری جگہ عشر عشیر بھی نظر نہ آیا۔ دل کی تمنا تھی کہ شاہ صاحب علیہ الرحمہ جیسا شخص دوبارہ مل جائے اور اس سے فیض حاصل کر کے روحانیت کی پیاس مزید بجھائی جائے، مگر ایسا کہیں نظر نہ آیا۔ ایک بات قابل غور ہے کہ حضرت مولانا محمد ہاشم سمنگانی اور سیدنا اخندزادہ سیف الرحمٰن علیہما الرحمہ آپس میں پیر بھائی تھے۔ مولانا صاحب مبارک نے سلاسل اربعہ کا مروجہ سلوک حضرت شاہ رسول طالقانی سے مکمل کیا تھا

مگر سرکار اخندزادہ مبارک رحمۃ اللہ علیہ ابھی ابتدائی سلوک میں تھے کہ حضرت شاہ رسول طالقانی کا انتقال ہو گیا۔ اس وجہ سے سرکار اخندزادہ مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعد حضرت مولانا محمد ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف رجوع کیا۔ اگر چہ سلسلہ نقشبندیہ میں پانچ لطائف جاری ہو گئے تھے ،مگر باقی سلاسل کے ساتھ ساتھ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے بھی تمام اسباق و مراقبات مکمل کئے۔

سرکار اخندزادہ مبارک تو شاہ صاحب کے انتقال کے بعد مولانا محمد ہاشم سمنگانی سے مل گئے مگر مولانا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو شاہ صاحب کے بعد ایسا شخص نہیں ملا۔ حضرت مولانا محمد ہاشم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زندگی کے آخری چند سال طریقت وارشاد کا کام کیا، مگر ہر کس و ناکس کو آپ فوراً بیعت نہیں فرماتے تھے اور آنے والے سالک کو ایک ہی نظر میں مکمل پڑھ لیتے تھے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔

اتقوا فراسة المومن فانه ينظر بنو ر الله عزوجل

مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ نور سے دیکھتا ہے۔

آپ کے خلفاء کرام:

حضرت مولانا محمد ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء کی تعداد تیس کے قریب تھی وہ خلافت عطا کرنے میں جلدی نہیں فرماتے تھے اور اسباق بھی وقت کے ساتھ تبدیل کرتے تھے۔ آپ مبارک رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت بہت پُر اثر ہوا کرتی تھی، جو آتا اس میں گم ہو جاتا اور اس کا آپ کی صحبت سے جانے کو جی نہیں چاہتا تھا۔ صرف وہ لوگ جو دنیاوی نام و نمود کو پسند کرتے وہ آپ کی صحبت سے کچھ حاصل نہ کرتے۔

"قدر ایں می ندانی بخدا تا نہ بچشی"

جب تک کسی چیز کو چکھا نہ جائے اس کا ذائقہ معلوم نہیں ہوتا۔

اکثر اوقات جس طرح لوگ عام مشائخ کبار کو تحفہ دیتے یا خدمت کرتے ہیں تو آپ کی بھی معتقدین خدمت کرتے تو آپ فوراً اسی وقت غرباء اور مساکین میں تقسیم فرما دیتے تھے۔ آپ نے کبھی دنیا کی زیب و زینت کو اپنے اوپر سوار نہ ہونے دیا اور اسے کوڑی کے برابر بھی اہمیت نہ دی۔ آپ کے قریبی احباب جانتے ہیں کہ آپ مبارک نے مال و دولت کو اپنے لئے کبھی بھی جمع نہیں فرمایا، بلکہ اکثر اوقات اسے غرباء و مساکین میں تقسیم فرما دیا۔ میرے مرشد گرامی حضرت سیدنا اخندزادہ مبارک مدظلہ نے مال کی تقسیم کی بابت بہت عمدہ جملہ استعمال فرمایا کہ ''نا طمع......نہ جمع......نہ منع'' کوئی لے آئے تو لالچ نہیں۔ آجائے تو جمع نہیں۔ کیونکہ مال جمع کرنا فقر نہیں۔ اور اگر کوئی شخص اپنی خوشی سے تحفہ دیتا ہے تو سنت رسول ﷺ ہے کہ صدق دل سے اسے قبول کیا جائے اور اسے ضرورت مندوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ حضرت قیوم زماں سیدنا و مرشدنا محمد ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ علیہ کا یہی طریقہ کار تھا۔

حضرت اخندزادہ مبارک رحمۃ اللہ علیہ کا سینہ مبارک جو مولانا محمد ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ علیہ کی سخاوت سے سیراب ہوا اور سرکار اخندزادہ مبارک نے اپنے اٹھارہ ہزار خلفاء کو سیراب کر کے ایسی جماعت تیار کی ہے جس سے ایک جہاں فیض یاب ہو رہا ہے اور دن بدن اس سلسلے کو عروج واقع ہو رہا ہے۔

حضرت مولانا محمد ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ علیہ کو علوم معارف اور تصوف میں ایسی مہارت حاصل تھی کہ جو حقائق و معارف آپ کے پاس تھے وہ دوسرے ہم عصر علماء و مشائخ کو حاصل نہ تھے۔ خصوصاً آپ مبارک کو مکتوبات امام ربانی اور مثنوی شریف مولانا روم میں بہت مہارت حاصل تھی۔

وفات:

آپ اکثر و بیشتر بیمار رہتے اور مختلف قسم کی بیماریاں اور امراض آپ کو لاحق تھے۔ مگر آنے والے سائل توجہ اور فیوض و برکات سے ضرور نوازے جاتے۔ جب آپ کی عمر 42 سال ہوئی تو تکالیف مزید بڑھ گئیں۔ آپ کو ٹی بی اور تپ دق کا عارضہ لاحق ہو گیا۔ علاج کی غرض سے آپ پاکستان تشریف لائے مگر بقضائے الٰہی 9 شوال المکرم 1391 ہجری کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

آپ کے خلفائے کرام میں سے حضرت سیدنا و مرشدنا اخندزادہ سیف الرحمٰن المعروف پیرارچی و خراسانی رحمۃ اللہ علیہ ہیں جن کے بارے میں حضرت مولانا محمد ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ علیہ نے خط میں تحریر فرمایا "مقبوله مقبولی و مردوده مردودی" (جو اِن کی نظر میں مقبول ہے وہ میری نزدیک بھی مقبول ہے اور جو ان کے نزدیک مردود ہے وہ میرے نزدیک بھی مردود ہے) ایک اور مکتوب میں فرمایا "ردیف کمالاتم" اور ساتھ شعر تحریر فرمائے جن کا مطلب ہے کہ تم میرا خط پڑھو تو گریہ وزاری کرو کیونکہ جس وقت میں نے خط تحریر کیا تھا تو میں بھی رویا تھا۔

لوگوں میرے دوست کو سلام پہنچاؤ
میری طرف سے تمہیں سینکڑوں سلام ہوں

اولادِ امجاد:

آپ مبارک نے دو شادیاں فرمائیں پہلی شادی مرزا حضرت کی بیٹی کے ساتھ اور دوسری شادی حضرت اخندزادہ مبارک کے بڑے بھائی بادشاہ لالہ مولانا عبدالباسط علیہ الرحمہ کی بیٹی کے ساتھ۔ پہلی بیوی سے دو صاحبزادے پیدا ہوئے۔ اور دوسری بیوی سے اللہ تعالیٰ نے

ایک صاحبزادی عطا فرمائی جس کا نام بی بی فاطمہ ہے۔ آپ اخندزادہ مبارک دامت برکاتہ کے بھائی کی نواسی ہیں اور ان کی والدہ اور مخدوم زادہ علامہ محمد سعید احمد حیدری جو سرکار مبارک کے بڑے بیٹے ہیں دونوں ہمشیر ہیں یعنی دودھ کے بہن بھائی ہیں۔ اس لحاظ سے قبلہ حیدری صاحب مولانا محمد ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ علیہ کی دختر نیک اختر کے ماموں لگے اور اخندزادہ مبارک مدظلہ کی پہلی زوجہ کی تمام اولاد ان کی خالائیں اور ماموں ہوئے اس وجہ سے محترمہ بی بی فاطمہ، سرکار اخندزادہ مبارک کے گھر میں زیادہ جاتی ہیں۔

قیوم زماں حضرت مولانا محمد ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ علیہ کا عرس ہر سال 9 شوال المکرم کو آستانہ عالیہ سیفیہ فقیر آباد لکھوڈیر میں بڑے جوش و خروش سے منایا جاتا ہے۔

☆☆☆☆☆

شیخ الحدیث والتفسیر حضرت اخندزادہ سیف الرحمٰن مبارک پیرارچی خراسانی رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب:

آپ کا نام ''سیف الرحمٰن'' اور آپ کے والدِ محترم کا اسم گرامی صوفی باصفا قاری سرفراز خان قادری رحمتہ اللہ علیہ تھا جبکہ مزید نسب نامہ کچھ یوں ہے۔

سیف الرحمٰن بن قاری سرفراز خان بن محمد حیدر بن محمد علی بن بابا نور علی۔

لقب:

اس طریقہ عالیہ میں آپ کا لقب ''حضرت مبارک صاحب'' ہے مگر آپ اور بہت سے القابات سے بھی پہچانے جاتے تھے۔

ولادت باسعادت:

آپ کی ولادت باسعادت 1349ھ میں جلال آباد (افغانستان) سے 20 کلومیٹر دور جنوب کی جانب واقع ایک گاؤں کوٹ باباکلی میں ہوئی۔

بچپن:

آپ بچپن سے ہی صاحب کشف ومشاہدہ تھے۔آپ خود فرماتے ہیں:

میں چھوٹے ہوتے، کون ومکان اور جنت ودوزخ کا مشاہد کیا کرتا تھا۔اور اللہ کی عجیب وغریب مخلوق جو دوسروں کی نظروں سے پوشیدہ ہوتی، میں دیکھا کرتا تھا۔

تعلیم وتربیت:

آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد بزرگوار قاری سرفراز خان صاحب سے حاصل کی جو صوفیاءِ صافیہ سے تعلق رکھتے تھے۔ان کے علاوہ اپنے وقت ودیار کے دیگر علماء ذی وقار سے بھی استفادہ کیا۔

تحصیل علم کیلئے سفر:

شیخ سعدی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں......

طلب کردن علم شد بر تو فرض
دگر واجب است از پیش قطع ارض

(اے مخاطب! تجھ پر علم حاصل کرنا فرض اوراس کی تحصیل کیلئے زمین کا سفر کرنا واجب ہے)

اس شعر کے مصداق آپ نے علوم وفنون میں ترقی پانے کیلئے مختلف علاقوں کا سفر کیا۔ پاکستان کے علاقہ پشاور میں متعدد علماء کرام کے سامنے زانوئے تلمذ طے کئے۔آپ کے اساتذہ میں سے چندایک کے اسماء حسب ذیل ہیں......

1۔ شیخ القرآن مولانا محمد اسلام بابا صاحب
2۔ حضرت مولانا محمد آدم خان صاحب آمازوگڑھی
3۔ مولوی محمد اسلم صاحب
4۔ مولانا محمد حسین صاحب
5۔ حضرت مولانا محمد ولید صاحب
6۔ حضرت مولانا محمد عبدالباسط

7۔ مولنا سید عبداللہ شاہ صاحب وغیرہم

ان اساتذہ کے علاوہ دیگر ذی علم شخصیات سے صرف، نحو، تفسیر و اصول تفسیر، حدیث اور اصول حدیث، فقہ و اصول فقہ، تجوید و قرأت اور عقائد میں کامل دسترس حاصل کی۔ بالخصوص آپ کو فقہ حنفی اور اصول فقہ پر مکمل دستگاہ تھی۔ اس بات کا اندازہ آپ سے پوچھے گئے سوالات کے جوابات پڑھ کر بخوبی ہو جاتا ہے۔

بیعت و ذکر:

تحصیل علوم ظاہری کے بعد باطنی فیوض و برکات کیلئے آپ مرد حق کی تلاش میں سرگرداں رہے حتیٰ کہ آپ کی ملاقات جامع معقول و منقول حضرت مولانا شاہ رسول طالقانی علیہ الرحمہ سے ہوئی۔ حضرت مبارک صاحب ان کی شخصیت سے بے حد و شمار متاثر ہوئے اور ان کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے اور سلسلہ نقشبندیہ کے اسباق شروع فرمائے۔

ابھی آپ لطیفۂ قلب پر تھے کہ 1381ھ میں مولانا طالقانی دارِ فانی کو الوداع کہہ گئے۔ تو آپ نے بقیہ منازلِ سلوک مولانا طالقانی کے بڑے خلیفہ حضرت مولانا محمد ہاشم سمنگانی کے زیر سایہ مکمل کیں۔

حضرت مبارک صاحب اور محبت شیخ:

حضرت اخندزادہ مبارک رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے پیر و مرشد، حضرت مولانا محمد ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ علیہ سے بے حد بہت تھی۔ جس کا اظہار وقتاً فوقتاً آپ کے افعال و اقوال سے ہوتا رہتا تھا۔ اس کی ایک بین دلیل یہ بھی ہے کہ 9 شوال کو مولانا ہاشم سمنگانی علیہ الرحمہ کی یاد اور ایصال ثواب کیلئے عرس مقدس کا اہتمام حضرت مبارک خود بڑے ذوق و اہتمام سے کرتے ہیں۔

مرشد گرامی کی نظر التفات:

حضرت مولانا محمد ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت اخندزادہ مبارک سے غایت درجہ محبت تھی اسی لئے انہوں نے سرکار اخندزادہ مبارک کو اپنا نائب مقرر فرمایا اور اپنی زندگی میں ہی اپنے مریدین ومتوسلین کو حضرت اخندزادہ مبارک کی پیروی اور ان کے نقش قدم پر چلنے کی تاکید فرمائی۔ ان احباب کی باہمی محبت اس سے بھی اجاگر ہو جاتی ہے کہ مولانا ہاشم سمنگانی علیہ الرحمہ نے یہ حکم نامہ جاری فرمایا کہ جو اخندزادہ سیف الرحمٰن کو مقبول ہوگا وہ مجھے مقبول ہے اور جو ان کی طرف سے مردود ہوگا وہ میری جانب سے بھی مردود ہے عبارت کچھ اس طرح ہے۔

"مقبوله مقبولی ومردوده مردودی"

ازدواجی زندگی:

حضرت اخندزادہ مبارک نے کل سات شادیاں کی۔ تاوقت وصال آپ کے عقد میں چار بیویاں تھیں۔

اولاد امجاد:

اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کی طرح اولاد میں بھی آپ کو حظ وافر عطا فرمایا ہے۔ آپکی اولاد میں تیرہ 13 بیٹے اور چار بیٹیاں شامل ہیں۔ بیٹوں کے اسماء درج ذیل ہیں:

1۔ مولانا محمد سعید حیدری سیفی سجادہ نشین آستانہ عالیہ سیفیہ

2۔ شیخ الحدیث مولانا محمد حمید جان سیفی

3۔ علامہ محمد احمد سعید المعروف یار جان سیفی

4۔ مولانا عبدالباقی سیفی

5۔ الحافظ القاری مولانا قاری محمد حبیب جان سیفی

6۔ الحافظ مولانا احمد حسین سیفی (والدہ کی جانب سے سید ہیں)

7۔ مولانا احمد حسن سیفی

8۔ محمد محسن سیفی (یہ تینوں ایک ہی بیوی سے ہیں جو سیدہ ہیں)

9۔ محمد سیف اللہ سیفی

10۔ محمد صفی اللہ سیفی

11۔ محمد نجیب اللہ سیفی

12۔ محمد حبیب اللہ سیفی

13۔ حسین اللہ سیفی

قطغن تشریف آوری:

پہلی شادی کے 6 ماہ بعد آپ قطغن تشریف لے گئے اور لودین میں سکونت اختیار کی جو قندوز میں واقع ہے۔ تین سال کا عرصہ وہاں گزارہ۔ حکومت افغانستان کی طرف سے دشت ارچی میں آپ کو زمین دی گئی جہاں آپ نے مکان تعمیر کیا اور رہائش اختیار کی۔ وہاں کی آبادی بڑھتی گئی اور بڑھتے بڑھتے ایک گاؤں صورت اختیار کر گئی۔ وہاں آپ نے ایک مسجد تعمیر کی اور امامت وخطابت کے فرائض بخیر وخوبی انجام دینے لگے۔

درس وتدریس:

حضرت اخندزادہ مبارک نے اپنی عمر کا کافی حصہ درس وتدریس میں صرف فرمایا اور ساتھ ساتھ طریقت وارشاد کے کام کو بھی جاری رکھا اور آپ ایک اعلیٰ پائے کے معتبر عالم ہونے کی وجہ سے

کثیر تعداد میں علماء کرام کے مرجع ہوئے۔آپ کے علمی کمالات کی وجہ سے افغانستان و پاکستان کے طول وعرض میں شہرت تھی۔ یہی وجہ ہے کہ پشاور کے علاوہ ڈاگئی صوابی کے مشہور و معروف عالم دین جو طالبان حکومت کی طرف سے شیخ الحدیث کی حیثیت سے مرکز کابل کے مرکزی جامعہ میں مقرر کئے گئے، انہوں نے بھی اس زمانہ میں دشت ارچی میں حاضر ہو کر ذکر و بیعت کی سعادت حاصل کی ۔اس سے حضرت صاحب کے علمی و روحانی قد کا اندازہ بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔

آپ مبارک کا تقویٰ:

ایک شیخ و عالم دین کا سب سے بڑا وصف اور کمال یہ ہے کہ وہ زہد و تقویٰ اور خشیت الٰہی کی دولت بے بہا سے مالا مال ہو۔حضرت علامہ پیر سیف الرحمٰن مبارک تقوی و پرہیز گاری میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے حتیٰ کہ آپ مبارک کے تقویٰ کا اعتراف تو آپ مبارک کے پیر حضرت مُرشدنا قیوم زمان مولانا محمد ہاشم سمنگانی کو بھی تھا جس کی وجہ سے آپ اخندزادہ مبارک کو مصلیٔ امامت پر کھڑا فرماتے اور ان کی اقتداء پر فخر کرتے۔

سرکار اخندزادہ مبارک جہاں علوم و معارف میں یگانہ روزگار ہیں اور نابغہ عصر تھے اسی طرح اپنے وقت میں تقویٰ و طہارت کے کوہ عظیم تھے۔ہم نے ابھی تک آپ مبارک سے بڑھ کر زاہد و عابد متقی اور سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس سے ڈرنے اور خوف رکھنے والا نہیں د یکھا۔آپ اپنے وقت کے اصحاب تقویٰ و زہد کے امام تصور کیے جاتے تھے۔

مسائل میں استقامت:

آپ مبارک کوئی موقف اختیار فرماتے ہیں تو جذباتی تخیلات کی بنا پر نہیں اپنے پورے عالمانہ کمال و تحقیق کے بعد اختیار فرماتے تھے اور اکثر فرمایا کرتے کہ کسی عالم دین یا شیخ زمانہ کو میرے

قائم کیئے ہوئے موقف سے اگر اختلاف ہو تو میرے ساتھ براہ راست گفتگو کر کے مجھے قائل کرے۔ جس کسی کو میرے ساتھ علمی اختلاف ہے وہ ایک بار میرے پاس تو آئے میں قرآن وحدیث سے اپنے موقف کی وضاحت کروں گا

اوصاف کریمانہ:

آپ اخندزادہ مبارک نہایت اخلاق، ملنسار اور متواضع شخصیت کے مالک تھے۔ آفتاب و مہتابِ علم و عرفاں ہونے کے باوجود عُجب، خود بینی اور ریاکاری سے دور کا بھی واسطہ نہیں رکھتے تھے۔ سالکین سے نہایت سادگی اور بے تکلفی سے ملتے کہ آنے والا آپ کے اخلاق کریمہ کو دیکھ کر حیران رہ جاتا۔ مزاج مبارک میں حیرت انگیز تحمل کہ عام سالک بھی بڑی بے تکلفی سے گفتگو کر سکے۔ کیا مجال کہ آپ کی پیشانی پر شکن پڑ جائے اس کے باوجود آپ کے رعب ودبدبہ کا یہ عالم تھا کہ بڑے بڑے علماء و مشائخ جب حاضری دیتے تو ڈر سے گفتگو نہ کر پاتے، مگر سرکار مبارک ہر ایک سے خندہ پیشانی سے پیش آتے۔

آپ کے بیعت کرنے کا طریقہ:

حضرت اخندزادہ پیر سیف الرحمٰن مبارک رحمۃ اللہ علیہ جب کسی کو بیعت کرتے مندرجہ ذیل طریقہ کار اپناتے تھے۔

(1)......ایک بار سورۃ الفاتحہ اور تین بار سورۃ الاخلاص پڑھ کر اس کا ثواب سلسلہ نقشبندیہ کے بزرگوں کو ایصال کرتے۔

(2)......مرید ہونے والے کے دونوں ہاتھوں کو مصافحہ کرنے کے انداز میں پکڑتے۔

(3)......کلمہ شہادت خود بھی پڑھتے اور مرید کو بھی حکم دیتے۔

(4)......اور پھر اس کے بعد ''سبحان الله والحمد لله ولا اله الا الله والله اکبر''

(5)......اس کے بعد ''لا حول ولا قوة الا بالله العلی العظیم''

(6)......پھر کلمہ توحید ''لا اله الا الله وحده لا شریك له له الملك وله الحمد یحی ویمیت وهو علیٰ کل شئ قدیر''

(7)......اس کے بعد تین بار استغفار'' استغفر الله الذی لا اله الا هو الحی القیوم و اتوب الیه'' پڑھاتے۔

(8)......ایمان مفصل اور ایمان مجمل پڑھتے اور پڑھاتے۔

(9)......پھر ''رضیت بالله ربا وبالاسلام دینا و بمحمد صلی اللہ علیہ وسلم نبیاً ورسولا''

(10)......اگر سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں بیعت کرنا ہو تو سیدھے ہاتھ کی انگلیاں (انگوٹھے کے علاوہ) مرید کے لطیفۂ قلب (جس کا مقام بائیں پستان کے دو انگشت نیچے ہے) پر رکھتے اور اپنی زبان سے تین بار ''اللہ، اللہ، اللہ'' پڑھتے اور پھر زبان بند کر کے دل سے ذکر شروع کرواتے اور اپنے خاص طریقہ سے توجہ فرماتے۔

(11)......اگر سلسلہ عالیہ، قادریہ، چشتیہ یا سہروردیہ میں بیعت کرتے تو حضور قلبی کے ساتھ ساتھ زبان سے اسباق اور ذکر کرنے کی تلقین فرماتے۔ اور ان سلاسل کے خاص لوازمات کی تعلیم دیتے۔

سرکار اخندزادہ مبارک کی خدمات:

آپ مبارک کے علم و فضل و سیرت و کردار اخلاق کے ساتھ ساتھ ایک پہلو آپ کی خدمت کا ہے۔ آپ نے تقریباً ان تمام شعبہ جات میں خدمات انجام دیں جو کسی بھی باعمل عالم

اور باتقویٰ مرشد وہادی کیلئے ضروری ہوتے ہیں

علمی مرتبہ ومقام:

کسی بھی صوفی کی صوفیت اور راہِ طریقت میں اس کی چال ڈھال کا صحیح اندازہ لگانے کیلئے مختلف زاویوں سے اس کی شخصیت کا مطالعہ ضروری ہے۔ان مختلف گوشوں میں سے ایک گوشہ ''علم وفقہ'' ہے۔جس سے اس کی فقہی بصیرت اور علمی لیاقت کا پتہ چلتا ہے اور معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ شخص کس حد تک قربِ الٰہی کی تحصیل کر سکتا ہے۔

''علم، انبیاء کی وراثت ہے'' اور کائنات میں انبیاء کرام علیہم السلام سے بڑھ کر کسی شخص کو تقرب الٰہی کا حصول نہیں۔لہذا ہر صوفی اور قربِ الٰہی پانے کے متمنی کیلئے انبیاء کی وراثت سے حصہ پانا از حد ضروری ہے۔جو شخص انبیاء کرام کی وراثت کو سنبھال نہیں پاتا اس سے امانت الٰہی اور قرب الٰہی کے حصول کی کیا توقع کی جا سکتی ہے۔

اگر کوئی شخص علم وفقہ کو چھوڑ کر صوفی بننے کی سعی کرتا ہے تو اللہ کی محبت تو نہیں البتہ شیطان کی مسخریت اس کے حصے میں ضرور آجاتی ہے۔امام احمد رضا قادری حنفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''صوفیِ بے علم مسخرۂ شیطان است''

یعنی بے علم صوفی شیطان کا مسخرہ ہوتا ہے

(فتاویٰ رضویہ)

یہ بات شک وشبہ سے بالاتر ہے کہ تحصیل علم کا مقصد قربِ الٰہی کا حصول ہے۔لہذا اگر کسی شخص کے علم نے اسے ذاتِ الٰہی کا قرب عطا نہ کیا تو بلاشبہ اس کی محنت اور علمی لیاقت رائیگاں جائے گی۔لہذا صوفی بننے اور ذاتِ رب العلمین کا قرب پانے کیلئے فقہ وتصوف دونوں از حد

ضروری اور لازم وملزوم ہیں۔امام مالک رضی اللہ عنہ کا فرمان اس بات کی عکاسی کرتا ہے:

"من تصوف ولم یتفقه فقد تزندق ومن تفقه ولم یتصوف فقد تفسق ومن جمع بینهما فقد تحقق" یعنی جو صوفی بنے مگر فقہ حاصل نہ کرے وہ زندیق ہے اور جو فقہ حاصل کرے مگر تصوف کی طرف مائل نہ ہو وہ فاسق ہے اور جس نے دونوں کو حاصل کیا اس نے حقیقت کو پالیا۔(ایقاظ الھمم، صفحہ:6)

بلاشبہ حضرت اخندزادہ پیر سیف الرحمٰن مبارک علیہ الرحمہ اپنے دور کے نابغۂ عصر فقیہ اور بلند پایہ صوفی تھے۔انہوں نے علم فقہ اور تصوف دونوں کو بدرجۂ کمال حاصل کیا۔آپ کی تصوف کے بارے میں خدمات تو آفتابِ نصف النہار کی طرح واضح و روشن ہیں، مگر بہت سارے لوگ ان کی علمی لیاقت اور فقہی بصیرت سے لاعلم ہیں۔حضرت مبارک کی علمی و فقہی خدمات پر "بہارِ اسلام" کے پلیٹ فارم سے تحقیقاتی مقالے جات ترتیب دیئے جارہے جن کا مختصر تذکرہ "غرض تالیف" میں آچکا۔

تاہم حضرت مبارک صاحب کی علمی وفنی خصوصیات پر چند باتیں زینت قرطاس کرتا ہوں تاکہ ان کی علمی حیثیت سے کچھ نہ کچھ واقفیت ہوجائے۔

تفسیر قرآن میں آپ کی خدمات:

تمام علوم کا سرچشمہ قرآن مجید ہے۔جو عالم اس کتاب لاریب کو سمجھ جاتا ہے اس کے تبحر علمی کا اندازہ لگانا کسی کے بس کی بات نہیں ہوتی۔

حضرت اخندزادہ مبارک علیہ الرحمہ کی ذات کو اس حوالے سے دیکھا جائے تو آپ اپنے وقت کے مایہ ناز مفسر کی صورت میں نظر آتے ہیں۔

ہماری معلومات کے مطابق 40 سے زائد تفاسیر پر آپکے تشریحی وتوضیحی حواشی موجود ہیں جو کسی بھی راہِ تحقیق کے راہی کیلئے مشعل راہ ثابت ہو سکتے ہیں۔

علم حدیث میں گوہر افشانیاں:

اشرف واعلیٰ علوم میں سے ایک ''علم الحدیث الشریف'' بھی ہے۔ چونکہ اس علم کا تعلق ''سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ'' کے فرامین وافعال کے ساتھ ہے۔ اس لئے اس کی قدر وقیمت تمام علوم سے بڑھ کر ہے۔

100 سو سے زائد کتب احادیث پر ''حضرت اخندزادہ مبارک'' کی تعلیقات تحریر ہیں جن کے مطالعہ سے آپ کی جودت ذہنی اور نقطہ آفرینی کا ثبوت ملتا ہے۔ اور جو اس بات پر شاہد و عادل ہیں کہ حضرت اپنے دور کے عظیم محدث وشارح حدیث تھے۔

فقہ واصول فقہ:

تقریباً تیسری صدی ہجری میں باقاعدہ فقہ اور اصول فقہ کی تدوین کی گئی جسکا سہرا امام الائمہ حضرت سیدنا وامامنا ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کوفی رضی اللہ عنہ کے سر پر ہے۔ دیگر ائمہ نے بھی اس علم میں خدمات سرانجام دی ہیں مگر فقہ واصول میں وہ تمام حضرت امام صاحب کے ہی خوشہ چین ہیں۔

حضرت اخندزادہ مبارک کے دوسو 200 سے زائد مکتوبات آپکی فقہی بصارت پر دال ہیں۔ ان میں سے چند ایک مکاتیب کا اردو ترجمہ بھی شائع ہوا ہے۔

''عورتوں کیلئے دعوت وارشاد جائز ہے یا نہیں''، ''مسئلہ حلق شوارب (مونچھوں کو پست کرنے کے بارے تحقیقی مواد)''، ''وجد وتواجد کے بارے فتویٰ'' وغیرہم۔ ان کے علاوہ متعدد مکاتیب کا اردو ترجمہ شائع ہو چکا ہے۔ جو آپکی فقہی بصیرت پر دال ہے۔

جو بندہ ''مسئلہ حلق شوارب'' کی ابتدائی گفتگو ہی پڑھ لے وہ آپکی فقہ اور خصوصاً ''فقہ حنفی'' پر گہری نظر کا معترف ہو جاتا ہے۔

علم صرف ونحو پر نظر اور شریعت وطریقت:

''لولا السنتان لھلك النعمان'' یعنی اگر دو سال (جو امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی صحبت میں گزارے) نہ ہوتے تو نعمان (امام ابوحنیفہ) ہلاک ہو جاتا۔ یہ جملہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے۔

اس میں ''اَلسَّنَتَانِ'' عربی لغت کے اعتبار سے ''اَلسَّنَۃُ'' کا تثنیہ ہے جس کا معنی ہے ''دو سال''۔ (اسکا مفہوم اوپر ترجمہ سے واضح ہو رہا ہے۔)

حضرت اخندزادہ مبارک اس کا ایک اور معنی بیان فرماتے ہیں کہ ''السنتان'' میں سین پر رفع (پیش) اور نون مشدد ہے (اَلسُّنَّتَانَ)۔ اب اس کا معنی یہ بنتا ہے کہ......

''اگر دو سنتیں نہ ہوتی تو نعمان ہلاک ہو جاتا'' ایک سنت سے مراد ''شریعت'' اور دوسری سے مراد ''طریقت'' ہے۔

اس سے آپ مبارک کی ذہانت وفطانت کا اندازہ لگانا کوئی مشکل کام نہیں ہے۔

''حب الوطن من الایمان'' سے نقطہ آفرینی:

حضرت اخندزادہ مبارک خود فرماتے ہیں کہ......

میں حضرت مولانا محمد ہاشم رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ارچی میں تھا کہ آپ نے یہ حدیث شریف پڑھی ''حب الوطن من الایمان''(☆) (وطن کی محبت ایمان کا حصہ ہے) اور فارسی کا یہ

(☆) ...... کشف الخفاء للعجلونی، جلد:1، صفحہ:413

سلسلة الاحادیث الضعیفه حدیث نمبر:36

لاسرار المرفوعة للملا علی قاری، صفحہ:180 ......>

مصرعہ پڑھا: تو مکانی اصل تو در لامکان

مولانا صاحب نے اس حدیث کی تشریح میں فرمایا......

وطن سے مراد اصل روح ہے جو کہ عرش کے فوق عالم امر میں ہے۔ جہاں سے روح انسان کے جسم میں آئی ہے۔ (لہذا اس مقام سے محبت کرنا ''وطن سے محبت'' کرنا ہے۔)

حضرت اخندزادہ مبارک فرماتے ہیں کہ مجھ پر کشف ہوا کہ اس وطن سے مراد وہ وطن جس میں دیدارِ خداوندی ہوتا ہے۔ اس سے مراد جنت ہے۔ چنانچہ جب میں نے یہ بیان کیا تو مولانا صاحب نے مجھے ڈانٹا اور اس میں حکمت یہ تھی کہ میری تربیت صحیح ہو کیونکہ میں نے حدیث شریف کی تشریح مولانا صاحب کی تشریح کے خلاف کی تھی۔

اس کے بعد مولانا ہاشم سمنگانی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ اولیاء اللہ کی کوئی غرض و حاجت نہیں سوائے اللہ تعالیٰ کی رضا کے اور انکو جنت و دوزخ کی کوئی پرواہ نہیں۔ اس پر میں نے عرض کیا بے شک لوگوں کے تین مراتب ہیں......

1۔ عوام 2۔ خواص 3۔ اخص الخواص

پس عوام جنت کی آرزو اور خواہش کرتے ہیں کیونکہ وہ عشرت و آرام کی جگہ ہے۔ اور جو خواص ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مستغرق ہوتے ہیں اور جنت و دوزخ کی کوئی پروا نہیں کرتے۔ اور اخص الخواص کی طلب جنت ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور دیدار کی جگہ ہے۔ اور وہ دوزخ سے پناہ مانگتے ہیں کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے غضب اور دیدار سے محرومی کی جگہ ہے۔ پس میں نے جو تشریح بیان کی ہے وہ اخص الخواص کے مقام کے لائق ہے اور یہ کہ اولیاء اللہ کا جنت و

......< تذکرۃ الموضوعات للفتنی، صفحہ:11

الدرر المنتثرہ فی الاحادیث المشتھرۃ للسیوطی، صفحہ:74

دوزخ کی پرواہ نہ کرنا خواص کا درجہ ہے اس لئے میری اور آپ کی تاویل میں کوئی اختلاف نہیں۔

(ملخصاً ہدایۃ السالکین فی رد المنکرین، صفحہ:417)

حضرت مبارک صاحب کے علمی گوشوں میں سے چند ایک گوشے آپ کے سامنے پیش کئے گئے ہیں جن سے آپ کے پایہ علمی کا اندازہ لگانا مشکل نہیں رہا۔ تاہم ان خدمات پر تحقیق کا کام جاری ہے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ''انجمن بہار اسلام'' کو اس مقصد میں بامراد فرمائے۔

کرامات:

کسی بھی ولی کی سب سے بڑی کرامت شریعت مطہرہ پر سختی سے عمل پیرا ہونا ہے۔ ''الاستقامة فوق الكرامة'' (استقامت کا درجہ کرامت سے بلند ہے) کے مصداق حضرت اخندزادہ مبارک کی ہستی عمل بالشریعۃ اور تمسک بالسنۃ کی بنیاد پر صاحب استقامت و کرامت بزرگ تھے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ کرامت اولیاء کا حیض ہے اس معنی میں کہ جس طرح خواتین اپنی اس کیفیت و حالت کو چھپاتی ہیں اور کسی پر ظاہر نہیں ہونے دیتیں اسی طرح اولیاء اللہ بھی کرامات کو چھپاتے ہیں اور ان کے ظہور سے اعتنا برتتے ہیں۔

تاہم حضرت مبارک سے بہت سی خوارقِ عادات (کرامات) کا ظہور بھی ہوا۔ جن کی تفصیلی بحث کے لئے درجنوں صفحات درکار ہیں اور وقت کی کثرت بھی۔ ذوق طبع کی خاطر ایک آدھ واقعہ نظر نواز ہے۔

نظر کیمیا اثر:

حضرت علامہ پیر سیف الرحمٰن خراسانی رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے ایسی نظر عطا فرمائی تھی کہ جس پر پڑ جاتی اس کے شب و روز میں صوفیانہ تغیر آجاتا ہے۔ سرکار مبارک کے چہیتے خلیفہ پیر

مفتی عابد حسین سیفی صاحب فرماتے ہیں کہ اتفاق کی بات تھی میں آپ مبارک کی خدمت میں حاضر تھا تو آپ کسی شخص کو توجہ فرما رہے تھے مگر وہ کیفیت روکنے کی پوری کوشش میں تھا کیونکہ وہ ایک نامور ڈاکٹر تھا اور اپنے آپ کو ان مجذوبوں میں نہیں ڈالنا چاہتا تھا یا ان کی چیخ وپکار وحال دستی کی کیفیت میں اپنے آپ کو ڈالنے سے گریزاں تھا۔ جب اس کیفیت کو وہ نہ روک سکا اور ان مجذوبوں کی طرح خود بھی اس حال میں مست ہوا تو اس کا جملہ ابھی تک مجھے یاد ہے کہ ''آج سائنس فیل ہوگئی ہے'' اور اسی جملے کو بار بار دہراتا تھا جب اسے ہوش آیا تو میں نے کہا یہ کیفیت دوبارہ چاہو گے؟ یا دوبارہ یہاں آؤ گے؟ تو کہنے لگا میٹھا شربت پینے سے پہلے اس کا ذائقہ کون بتا سکتا ہے اب تو چاہتا ہوں کہ پوری زندگی آستانہ کی خدمت گزاری میں صرف کردوں۔

جبین نیاز جھک گئی:

بانی بہار اسلام ابوالرضا محمد عباس سیفی صاحب کی زبانی یہ واقعہ بھی حضرت مبارک صاحب کی کرامات میں سے ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ......

قریب قریب انیس یا بیس سال قبل کی بات ہے جب مجھے بیعت ہوئے ایک دو سال ہی گزرے تھے کہ حضرت مبارک صاحب کی خدمت میں ایک ایسا شخص حاضر ہوا جس کی کمر میں کوئی مسئلہ تھا اور وہ نماز پڑھتے ہوئے رکوع وسجود کی لذت کو نہیں پا سکتا تھا۔ 10 سال کا عرصہ اس نے اسی مشقت وپریشانی میں گزارہ۔ بڑی جگہوں سے دم درود کروایا مگر افاقہ نہ ہو سکا اور رکوع و سجود کی لذت سے آشنائی نہ ہو پائی۔ جب حضرت مبارک صاحب علیہ الرحمہ کی بارگاہِ فیض آیا اور اپنا مسئلہ عرض کیا تو آپ نے فرمایا...... ''نماز پڑھو''۔

آپ کے اس فرمان اثر نشان کی برکت ہی تھی کہ جب اس نے نماز ادا کی تو نہ تو رکوع

کرنے میں کوئی دقت ہوئی اور نہ ہی سجدے میں کسی قسم کی پریشانی سامنے آئی۔ اور اس آدمی کی جبین نیاز جو 10 سال سے بارگاہِ ایزدی میں جھکنے سے ترس رہی تھی آشنائے لذتِ سجود ہوگئی۔

وفات حسرت آیات:

موت ایسی تلخ حقیقت ہے جس سے کسی کو مفر نہیں، نہ جانے کتنوں کو یہ ہر روز یتیم کرتی ہے اور کتنوں کتنوں کو بے اولاد، کتنی سہاگنیں اس کی آمد پر اپنے سہاگ کا ماتم کرتی ہیں اور کتنی ماؤں کے کلیجے کٹ جاتے ہیں۔ موت...... بہت سے لوگ اس کی کڑی نگاہوں سے بچنا چاہتے ہیں مگر راہ نہیں پاتے۔

ہاں! مگر کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جنکے پاس موت "سعادت" پانے کیلئے آتی ہے۔ حضرت اخندزادہ پیر سیف الرحمٰن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کا شمار بھی بلا شک و ریب ایسی ہی محترم ہستیوں میں ہوتا تھا جن کی قدم بوسی موت کیلئے راحت کا سامان ہے۔ موت شاید اسی لئے لوگوں کے کوسنے اور بددعائیں (جو وہ اپنے کسی پیارے کی موت پر اسے سناتے ہیں) برداشت کرلیتی ہے کہ چلو کبھی کبھی اللہ کے پیاروں کی قدم بوسی بھی تو ہو ہی جاتی ہے۔

حضرت اخندزادہ مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کا واقعہ بڑا ایمان افروز ہے جسے آپ کے صاحبزادے مولانا احمد سعید یار جان صاحب نے بیان فرمایا ہے جو اس رات آپ کے ساتھ خدمت پر مامور تھے۔ آپ فرماتے ہیں......

حضرت مبارک صاحب علیہ الرحمہ کی بیماری کے باعث ہم (صاحبزادگان) میں سے کوئی نہ کوئی روزانہ ان کے ساتھ ہوتا تاکہ رات کے وقت کوئی حاجت ہو نپٹائی جاسکے۔

آپ مبارک کے وصال کی رات میری ڈیوٹی تھی۔ جب آپ بستر پر تشریف لائے تو

فرمایا ''امشب بسیار گراں است و معلوم میشود کہ شاید امشب، شبِ سفر و رفتن است'' آج کی رات بہت بھاری ہے معلوم ہوتا ہے کہ آج سفر کرنے اور جانے کی رات ہے۔ یہ جملہ آپ نے متعدد بار دہرایا اور پھر مجھے ارشاد فرمایا کہ میں تم سے راضی ہوں۔ تم مجھے معاف کردو میں نے عرض کیا کہ میں نے آپ کو معاف کیا آپ نے بھی فرمایا کہ میں نے بھی تمہیں معاف کیا۔

پھر رات ایک بجے تقریباً آپ نے تین پیالی چائے نوش کی اور پشتو کا ایک شعر پڑھا جس کا مفہوم کچھ اس طرح ہے کہ ''اس دنیا میں جو بھی آیا ہے اسے جہانِ ثانی میں چلے جانا ہے۔ موت کا نعرہ ہر وقت یاد ہونا چاہئے'' پھر فرمایا مجھے نیند آرہی ہے اور آپ سو گئے۔

رات تقریباً پونے دو بجے 1:45 آپ نے اپنے دونوں بازو اچانک اوپر کی طرف بلند کر دیئے، میں جلدی سے اٹھا اور آپ کو سہارا دیا ان کا سر میرے سینے پر تھا، آپ کی جانکنی کا عالم تھا۔ آپ نے کلمہ شہادت پڑھنا شروع کر دیا اور اشارے سے مجھے بھی حکم فرمایا تو میں بھی کلمہ شریف پڑھنے میں مشغول ہو گیا۔ پھر آپ نے اپنا منہ اور آنکھیں بند کیں اور چہرہ قبلہ کی طرف کر کے جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔

اس طرح 26 اور 27 جون کی درمیانی شب تقریباً دو بجے یہ آفتابِ طریقت اور ماہتابِ شریعت اپنی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ دنیا کی نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ اور دنیا اللہ کے ایک محبوب سے محروم ہو گئی۔

بھیں کیوں نصیرؔ نہ اشک غم کروں کیوں نہ نالہ وزاریاں
ہمیں بے قرار وہ چھوڑ کر سر راہ گزار چلا گیا
وہی بزم ہے وہی دھوم ہے وہی عاشقوں کا ہجوم ہے
ہے کمی تو بس اسی چاند کی جو تہہ مزار چلا گیا

بہار اسلام پبلی کیشنز کی چند قابل مطالعہ کتابیں

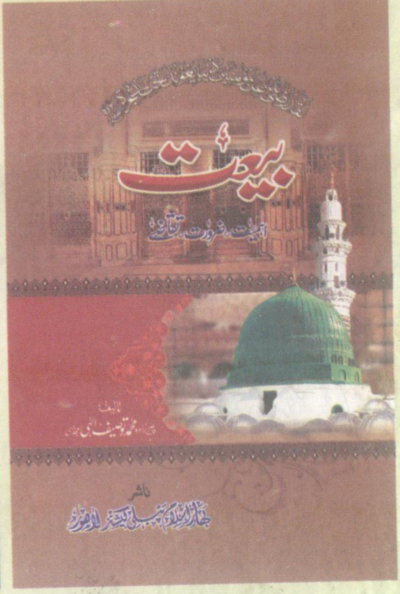

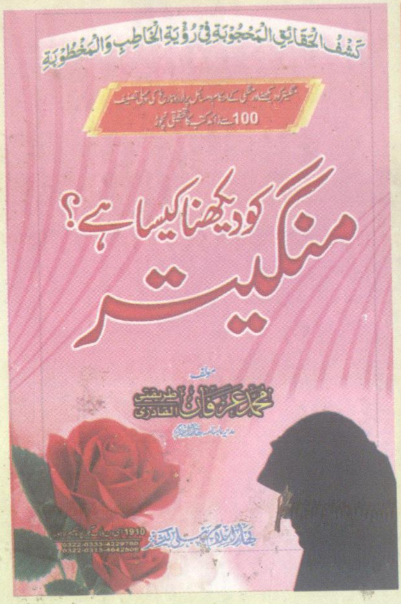

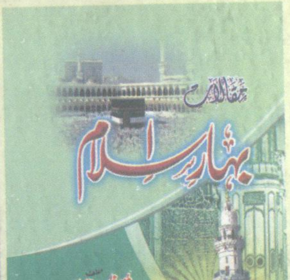

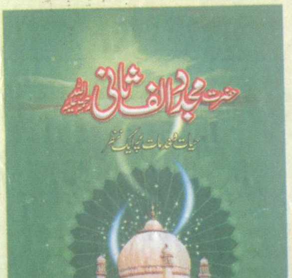

ناشر

بہار اسلام پبلی کیشنز لاہور

0333-4229760,0313-4642506

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مینارِ حقیقت

مؤلفہ

شیخ الحدیث مفسرِ قرآن ابوالنصر پیر
مفتی محمد ریاض الدین صاحب قادری
چشتی نقشبندی قطب شاہی اعوان

باھتمام

ملک صوفی عبدالرحمٰن خان چشتی لنگہ شریف
و صاحبزادہ قاری محمد خان رضوی و صاحبزادہ قاری محمد اکرم خان علوی